سیرت النبی صلعم

یا

تاریخ نبوی صلعم

حصہ اول

مولفہ

مولوی محمد فیروز الدین صاحب ڈسکوی

بفرمائش منشی کریم بخش مالک و مہتمم

مفید عام پریس سیالکوٹ

سنہ ۱۳۱۳ھ

سیالکوٹ میں منشی کریم بخش کے اہتمام سے طبع ہوئی

دنیا میں پہلی طرز کا قرآن مجید

یعنی حبیبی حمائل شریف مترجم با محاورہ بالمقابل [illegible]

مذهبی کتابیں				
		دفع طعن نکاح زینب		[illegible]
اسم اعظم یعنی سوانح عمری		تقدیس الرسول [illegible]		صاحب نومسلم [illegible]
حضرت محبوب سبحانی عبد القادر		عصمت النبی [illegible]		[illegible]
جیلانی رحمۃ اللہ علیہم	[illegible]	عیسائیوں کی [illegible]		[illegible]
نماز اور اسکی حقیقت	۴ر	طریقت الحقیقت [illegible]		[illegible]
روزہ اور اسکی حقیقت	۴ر	الوہیت مسیح اور تثلیث [illegible]		[illegible]
تفسیر فیروز کریم یعنی ربع اخیر کی		تائید [illegible]		[illegible]
تفسیر قیمت	۲ر	عشرہ کاملہ [illegible]		[illegible]
مناجات فیروزی ..	۳ر	سوالوں [illegible]		[illegible] قیمت
نسخۂ فیروزی	۳ر	سچی عبادت [illegible]		[illegible]
دعائے گنج العرش مترجم ...	۱ر	ترجمے [illegible]		[illegible]
رد تناسخ مصنفہ حکیم نور الدین صاحب	۴ر	[illegible]		[illegible]
منہاج العارفین قصیدہ مترجم	۴ر	سورۃ ال[illegible]		[illegible]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سیرت النبی

یا

تاریخ نبوی

حمد

مناجات

مولا کریم تجھ سا کوئی دوسرا نہیں
یاور نہیں۔ رفیق نہیں۔ آسرا نہیں

قال اللہ تعالیٰ

اُردو دو سنتا

تو[1] نے عطا کیا ہے ہمیں خلعتِ وجود
وہ کون ہے سدا تیری جس پر عطا نہیں
ہے[2] تجھ سے ہی وجود و بقا اس جہان کا
تیرے سوا کسی کا وجود و بقا نہیں
رشحات[3] فیض سے تیرے عالم ہے مستفیض
دریائے فیض تیرا کہاں پہ رہا نہیں؟
جانِ[4] جہاں تو ہی تو ہے قیوم عالمیں!
اک چیز کا وجود بھی تیرے سوا نہیں
تو زندگی ہے سب کی سہارا ہر ایک کا
تیرے سوا قیام کسی چیز کا نہیں

---

[1] الذی اعطی کل شیئ خلقہ ثم ھدی - اللہ وہ ذات ہے جس نے ہر شے کو اس کی خلقت عطا فرمائی - پھر اسے ایک راہ سجھائی۔

[2] الا لہ الخلق والامر - تبارک اللہ رب العلمین بنانا اور عدم سے پیدا کرنا اللہ ہی کا فعل ہے - خدائے رب العالمین بڑا ہی مبارک ہے۔

[3] الحمد للہ رب العلمین - سب خوبیاں اللہ کے لئے جس کے فیض ربوبیت سے ہر شے مستفیض ہے -

[4] الحی القیوم زندہ ہے - اپنی ذات سے قایم - ساری دنیا کا سہارا ۔

ہر[1] ذرہ نور سے تیرے تاباں ہے اے کریم
سورج نہ ہو تو ذرّہ کا یعنی پھر پتا نہیں +

تو[2] ایک اپنی ذات میں ہے اور صفات میں
ذات و صفات میں تیرے دوئی کی جا نہیں

کرتی[3] ہے کام طاقت عظمٰے تیری مدام
کس جا ظہورِ قدرتِ خلاق کا نہیں

ہر[4] برگ و گل زباں ہے تیری وصف میں سدا!
غنچہ ہے کونسا جو زباں کھولتا نہیں

گاتے ہیں حمد کا تیرے سب گیت باغ میں
وہ کون جانور ہے جو نغمہ سرا نہیں؟

[1] قال اللہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض - اللہ آسمان و زمین کا نور ہے - یعنی تمام آسمان و زمین کی چیزیں اللہ ہی کے نور سے چمک رہی ہیں -

(۲) قل ھو اللہ احد - اللہ الصمد - وہ اللہ ذات و صفات میں ایک ہے - سب اُسی کی طرف دست نیاز پھیلائے ہیں - اور وہ سب سے بے نیاز ہے -

[3] وقال اللہ لا تتخذوا الٰہین اثنین - انما اللہ الٰہ واحد اور اللہ کا حکم ہے کہ دو معبود مت ٹھیراؤ - وہ اللہ تو ایک ہی معبود ہے -

[4] فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ والیہ ترجعون - پس پاک ذات ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر شئے کی بادشاہت ہے - اور تم سب کی رجوع اُسی کی طرف ہے - و ھو الخلاق العلیم اور وہی بڑا خالق اور جاننے والا ہے - بقیہ حاشیہ صفحہ ۴ پر

سله قوتیں جو ہیں نظر آتی ہیں مستعار

سب عارضی ہیں[۱] اصل تو تیرے سوا نہیں

تھامے ہوئے ہیں[۲] تو نے زمیں اور آسمان

تیرے سوا کوئی بھی انہیں تھامتا نہیں

دن[۳] کام کے لئے ہے۔ شب آرام کے لئے

تو ہے[۴] حکیم کام میں تیرے خطا نہیں

سله وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحھم اور کوئی شے نہیں مگر کہ اپنے رب کی خوبیاں بیان کررہی ہیں۔ مگر تم ان کا تسبیح پڑھنا سمجھتے نہیں۔

سله ایاک نعبد وایاک نستعین تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ القیوم ہر شے اللہ ہی کے سہارے سے قایم ہے۔ الیہ المصیر سب کی رجوع اُسی کی طرف ہے۔

(۲) ان اللہ یمسک السموٰت والارض ان تزولا۔ و لئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا۔ بے شک اللہ آسمان و زمین کو تھام رہا ہے اس سے کہ وہ زایل ہوجائیں۔ اور جو زایل ہو جائیں۔ تو اُس کے سوا انہیں کوئی تھامنے والا نہیں۔ یقیناً خدا حلم والا بخشنہار ہے۔

سله وجعل اللیل سکنا۔ اور خدا نے رات کو چین کا موجب بنایا۔ ومن آیاتہ منامکم باللیل والنھار وابتغاءکم من فضلہ اور اُسی کے نشان قدرت سے ہے۔ تمہارا رات کو سونا اور دن کو اُس کے فضل کی تلاش کرنا۔

سله ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ اے خدایا تو نے یہ سب کچھ فضول نہیں بنایا۔

شمس[1] و قمر ہیں تونے مسخر کئے ہوئے
کوئی بھی حکم سے تیرے باہر ذرا نہیں
پیدا[2] کیا ہوا کا سمندر زمیں کے گرد
مر جائیں دم میں ہووے جو اکدم ہوا نہیں
ہے[3] ذرہ ذرہ حکم میں تیرے لگا ہوا
وہ کون ہے جو کام میں تیرے لگا نہیں؟
پیدا[4] کئے ہیں تونے یہ گلہائے رنگ رنگ
آتا بیاں میں حسن تیرے باغ کا نہیں
مٹی[5] سے جلوہ گر ہوئیں پاکیزہ صورتیں
صنعت میں خالقا! کوئی ثانی تیرا نہیں

---

[1] سخر الشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ اس نے آسمان و زمین کو مسخر کیا اور ستارے اس کے حکم میں مسخر ہیں۔

[2] هو الذی ارسل الریاح - وہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے۔

[3] بیدہ ملکوت کل شیئ اسی کے ہاتھ میں ہر شے کا راج ہے۔ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا پتہ اس کے علم کے بدون نہیں گرتا۔

[4] الذی احسن کل شیئ خلقہ وہ اللہ جس نے جو چیز بنائی۔ خوبصورت بنائی۔ خلق فسوی بنائی پھر ٹھیک کی۔

[5] و بدء خلق الانسان من طین۔ انسان کو مٹی سے بنایا۔

[1] دریائے بے کراں ہے تیری حمد اے کریم
نہ ابتدا ہے اُس کی کہیں انتہا نہیں
[2] تیری ثنا کو کون بھلا کر سکے بیاں؟
ہرگز کسی کو طاقت حمد و ثنا نہیں
[3] ہر عیب سے سلام ہے قدوس تیری ذات
نقصاں کا دخل عیب کا ہونا روا نہیں
[4] ہے معرضِ زوال میں ہر شے جہان کی
ہرگز بقا کسی کو بھی تیرے سوا نہیں

---

[1] الحمد للہ رب العلمین سب خوبیاں خدائے رب العالمین ہی کے لئے ہیں۔
[2] رسول خدا فرماتے ہیں لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔
[3] هو اللہ الذی لا الہ الا هو عالم الغیب والشهادة ۔ هو الرحمن الرحیم ۔ هو اللہ الذی لا الہ الا هو ۔ الملک القدوس السلام المؤمن المهیمن العزیز الجبار المتکبر ۔ سبحان اللہ عما یشرکون ۰ هو اللہ الخالق الباری المصور له الاسماء الحسنی ۔ یسبح له ما فی السموات و الارض وهو العزیز الحکیم ۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں چھپی اور کھلی باتوں کا جاننے والا ۔ وہی رحمت عامہ اور خاصہ کا مالک ہے ۔ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ بادشاہ ۔ قدوس ۔ ہر عیب سے سلامت ۔ امن دینے والا ۔ نگہبان غالب ۔ زبردست ۔ بڑائی والا ۔ مشرکوں کے شرک لانے سے اُس کی ذات پاک ہے ۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا ۔ درست کرنے والا ۔ تصویر بنانے والا اُسی کے اچھے نام ہیں ۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے ۔ اُس کو پاک یاد کر رہا ہے ۔ اور وہی غالب حکمت والا ہے ۔ بقیہ بر صفحہ ۷

رحمت[2] کا ہے ظہور تیرے ہر مکان میں
رحمت نہ ہو تیری ۔ تو کسی کا پتا نہیں
ہر روز[3] دیکھتا ہے ہماری خطا ہزار
کرتا خیال اُن کا تو مولا ذرا نہیں
کرتا نہیں ہے رزق کبھی بند اے کریم!
گنتا ہمارا ایک بھی دم بن خطا نہیں
جلدی نہیں ہے کرتا کبھی انتقام میں
تجھ سا کوئی غفور[4] و حلیم اے خدا نہیں
دن[5] رات تجھ سے ہم کو ملیں نعمتیں ہزار
نعمت کو تیرے گن سکیں یہ حوصلہ نہیں
تو[6] دیکھ کر ہمارے بڑے سے بڑے گناہ
ہے پردہ پوش اور کبھی کھولتا نہیں

---

۱ کل شئی ھالک الا وجھہ ۔ اللہ کی ذات کے سوائے ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے ۔

(۲) ورحمتی وسعت کل شئی اور میری رحمت نے ہر شئے کو گھیر رکھا ہے ۔

۳ الرحمٰن بد و نیک سب کو یکساں عطا فرمانے والا ہے وھو خیر الرازقین اور وہ سب سے بہتر روزی رساں ہے ۔ ۴ واللہ غفور حلیم اور اللہ معاف کرنیوالا حلم والا ہے ولو یواخذ اللہ الناس بظلمہم ما ترک علیہا من دابۃ ولکن یؤخرھم الی اجل مسمی ۵ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ۔ اور جو خدا کی نعمتوں کو گننے لگو کبھی نہ گن سکو گے نہیں ۔

۶ الستار ۔ عیبوں کا چھپانے والا ۔

ماں[1] باپ سے بھی بڑھکے کہیں تو رحیم ہے
مولا! عنایتوں کی تیرے انتہا نہیں
دریائے[2] مغفرت تیرا آئے جو جوش میں
عاصی کو خوف روز جزا کا ذرا نہیں
تیری[3] مصیبتیں بھی ہیں بس عین راحتیں
بندے کو کچھ بھی اس میں شکایت کی جا نہیں
معشوق[4] کا ہے دکھ بھی سکھ عاشق کے واسطے
عاشق وہ کیا، کہ رنج میں جس کو مزا نہیں
جو دکھ بھی دے تو اُس میں سراسر ہے مصلحت
اصلاح حال کے لئے ہے کچھ بُرا نہیں۔
گر رنج دے تو صبر بھی دے اے مرے کریم
کافر ہے شکر جس نے کہ تیرا کیا نہیں

---

[1] رب العالمین - الرحمن الرحیم - دنیا کا رب ہے - بڑا مہربان نہایت رحم والا ۔

[2] لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا - خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ یقینًا اللہ سب گناہ بخش دے گا ۔

[3] وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون - اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدے - جبکہ انہیں کوئی مصیبت پہونچتی ہے - تو کہتے ہیں ہم اللہ کا مال ہیں اور اُسی کی طرف جانا ہے - [4] والذین آمنوا اشد حبا للہ اور مومن لوگ سب سے بڑھ کر خدا کے ساتھ پیار کرتے ہیں ۔

ہم مانگتے ہیں تجھ سے شب و روز یہ دعا
اس کے سوا ہماری کوئی التجا نہیں[1]

اپنے رسول کی ہمیں راہ پر چلائیو
گم ہوگیا جو راہ نبی پر چلا نہیں[2]

فیروزی ہم کو دونو جہاں میں نصیب ہو
فیروز کی دعا کوئی اس کے سوا نہیں

وہ کام ہم سے ہوں کہ کرے تو انہیں پسند
ایسا نہ کام ہو تیری جس میں رضا نہیں

محتاج ہم کو غیر کے در پر نہ کیجیو[3]
تیرے سوا تو کوئی بھی حاجت روا نہیں

سب مشکلیں تو فضل سے آساں کر اے خدا
مولا تیرے سوا کوئی مشکل کشا نہیں

---

[1] اھدنا الصراط المستقیم ۔ اے خدا ہم کو سیدھی راہ دکھا

[2] ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ۔ اے اللہ دنیا میں بھی ہمکو نیکی عطا فرما ۔ اور آخرت میں بھی نیکی ۔ اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا

[3] حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
وافوض امری الی اللہ اور میں اپنا کام اللہ ہی کے حوالہ کرتا ہوں بقیہ صفحہ ۱۰

دنیا کے فکر و غم سبھی دل سے میرے مٹا
دل میں رہے میرے کوئی تیرے سوا نہیں
تیری محبت اس کو سراسر نصیب ہو
فیروز کچھ جہان سے اور مانگتا نہیں
آمین

مناجات

یا ربّ[۲] تو راہ راست سے ہم کو ہٹا نہیں
عیسائی جس پہ چلتے ہیں وہ راہ دکھا نہیں
[۳] اولاد کس طرح ہو خداوند پاک کی
اس کی نظیر و مثل ہی جب دوسرا نہیں

۱؎ کاشف الضر تکلیفوں کو رفع کرنے والا

۲؎ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ہم کو راہ راست دکھا۔ اُن لوگوں کی راہ جن پر تیرا فضل ہوا۔ اُن کی نہیں جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور نہ گمراہوں کی۔ آمین

۳؎ لم یتخذ ولداً ولم یکن له شریک فی الملک نہ اس نے اولاد پکڑی ہے۔ اور نہ ملک میں اس کی شریک ہے۔ سبحانه هو الغنی۔ اس کی ذات پاک ہے۔ سب سے وہ بے پرواہ ہے۔

ہرگز نہیں شریک کوئی اُس کے ملک میں
کرسکتا کام خود وہ بھلا کونسا نہیں
دے سکتا ہے نجات وہ خود سب جہان کو
دخل[2] مسیح اس میں تو مطلق روا نہیں
[3] ہادی خدا ہے آپ مربیٔ جسم و روح
روح القدس کی اس میں ضرورت ذرا نہیں
فرزند و زن سے اُسکی منزہ ہے ذات پاک
[4] محتاج زن کا اور وہ اولاد کا نہیں ٭
[5] بیٹا کہاں ہو اُس کا کہاں اُسکا باپ ہو
ہمسری اُس کا جبکہ کوئی دوسرا نہیں

---

[1] فعال لما یرید۔ جو چاہے سو کر ڈالتا ہے [2] عیسائی حضرت مسیح کو نجات دینے والا دخیل فی النجات سمجھتے ہیں گویا خدا خود نجات نہیں دے سکتا تھا۔ جو اقنوم ثانی کی ضرورت پڑی نعوذ باللہ من ذالک [3] یھدی من یشاء جس کو چاہے ہدایت کرے۔ رب العالمین دنیا کا رب ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ روح القدس کا یہہ کام ہے کہ وہ لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف لے جاتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں تاثیر دین حقہ قایم رکھتی ہے۔
[4] انی یکون لہ ولد و لم یکن لہ صاحبۃ۔ اُس کے اولاد کیونکر ہو۔ اُس کی تو کوئی جورو ہی نہیں۔
[5] لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد۔ نہ اُس کے اولاد ہے۔ نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اُس کا تو کوئی ہمسر ہی نہیں۔

وہ[1] صمد ہے ذات احد لیس مثلہ
تثلیث و تثنیہ کا وہاں تو پتا نہیں
وہ[2] تین ہو کے ایک بھلا ہووے کس طرح
عیسائیو یہ عقل میں آتا ذرا نہیں
توریت میں[3] خدا نے ہے فرمایا صاف صاف
میرے حضور کوئی خدا دوسرا نہیں
قولِ[4] مسیح ؑ صاف ہے انجیل میں لکھا
فرمایا آپ نے۔ ذرا اس میں خطا نہیں

---

[1] اللہ الصمد۔ لیس کمثلہ شیئ۔ اللہ بے نیاز ہے اُس کی مانند کوئی شے نہیں۔
[2] توحید حقیقی و تثلیث حقیقی کا اجتماع محال ہے اور سراسر وہم و خیال ہے
(۳) میرے حضور تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہووے۔ تو اپنے لئے تراشی ہوئی مورت۔ یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر۔ یا نیچے زمین پر۔ یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ مت بنا۔ تو اُنہیں سجدہ نہ کر۔ نہ اُن کی بندگی کر۔ کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں (استثنا ۵ باب ۷۔ ۹)
[4] مسیح ؑ نے اُسے جواب دیا۔ کہ سب حکموں میں اول حکم یہ ہے۔ کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے۔ ایک ہی خدا ہے (مرقس ۱۲ باب ۲۹) اسی کے مطابق قرآن شریف میں ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی و ربکم۔ انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ۔ وماواہ النار۔ وما للظلمین من انصار ٥

وہ جو خدا ہمارا ہے۔ بس ایک ہے خدا

سُن اسرائیل۔ دوسرا اُس کے سوا نہیں

اللہ کو جب مسیح نے اپنا خدا کہا

عیسیٰ کو کہتے کس لئے عبدِ خدا نہیں

تو حید[۱] ہی ہے جب کہ ہمیشہ کی زندگی

قولِ مسیح مانتے کیوں پھر بھلا نہیں

کہتے[۲] ہو تم خدا بھی اُسے اور بشر بھی واہ

محتاج بھی ہو اور غنی یہ ہوا نہیں

حضرت[۳] مسیح نکلے ہیں جب ماں کے پیٹ سے

جز خون حیض اُن کی رہی کچھ غذا نہیں

اور[۴] زندگی تھی انکی سدا اکل و شرب پر

بول و براز تک سے رہے جب جدا نہیں

---

[۱] اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے۔ کہ وہ تجھکو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تونے بھیجا ہے۔ جانیں۔

[۲] قالوا اتخذ واﷲ ولداً سبحانہ۔ ھوالغنی۔ لہ ما فی السموات والارض
وہ بولے خدا نے اولاد پکڑ لی ہے۔ اس کی ذات تو ان باتوں سے پاک ہے۔ وہ غنی ہے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے۔

[۳] دیکھو لوقا کا پہلا باب۔

[۴] متی ۱۱ باب ۱۹ (متی ۱۱ باب ۱۹)

پتھر پڑیں تمہاری سمجھ اور عقل پر
اُس کو خدا کہو۔ ذرا خوفِ خدا نہیں

بیٹا[1] خدا کا کہتے ہو جب تم مسیح کو
مریم کو کیا کہو گے تمہیں کچھ حیا نہیں

پیدا[2] ہوا تھا باپ سے بیٹا عجب ہے یہ
پوتے سے پھر ہو بیٹا کبھی یہ ہوا نہیں

قول[3] مسیح جب کہ ہے انجیل میں یہ صاف
دنیا میں نیک کوئی بھی غیر از خدا نہیں

ابنِ خدا مسیح کو کہتے ہو۔ اس پہ ہائے
جادو کسی نے تم پہ تو آخر کیا نہیں

---

[1] عیسائیوں میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے۔ جو حضرت مریم کو بھی خدا اور خدا کی جورو قرار دیتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ [2] عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ باپ سے بیٹا متولد ہوا اور بیٹے سے روح القدس نکلی۔ پھر تعجب تر یہ کہ جب مسیح کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی۔ تو ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی (متی ۱ باب ۱۸) کیونکہ جو اُس کے رحم میں ہے۔ سو روح القدس سے ہے (متی ۱ باب ۲۰)

[3] انجیل متی ۱۹ باب ۱۷ وغیرہ میں مسیح اپنے نیک ہونے سے انکار کرتے اور صاف فرماتے ہیں۔ کہ کوئی نیک نہیں۔ مگر ایک یعنی خدا۔

بیٹے[۱] خدا کے جب ہیں ہزاروں کتاب میں
ترجیح پھر مسیح کو دینا روا نہیں

تو بیکر[۲] مسیح حق کا پسر یا کہ ہو خدا
کہلاتے جب الٰہ - خدا انبیا نہیں

بیٹے[۳] اختیار میں نہ مسیحا کے جب نجات
کہتے ہو پھر خدا - کرو ایسا جفا نہیں

حضرت[۴] مسیح سوتے تھے اور خالق جہاں
قیوم اور حی ہے سوتا خدا نہیں[۵]

غمگین[۶] اور ملال بھی ہوتے مسیح تھے
اور جو خدا ہے وہ کبھی غمگیں ہوا نہیں

حضرت مسیح عجز سے تھے مانگتے دعا
جو خود خدا ہو - وہ تو دعا مانگتا نہیں

---

۱ تواریخ ۲۲ باب ۱۰ استثنا ۱۴ باب ۱ یوحنا ۲ باب ۱۲ وغیرہ -
۲ ۸۲ زبور ۶ و یوحنا ۱۰ باب ۳۴ میں ہے - میں نے کہا تم سب خدا ہو -
۳ زبدی کے بیٹوں کی بابت حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ میرے داہنے اور بائیں طرف
بیٹھنا میرے اختیار میں نہیں (متی ۲۰ باب ۲۰ - ۲۳)
۴ متی ۸ باب ۲۴ و مرقس ۴ باب ۳۸)
[illegible] غمگین اور نہایت دلگیر ہونے لگا (متی ۲۶ باب ۳۶)

آئی نظر صلیب۔ تو کہنے لگے وہیں
ابا! پیالہ مجھ سے یہہ تو ٹلتا نہیں[۱]
خواہش مسیح کی تھی بہت یہہ بلا ٹلے
افسوس موت کا وہ پیالہ ٹلا نہیں
کھینچا اُنہیں صلیب پہ آخر یہود نے
حال اُن کا وہ ہوا کہ کسی کا ہوا نہیں
کہتے ہو اس مسیح کو۔ ابن خدا ہے وہ
جو موت کے بھی ہاتھ سے آخر بچا نہیں
اللہ کی ذات پاک ہے ہر عیب و نقص سے
ہرگز صلیب پر اُسے چڑھنا روا نہیں
[۳]ٹھٹھے اُڑے مسیح پہ کیا حق کی یہہ ہے شان
دنیا کو یوں ہنسائے خدا مسخرا نہیں

---

[۱] وہ تھوڑا آگے جا کے زمین پر گرا اور دعا مانگی کہ اگر ہو سکے۔ تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے اور کہا اے ابا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے اس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے لیکن نہ وہ جو میں چاہتا ہوں۔ بلکہ جو تو چاہتا ہے (انجیل مرقس ۱۴ باب ۳۵) [۲] اور یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی (متی ۲۷ باب ۵۰، مرقس ۱۵ باب ۳۷) [۳] صلیب کے وقت مسیح کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا اور ایک کنڈا اُس کے ہاتھ میں دیا گیا اور اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اُس پر ٹھٹھا مار کر کہا گیا اے یہودیوں کے بادشاہ سلام (متی ۲۷ باب ۲۹) رسولوں (لوقا ۲۳ باب ۳۶) لوقا ۲۳ باب ۱۱ (متی ۲۶ باب ۶۷) لوقا ۱۶ باب ۱۴ وغیرہ۔ تم دغا نہ کھاؤ۔ خدا ٹھٹھوں میں نہیں اڑایا جاتا (گلتی ۶ باب ۷)

شیطاں سے آزمائے گئے حضرتِ مسیح
اور آزمایا جاتا بدی سے خدا نہیں

حضرتِ مسیح کو نہ قیامت کی تھی خبر
دامن چھوا کسی نے تو ان کو پتا نہیں

انجیر کے درخت کو دیکھا جو دور سے
یہ بھی خبر نہ تھی وہاں پھل ہے کہ یا نہیں

کہتے ہو اس پہ تم کہ خدا ہے وہی مسیح
ناجی ہمارا کوئی بھی اس کے سوا نہیں

جیسا ہو تمہارے عقیدے ہیں ایسے کیوں
پردہ اگر تمہاری خرد پر پڑا نہیں

---

(۱) متی ۴ باب میں ہے۔ حضرت ۴۰ دن تک شیطان سے آزمائے گئے۔ یہ ان کی الوہیت کے ابطال کی قطعی دلیل ہے۔ کیونکہ خدا بدیوں سے نہ آپ آزمایا جاتا اور نہ کسی کو آزماتا ہے (یعقوب ۱ باب ۱۳)

(۲) اس دن اور اس گھڑی کی بابت نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا (مرقس ۱۳ باب ۳۲)

(۳) مرقس ۵ باب ۳۰ (لوقا ۸ باب ۴۵) میں ہے کہ آپ نے اس بھیڑ کی طرف متوجہ ہو کے کہا کہ میرے دامن کو کس نے چھوا۔

(۴) دور سے ایک انجیر کا درخت پتوں سے بھرا ہوا دیکھ کے وہ گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے جب وہ اس پاس گیا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا (مرقس ۱۱ باب ۱۳)

فیروز[1] کی دعا ہے بصد عجز اے خدا
سنتا تیرے سوا کوئی ہرگز دعا نہیں

عیسائیوں کو راہ ہدایت دکھا دکھا
ہادی کوئی جہان میں تیرے سوا نہیں

سارے[2] جہاں کو کر اسے محمد کا خاک پا
خاک اُس کے سر پہ خاک جو اُس کی بنا نہیں

نعت

توریت[3] میں وصف تیرے مذکور ہوئے
اوصاف سب انجیل میں مسطور ہوئے

ہے مدح سے پُر تیری زبور داؤد
گا گا کے وہ تیرے گیت مسرور ہوئے

---

[1] ان ربی لسمیع الدعاء ۔ یقیناً میرا رب دعا سنتا ہے ۔

[2] محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است ۔ کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

[3] دیکھو یسعیاہ کا ۴۲ باب ۹–۱۲ یسعیاہ ۵۲ باب ۱۳ پیدائش باب ۱۲ ۱۰– استثنا ۱۸ باب یوحنا ۱۴ باب ۱۵–۲۹ وغیرہ

خورشید[1] ہدایت ہے تیرا وہ روشن
سب اہل جہاں ضیا رسے پُر نور ہوئے
اوصاف کمال تیرے اللہ اللہ!
دشمن بھی تیری تعریف میں مجبور ہوئے
تو[3] رحمت عالم ہے تیرا خلق عظیم
قرآں میں یہ تیرے وصف مذکور ہوئے
دیوار[4] نبوت ہوئی کامل تجھ سے +
اُجڑے ہوئے قصر تجھ سے معمور ہوئے
تم آئینہ[5] جمال اللہ و جمیل ....
مظہر ہو۔ صفات حق کے مفطور ہوئے

---

[1] اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو سراج منیر و نور مبین فرمایا ہے [2] چنانچہ اسی کتاب سے ظاہر ہے ×
[3] قال اللہ تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور ہے تو تجھے دنیا کے لئے رحمت بھیجا ہے
وانک لعلی خلق عظیم - اور یقیناً تو خلق عظیم پر ہے
[4] یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں نہیں پڑھا - کہ جس پتھر کو راج گروں نے ناپسند کیا - وہی کونے کا سرا ہوا - یہ خداوند کی طرف سے ہے - اور ہماری نظروں میں عجیب - اس لئے میں کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی - اور ایک قوم کو جو اس کے میوے لاوے دیدی جائے گی (متی ٢١ باب ٤٢ - ٤٣) ایسا ہی ہمارے رسول نے فرمایا ہے کہ میری اور انبیا کی مثال ایک عمارت کی سی ہے جس میں ایک پتھر کی جگہ باقی تھی جو میرے آنے سے پوری ہو گئی - [5] ثم دنیٰ فتدلّیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ پھر قریب ہوا - پھر آگے سرکا - پھر دو کمان کا یا اس سے بھی کمتر فاصلہ رہ گیا ×

لولاک[۱] لما خلقت الافلاک - کہا
واللہ خدا کے ایسے منظور ہوئے

کونین کی سلطنت تیرے زیر نگیں
منشور[۲] تیرے جہاں میں منشور ہوئے

اعدا تیرے رتبہ سے ہیں غافل افسوس!
کیونکر نہ ہوں آنکھوں سے جو معذور ہوئے

جب[۳] شمع ہدایت تیری چمکی آکر
کفار سب ایک دم میں کافور ہوئے

نقارہ توحید بجا عالم میں
پیرو ہیں تیرے حنیف[۴] مشہور ہوئے

جن سے کہ پیا ہے جامِ وحدت تجھ سے
مخمور وہ ینفخ[۵] فی الصور ہوئے

آئے ہیں تیرے جو سایہ رحمت میں
مرحوم ہوئے وہ اور مغفور ہوئے

۱؎ اگر تو نہ ہوتا - تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ تمام دنیا نورِ محمدی کا ظہور اور حقیقتِ احمدی کا انکشاف ہے۔
۲؎ منشور - فرمان - بکھرا ہوا - پھیلا ہوا - ۳؎ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون - اور خدا تو اپنا نور کامل ہی کر کے رہتا ہے - گو منکر برا مانیں - ۴؎ حنیف - یکرنگ - خدا کا سچا اور خالص پرستار ۵؎ ینفخ فی الصور اس وقت تک کہ بگل پھونکا جائے - یعنی قیامت تک -

مقبول ہوئے جو تیرے منظور ہوئے
مقہور ہوئے جو تجھ سے مہجور ہوئے
بھاگے تجھ سے جو رحمت عالمیاں
رحمت سے خدا کی بے گماں دور ہوئے
اونچے ہوئے[۱] جھک گئے جو شاہان زماں
انجام کو خود جھکے جو مغرور ہوئے
ڈھونڈا نہ علاج جن نے تجھ سے آکر
بچنے کے نہیں وہ ایسے رنجور ہوئے[۲]
دین تیرا وہ پتھر ہے[۳] کہ جس سے آکر
ٹکرائے ہیں جتنے سب کے سب چور ہوئے
اور جن پہ گرا جا کے انہیں پیس دیا
اڑ کر مثل ہبا منثور ہوئے

۱ جن بادشاہوں نے آنحضرت ﷺ کی دعوت مان لی۔ سرافراختہ ہوگئے۔ اور جنہوں نے دعوت نہیں مانی۔ طوعاً و کرہاً ان کو جھکنا پڑا۔ قیصر و کسریٰ کی اتنی بڑی بڑی سلطنتیں نیست و نابود ہو گئیں۔ قال رسول اللہ صلعم اذا ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ و اذا ہلک قیصر فلا قیصر بعدہ۔ جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو پھر کوئی اور کسریٰ نہ ہوگا۔ جب قیصر ہلاک ہوگا تو پھر اور کوئی قیصر جانشین نہ ہوگا۔

۲ و یشف صدور قوم مومنین۔ اور جو مومنوں کے دلوں کو شفا بخشتا ہے۔

(۳) انجیل متی ۲۱ باب ۴۴ میں ہے۔ جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا۔ اور جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالے گا۔

ناسخ ہوئے سب جو تجھ سے مضموم ہوئے[1]
ساکن ہوئے تجھ سے وہ مکسور ہوئے
بانی جس جس نے دین حق کی دعوت
وہ مستحق جزائے موفور ہوئے
فیروز ہیں دنیا میں غلامانِ نبیؐ
عقبےٰ میں مظفر اور منصور ہوئے

نعت

کس منہ سے بیاں ہو شانِ عظمت تیری
افلاک سے ہے بلند رفعت تیری[2]

[1] ناسخ نسخ کرنے والا۔ مضموم ملا ہوا۔ ساکن ٹھیر رہنے والا۔ مکسور۔ شکستہ۔ مغلوب۔ مطلب یہ کہ جو تجھ سے ملے ہیں۔ اُنہوں نے نقصان کا بیان حاصل کیں۔ اور جو تجھ سے علیحدہ پیچھے رہے۔ وہ مغلوب ہوئے۔ اور خوبی اس شعر میں ناسخ۔ مضموم۔ ساکن۔ مکسور الفاظ کی ہے کہ حرکات کا ذکر بطور صنعت مراعات النظیر آگیا ہے۔

[2] معراج کی رات آنحضرتؐ آسمانوں سے بلند تر پرواز کر گئے۔

ہیں[1] یوں تو سب انبیا شریعت والے

اکمل ہے مگر سب سے شریعت تیری

ہر ایک[2] نبی میں تھے جو اخلاق الگ

جامع ہے سب اوصاف کو سیرت تیری

کیونکر نہ معطّر ہو گلستان جہاں

بکھری ہوئی ہے چمن میں نکہت تیری

کس[3] قدر کے لایق تھا بیابان عرب

سرسبز ہوا ہوئی جو بعثت تیری

جبریل[4] فرشتے کو بھی پیچھے چھوڑا

اللہ رے یہ عروج و رفعت تیری

ایذا[5] اعدا سے اور تیرے منہ سے دُعا

اللہ رے کیا ہے شان رحمت تیری

---

[1] الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کیا۔ اور میں نے اپنی نعمت پوری کی اور اسلام کو تمہارا دین پسند کیا۔

[2] حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ✦ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ۔ وانک لعلی خلق عظیم ✦

[3] یحیی الارض بعد موتہا ۔ خدا ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے ۔

[4] حضرت جبریل کا مقولہ ہے ۔ اگر یکسر موئے برتر پرم ✦ فروغ تجلی بسوزد پرم ✦

[5] رسول خدا جب کفار سے ایذا پاتے ۔ تو فرماتے ۔ اللہم اھد قومی فانہم لا یعلمون ۔ خدایا میری قوم کو ہدایت کر کیونکہ وہ جانتے نہیں ✦

دُکھ پا کے بھلا بروں کا تو نے چاہا
تعریف کے قابل ہے یہ ہمت تیری
بنیاد[1] اڑائی شرک کی عالم سے
توحید میں یکتا ہوئی امت تیری
بڑھ کر[2] ہے تو حسن میں بنی آدم سے
داؤد یہ دیتے ہیں بشارت تیری
حسن[3] یوسف وہیں زلیخا بھولے
دیکھے جو صباحت و ملاحت تیری
کیونکر نہ عجم کا ہو یہاں ناطقہ بند
چکرائے عرب کو جب فصاحت تیری

[1] واتبعت ملۃ ابراہیم حنیفا میں ابراہیم حنیف کی بات کی پیروی کرتا ہوں۔ ھو سماکم المسلمین۔ اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

[2] حضرت داؤد زبور ۴۵ میں فرماتے ہیں۔ تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ ما رأیت شیئا احسن من رسول اللہ میں نے رسول خدا سے بڑھ کر کوئی شے خوبصورت نہیں دیکھا۔

[3] فلو سمعوا فی اوصاف خدہ لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد ۔

[4] رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم۔ افصح العرب تھے۔ قرآن شریف کی ایک چھوٹی سی سورت کے برابر کوئی شخص نہ لا سکا۔ وہ نہ قیامت تک لا سکتا ۔

آئے گا نبی میرے مثال احمد
[illegible] دیتے ہیں یہ بشارت تیری

آکر ظاہر کرے گا نبی فارقلیط[2]
[illegible] دیتے ہیں یہ شہادت تیری

[illegible] سے مسیح کو بچایا تو نے
[illegible] کے نہ عیسیٰ یہ حمایت تیری

تہمت سے کیا ہے تو نے مریم کو بری
بھولے ہیں نصاریٰ یہ عنایت تیری

---

[1] [illegible] باب [illegible] ہے۔ [illegible] ان کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا [illegible] کروں گا۔ انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ [illegible] کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ وما ینطق عن الهویٰ ان هو الا وحی یوحیٰ الخ

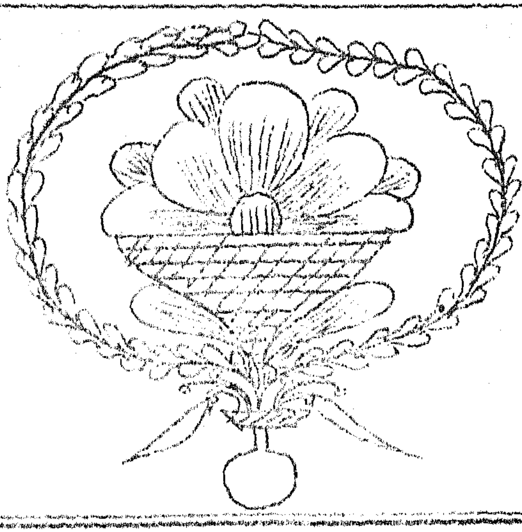
[2] لوقا ۱۴ باب ۱۶ [illegible] میں اپنے باپ کی درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا (فارقلیط) بخشے گا۔ کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے (یعنی اس کا دین) لیکن جب وہ روح حق آئیگی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی۔ لیکن جو کچھ وہ سنے گی۔ سو کہے گی۔ (لوقا ۱۶ باب ۱۳) [3] وہ میری بزرگی کرے گی (لوقا ۱۶ باب ۱۴) وجیها فی الدنیا والاخرة ومن المقربین حضرت عیسیٰ دنیا و آخرت میں معزز اور مقرب آدمی ہیں۔

[4] وامه صدیقة اور اُس کی ماں بڑی راستباز تھی۔

[1] جتنے گذرے ہیں پیشتر پیغمبر
ظاہر کرتے رہے صداقت تیری
[2] ممکن ہی نہیں ہے نعت احمد فیروز
کتنی ہو فصاحت و بلاغت تیری

---

[1] ساری بائیبل آں حضرت ؐ کی تعریف سے بھری ہی ہے ۔
[2] بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ۔



دیباچہ

حمد خدا اور نعت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کمترین محمد فیروز الدین بن قاضی امام الدین صاحب مرحوم ڈسکوی - مدرس ایم - بی - ہائی سکول سیالکوٹ - خدمت میں برادران اسلام و خیر خواہان اسلام کے گذارش کرتا ہے - کہ انہی ایام میں میرے چند مخلصوں اور سچے دوستوں نے جن کے دل میں اسلام کی سچی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے - اور جن کے سینے نور اسلام سے منور - اور عطر عرفان سے معطر ہیں - کمال اصرار سے اس خاکسار کو یوں ارشاد فرمایا - کہ جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کا احوال مبارک ولادت سے وفات تک بہ تفصیل ۔ اس طرح تحریر کرو - کہ جس سے جھوٹے بہتانات و افترایات جو معاندین و متعصبین علمائے مسیحی اور پادری آپ پر لگاتے ہیں - اُنہیں کے ذی ہوش علمائے نصاریٰ کے اقوال سے رد ہو جائیں - اور اُنہیں کا قول اُن پر حجت ہو جائے - اور سب کو معلوم ہو جائے کہ

جس قدر جھوٹے بہتانات اور واہی اعتراضات اسلام اور
بانی اسلام کی نسبت یہ بازاری پادری قائم کرتے ہیں۔
اور خدا سے نہ ڈر کر عوام کالانعام کو بہکاتے اور دام فریب
میں پھنساتے ہیں۔ وہ کس قدر بیجا اور [illegible]
گرے ہوئے ہیں؟ اور کیا وقعت رکھتے ہیں۔ کہ خود اسلام
کے علماء اُن کو نہایت درجہ کا ذلیل اور ناکارہ اور لغو و ہیچ
سمجھکر اُن کی تردید فرماتے اور ملزم ٹھیراتے ہیں۔ اور ناکردہ
گناہ اسلام پر سے ان واہی بہتانوں کے دھبے مٹاتے ہیں۔
اور ساری دنیا پر اسلامی صداقتوں کا آفتاب چمکاتے
ہیں ؞

اس عاجز کی کیا بساط تھی۔ کہ اس قسم کی کتاب کی تالیف
کے واسطے دم بھرتا؟ اور اس خاکسار میں کیا طاقت تھی
کہ اس طرز کی "تاریخ نبوی کی ترتیب و تہذیب" میں وقت
صرف کرتا۔ لیکن ایسے پیارے احباب کے غیرت دینی و
حمایت دین و ایمان نے میرا بھی دل گرما دیا۔ اور ان
کی دلکش اور پرجوش اور ایمان والی تقریرات نے میرے
قلب پر عجیب اثر کیا۔ کہ اپنے اوپر سخت محنت گوارا کرکے

(اگرچہ دہی کام ہیں مجھے تکلیف بھی راحت معلوم ہوتی ہے) تھوڑے ہی عرصہ میں یہ کتاب اُن کے حسب منشا تیار کر دی ہ

واضح ہو کہ

اس کتاب میں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قریباً کل حال ترتیب وار۔ مفصل۔ معتبر علمائے نصارا کے اقوال۔ انتخاب کر کے مرتب کیا گیا ہے۔ اور جو جو اعتراض۔ آن حضرت ؐ کی سوانح عمری پر عیسائی لوگ کرتے ہیں۔ اُن کا جواب اُنہیں کے علماء سے دلایا گیا[1] ہے۔ اور دروغ گو کو اس کے گھر تک پہونچایا گیا ہے۔ ہاں بعض بعض جگہہ اپنی طرف سے بھی اقوال کی تائید اور بطور ضمیمہ یا حاشیہ جوابات کی توضیح و تفصیل کی گئی ہے۔ مگر امتیاز ہو گیا ہے۔ اور بے حوالہ یا بدون سند۔

---

[1] تواریخ محمدی پادری عماد الدین صاحب سے بھی اکثر بعینہ عبارت منقول ہوئی ہے صرف کہیں ادنے تغیر ہے۔ تصحیح الفاظ کتب مخالفین سے جو عبارت نقل کی گئی ہیں۔ اگر ان میں کوئی بات خلاف اسلام نظر آئے۔ تو اس میں مؤلف معذور ہے۔ وہ مؤلف کا عندیہ اور مسلمہ امر نہ سمجھیں۔ مؤلف نے ساری عبارت سے ایک آدھ ایسا فقرہ نکال دینا مناسب نہیں سمجھا ہ

کسی کا قول نقل نہیں کیا - میرے خیال میں یقیناً جو عیسائی سچے دل سے انصاف کی عینک آنکھوں پہ لگا کر اس کتاب کو پڑھے گا بلا شبہ سب مشکوک و اوہام اُس کے دل سے اُٹھ جائیں گے - اور کوئی اعتراض اسلام کی نسبت اُس کے دل میں مطلقاً نہ رہے گا - اس واسطے کہ سب بڑے بڑے اعتراضات کا جواب اس میں بہ تفصیل اُنہیں کے علماء کی زبان سے دلایا گیا ہے - اور اُنہی کے عالموں نے ان اعتراضات کو پوچ اور بے اصل سمجھکر خود ان کا بطلان با دلایل اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے سه

والفضل ما شہدت به الاعداء

اس کتاب کا آخری حصہ جس میں صرف اسلام کی فضیلتیں اور عظمتیں - اُن کے علوم اور کارستانیاں - اُس کے بانی کے افعال اور جانفشانیاں - اسلام کی صداقتیں اور اُس کی تعلیمات وحدانیت اور دفع توہمات - مستند اور منصف علماء نصاریٰ کے اقوال کے بموجب درج کئے گئے ہیں - دیکھنے اور غور کرنے کے قابل ہے اور چونکہ مخالفین اور معاندین کا اسلام کی نسبت ایسا لکھنا اور

اس قسم کی شہادت دینا۔ اسلام کی کمال عظمت اور اُس
کی اعلےٰ فضیلت پر ثبوت بیّن ہے۔ اس لئے اس کتاب
کا نام (فضائل اسلام فی ذکر خیر الانام المعروف بہ
سیرت النبی یا تاریخ نبوی) رکھا گیا۔ راقم کو کسی طرح
کا فخر نہیں۔ کہ یہ کتاب اُس کی تالیف ہے۔ بلکہ جس قسم کے
اس میں مضمون ہیں۔ اور جس بنا پر یہ تیار کی گئی ہے۔
اس سے خود ظاہر ہے۔ کہ یہ غیر مصنفین کی عبارات اور
اُن کے اقوال کا مرتب مجموعہ ہے۔ ہاں تیرے پاس کیا ہے
جو تو نے دوسرے سے نہیں پایا (اول قرنتیاں ۴ باب ۷)
اس کتاب میں خاصکر پادری عماد الدین[1] صاحب کی کتاب
تواریخ محمدی کا جواب دینا اور اُن کے اقوال اور

[1] مخفی نہ رہے کہ کتاب روضۃ الاحباب جو تواریخ محمدی پادری عماد الدین
صاحب کا ماخذ ہے۔ کوئی اتنی بڑی معتبر کتاب نہیں ہے۔ اور نہ صرف روضۃ الاحباب
بلکہ جس قدر مشہور فارسی کی بلکہ بعض عربی کی بھی بعض تاریخیں ہیں۔ سب کی سب
استناد کے قابل نہیں۔ اور ان کتابوں کی سچی روایات و اخبار صحیح و تنقید کی
[illegible] نہیں ہیں۔ بلکہ کئی جگہ صرف عام معتقدانہ بیان ہے۔ ان تاریخوں
کو [illegible] محققین مستند نہیں سمجھتے۔ دیکھو تاریخ نبوی [illegible]

خیالات کی درستی اور تصحیح ملحوظ اور مدنظر اور اصلی غرض ہے۔ اور حق الامر کا عرض کر دینا اور سچے دل سے اپنے عزیز عیسائی بھائیوں کی خیرخواہی اور ہمدردی۔ خاص نیت۔ خدا میری اس محنت کا پھل لائے۔ اور گمراہوں کو راہ راست دکھلائے۔ آمین۔ اللھم آمین۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ انّما الاعمال بالنیّات ؛

اعتماد ہو سکتی ہے جنکی روایات کو مصنف نے احادیث صحیحہ سے اخراج کرکے درج کیا ہو۔ یا محدثین نے پرکھ لیا ہو۔ رسول خداؐ کی لائف کا سچا ماخذ قرآن و حدیث ہے۔ اسلئے ہر امر جسپر مخالفین نے اعتراض کیا ہو قرآن اور احادیث صحیحہ کی کسوٹی پر پرکھ لینا چاہئے۔ اور اُس کے بعد جواب دینے کی کوشش کرنا چاہئے۔ عیسائیوں کو بھی مناسب ہے کہ وہ ماخذ (قرآن و حدیث) پر جو چاہیں اعتراض کریں۔ بے سوچے سمجھے ہر ایک رطب و یابس تاریخ یا تفسیر کی بات پر معترض نہوں۔ کہ اعتراض مسلمات پر قابل التفات ہوتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ قرآن و حدیث پر کوئی بھی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ؛

مقدمہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حالات بابرکات کے لکھنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف کا کلام الہی ہونا اور احادیث کا مستند ہونا اچھی طرح پر ثابت کیا جائے۔ جو رسول خدا صلعم کی لائیف کے ماخذ ہیں اُس کے بعد آنحضرت صلعم کی مقدس زندگی کے حالات بہ تفصیل بیان کئے جائیں گے ۔

قران شریف کے کلام الہی ہونے کا ثبوت

(دفعہ ۱) فرمایا ہے اللہ جل شانہٗ نے :-

وان کنتم فی ریب مما	اور اگر تمکو اُس کلام (قرآن)
نزلنا علی عبدنا فاتوا	میں جو ہم نے اپنے بندے
بسورۃ من مثلہ وادعوا	(محمدؐ) پر نازل کیا ہے کچھ

شهداءكم من دون الله ان كنتم صادقين ۝ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين ۝ سورة بقر ع ۳ ۔

شبہ ہے۔ تو تم بھی ویسے انسان ہو۔ ایک ہی سورت ویسی بنا کر لاؤ۔ اور اللہ کے سوائے تمہارے جتنے حمایتی موجود ہیں۔ سب کو مدد کے لئے بلا لاؤ۔ اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو (۱) سو اگر نہ بنا سکو۔ اور حالانکہ تم ہرگز کبھی بنا بھی نہیں سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو۔ جس کا ایندھن آدمی (بت پرست) اور پتھر (بت) ہیں۔ منکروں کے لئے تیار ہے ۔

پھر اللہ تعالے فرماتا ہے :۔

وما كان هذا القرآن ان يفترى من دون الله ام يقولون افتراه قل فاتوا بسورة من مثله وادعوا من استطعتم من دون الله

اور یہ قران کچھ ایسا نہیں ہے۔ جسے اللہ کے سوائے کوئی اور بنائے۔ کیا کہتے ہیں کہ وہ خود بنا لایا ہے۔ تو کہہ پس تم بھی ایک سورت

ان کنتم صادقین (یونس)

ویسی بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوائے تمہارے جتنے حمایتی ہیں اُن کو مدد کے لیئے بلا لاؤ۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

پھر فرماتا ہے :۔

ام یقولون افتراہ۔ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صدقین۝ فالم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ وان لا الہ الا ھو فھل انتم مسلمون۔ ھود

کیا وہ کہتے ہیں کہ محمدؐ آپ بنا لایا۔ تو کہہ۔ تو تم دس ہی سورتیں ویسی بنا کر لے آؤ۔ اور جس کو چاہتے ہو۔ اللہ کے سوا مدد کو بلا لاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔ (۱) پھر اگر تمہاری بات نہ مانیں۔ تو جان لو کہ صرف اللہ کے علم سے نازل ہوا ہے۔ اور یہ کہ اُس ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں سو کیا سر تسلیم جھکاؤ گے؟ (۲)

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ۰ (بنی اسرائیل)

تو کہدے - اگر انسان اور جن اسبات پر متفق ہو جائیں - کہ ایسا قرآن لے آئیں تو کبھی نہیں لا سکیں گے - اور گو وے سب ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہی ہو جائیں ۷

اور اسی طرح کا مضمون کئی ایک اور سورتوں میں بھی ہے

لہ اس قسم کا دعوی اس زور و شور سے دلی صداقت اور قلبی اطمینان کے ساتھ ایسی فصاحت و بلاغت کے زمانہ میں اور ایسے وقت میں جب کہ ایک ایک فرد بشر آنحضرت صلعم کا تشنہ خون اور جانی دشمن بن رہا تہا - کسی عام عقل والے آدمی کے نزدیک بہی افترا اور بطلان پر محمول نہیں ہو سکتا - اور بجز تائید الہی کے کبھی ایسا دعوے ممکن ہی نہیں - پھر یہ کہ کفار کے ساتھ جہاد و قتال کی نوبت پہونچی - غیرت مندوں نے جانیں گنوائیں - اگر معارضہ کا امکان ہوتا - اور کر دکھلاتے تو اور چاہئے ہی کیا تہا - پس سلب امکان تعارض ہے دلیل کافی حد کو منقش ہے اس آئیں کا جلیل کا ذی ۷

تمہید

مخفی نہ رہے کہ جب کفار عرب جناب سرور کائنات
خلاصہ موجودات احمد مجتبےٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کو شب و روز تنگ کرنے لگے۔ اور دن رات اطفا سے نور
محمدی کی فکر میں ہوئے۔ اور آپ کی تکذیب اور ابطال
میں ہر طرح ساعی اور کوشاں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ
آیات نازل فرمائیں یعنی اپنے حبیب پاک جناب رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے محمدؐ یہ جو تیری
تکذیب کرتے ہیں اور نور محمدی کے اطفا میں ساعی ہیں تو
ان سے کہدے کہ اگر تم میری نبوت اور اس قرآن کے
الہامی اور منجانب اللہ ہونے میں شک کرتے ہو تو تم بھی
بڑے فصیح و بلیغ ہو۔ اور تمہیں ہر طرح فصاحت و بلاغت کا
دعویٰ ہے اس کی مثل ایک سورۂ اقصر مثل إنا أعطيناك
الكوثر ہی بنا لاؤ۔ میں امّی ہی رہا۔ نہ کبھی تعلیم پائی۔ نہ
کبھی ہاتھ میں قلم پکڑا۔ نہ کسی استاد کی صحبت میں بیٹھا

ہوں نہ کبھی اس قسم کا خیال تم نے مجھ سے سنا۔ ایک اُمّی
اور ان پڑھ آدمی ہوں اور تم نے مدتوں تک علم ادب کی
کتابیں پڑھیں فصاحت و بلاغت کے قاعدے سیکھے۔
اُستادوں کی صحبتیں اُٹھائیں۔ مشقیں کیں۔ اصلاحیں لیں اور
اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑے نازاں ہو تم جو کہتے ہو
کہ میں خود بنا لایا ہوں تو تم بھی مجھی جیسے بندے ہو کچھ
ہی اس کی مثل بنا لاؤ۔ سچے بن جاؤ۔ مجھے دعویٰ نبوت
میں جھوٹا ٹھیرا دو۔ پس اگر نہ بنا سکو اور حالانکہ کبھی بنا بھی
نہ سکو گے تو خدا سے ڈر کر ایمان لاؤ۔ میری نبوت کی تصدیق
کرو۔ قرآن کو وحی الہی مانو اصرار نہ کرو۔

پھر یہ کہ اگر جن و انسان بھی ملکر ایسا بنانا چاہیں تو بھی ہرگز
نہ بنا سکیں گے۔ جس کو خدا نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ
بھی اس آیت کو دیکھکر اگر بنظر تامل غور کرے تو اُسکو کچھ
شک نہ رہے گا۔ کہ ایک اُمّی۔ یتیم۔ بے کس۔ بیزور۔ بے بازو
جس کا سارا عرب مخالف اور چار گروہ یہود۔ نصاریٰ
مشرکین اور منافقین، خونخوار اور جانی دشمن اور دعویٰ دعوے
نبوت اور زمانہ وہ جس میں فصاحت و بلاغت کا زور شور

بھلا بے تائید الٰہی کوئی کبھی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے۔ حاشا
ثم حاشا کوئی عقلمند اس امر کو باور نہیں کر سکتا۔ انسان
کو تو ایک ادنےٰ سا دعویٰ ماہرین و کاملین کے سامنے کرتے
ہوئے شرم آتی ہے۔ اور آں حضرت نے اتنا بڑا دعوے
جسپر تصدیق نبوت کا مدار رکھا۔ بار بار تمام فصحائے عرب
کے سامنے کیا۔ کوئی گم کردہ عقل اور مخبوط الحواس ہی
ہوگا جو سمجھے کہ اس مفلس اُمّی نے بے تائید الٰہی کیا تھا
اگر دعوے نبوت آپ کو خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ صرف
شہرت اور ناموری کے لئے اپنی ہوائے نفس سے ہی
ہوتا۔ تو آپ معاذ اللہ اور ہزاروں حیلے گانٹھتے۔ مگر اُمّی
ہوکر یہ دعویٰ ایسے زمانہ فصاحت و بلاغت میں ہرگز
نہ کرتے۔ جس میں جھوٹ آدمی جھوٹا ہوکر ہنسائی اور
تضحیک کا موجب ہوتا۔ اور آپ کی عقل کے تو دشمن
بھی معترف تھے اور معتقد تھے۔ پھر بھلا دانشمند ہوکر ایسا دعویٰ
کیونکر کر سکتے تھے۔ جبکہ آپ کو تمام دنیا میں مذہب کے
پھیلانے اور سارے جہان کے نبی ہونے کا دعویٰ تھا
ایک اُمّی شخص سے ایسا بیجا دعوے تار عنکبوت سے

بڑھ کر زور نہ رکھتا۔ فوراً ٹوٹ جاتا۔ پس ظاہر ہے۔ کہ قرآن شریف آپ پر خدا کی طرف سے الہام اور پروردگار عالمین کا کلام ہے۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ وما ینطق عن الھوی۔ ان ھوالا وحی یوحی۔ ولو تقول علینا بعض الاقاویل۔ لاخذنا منه بالیمین۔ ثم لقطعنا منه الوتین۔ (نجم و حاقہ) ....

ثبوت اس امر کا کہ آنحضرتؐ اُمّی محض تھے

دفعہ ۲۔ اعراف ۱۹ رکوع میں ہے

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندھم فی التورٰت والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل	وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں رسول کی جو نبی ہے اُمّی (ان پڑھ) جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے ہاں توریت وانجیل میں۔ حکم

لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ۔

کرتا ہے اُن کو پہلے کاموں کا اور منع کرتا ہے۔ اُن کو بُری باتوں سے حلال ٹھیراتا ہے اُن کے لئے ستھری چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک چیزیں الخ ۔

سورہ عنکبوت رکوع ۵ میں ہے :۔

وماكنت تتلوا من قبله من كتب ولا تخطه بيمينك اذا لارتاب المبطلون ۝ بل هو ايت بينت في صدور الذين اوتوا العلم وما يجحد باياتنا الا الظلمون ۝ وقالوا لولا انزل عليه ايت من ربه قل انما الايت عند الله وانما انا نذير مبين ۝ اولم يكفهم انا انزلنا عليك الكتب يتلى عليهم ان في ذلك لرحمة وذكرى لقوم يؤمنون ۝ قل كفى بالله بيني وبينكم شهيدا يعلم ما في السموات والارض

اور تو اس (بعثت) سے پیشتر نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے کچھ لکھتا تھا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو البتہ جھوٹے لوگوں کو شک کی گنجایش ہوتی (کہ آپ بنا لایا ہے) (۱)۔ بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں اُن لوگوں کے دلوں میں جو اہل علم ہیں۔ اور ہمارے کلام کا ظالم لوگوں کے سوائے کوئی انکار نہیں کرتا (۲) اور کہتے ہیں اس پر اللہ کی طرف

والذین اٰمنوا بالباطل وکفروا باللہ اُولٰئک ھم الخٰسرون ٥

نشان نہیں اُترے۔ تو کہہ وہ نشان تو اللہ کے پاس ہیں اور میں تو علانیہ ڈر سنانیوالا ہوں (۳)، کیا اُنہیں یہ نشان کافی نہیں۔ کہ ہمنے تجھ پر اپنی کتاب نازل کی۔ جو انپر پڑھی جاتی ہے۔ یقیناً اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایماندار لوگوں کے لئے (۴)، تو کہہ مجھ میں اور تم میں اللہ گواہ کافی ہے۔ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہی جانتا ہے (اُسی نے اس میں غیبی خبریں دی ہیں)۔ جو لوگ باطل پر ایمان لاتے اور اللہ کا انکار کرتے ہیں یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں (۵)

ان آیات سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ آن حضرت صلعم لکھنا پڑھنا ہرگز نہیں جانتے تھے۔ اگر آپ لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو قرآن شریف میں کبھی ایسا نفرماتے۔ اور کفار فوراً الزام دیتے اور خلاف واقعہ بات لکھی ہوئی معلوم کرکے سب مشرکین ویہود

له کہ اگلی کتابوں سے چھانٹ کر پھر پڑھ دیتا ہے۔ لیکن حضرت نہ تو کبھی اُستاد پاس بیٹھے نہ قلم ہاتھ میں پکڑا (از حاشیہ شاہ عبدالقادر مرحوم دہلوی) ۲ پیغمبر نے کسی سے نہیں لکھا پڑھا۔ بلکہ یہ وحی جو اسپر آئی ہمیشہ کو بن لکھے جاری رہے گی۔ یہ بیّنات کتابیں حفظ ہوتی ہیں۔ یہ کتاب حفظ ہی سے باقی ہے لکھنا اوپر سے (از حاشیہ شاہ عبدالقادر)

وانصار جو آپ پر ایمان لائے ہوئے تھے برگشتہ ہو جاتے ۔ اصحاب
واحباب جو صدق دل سے ایماندار اور جان نثار تھے وہ بھی پھر
جاتے ۔ آیت نمبر ۳ میں جو ذکر ہے کہ کہتے ہیں کیوں نہ اتریں
اُسپر نشانیاں (معجزے) اس سے وہ معجزات مراد ہیں ۔ جو کفار
از راہ اصرار و استبداد مانگا کرتے تھے ۔ جیسے حضرت صالح
کو اونٹنی ۔ حضرت موسیٰ کو عصا ۔ حضرت عیسیٰ ؑ کو مائدہ وغیرہ
اور اس سے اُن کا ایمان لانا مقصود نہ تھا ۔ صرف[1] ہٹ اور
اصرار مقصود تھا ۔ اس کے جواب میں اللہ تعالے آیت ۵۱
میں فرماتے ہیں ۔ کیا انہیں کافی نہیں ہے کہ ہمنے بھیجی تجھ پر
کتاب جو پڑھی جاتی ہے اُنپر ۔ طلب معجزہ کے جواب میں ۔ یہ آیت
صاف دلالت کرتا ہے اسپر کہ یہاں معجزہ فصاحت و بلاغت قرآن
کی طرف اشارہ ہے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک اُمّی
محض جس نے نہ کبھی تعلیم پائی نہ اُستاد پاس بیٹھا ۔ نہ ہاتھ
میں قلم پکڑا ۔ ایسی فصیح و بلیغ کتاب (جو متضمن ہے اخبار ماضیہ
پر جو بن پڑھے معلوم ہوئے اور مطابق ہیں کتب سابقہ کے)

[1] اور سنت الٰہی یوں جاری ہے کہ اگر معجزہ مقترحہ دیکھکر بھی ایمان نہ لاویں تو بالآخر
عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے (از حسین الدین ڈسکوی) ۔

اور اخبار غیبیہ آئندہ پر جو مطابق زمانے کے ظہور میں آتے ہیں
اثر پڑھتا ہے۔ اور وہ باوجود کمال فصیح و بلیغ ہونے کے ایک
امی شخص کے مقابل چھوٹی سی سورت ویسی بنا کر نہیں لا سکتے
کیا یہ معجزہ اُن کے لئے کافی نہیں ہے اگر ایمان لانا چاہیں اور
بے ایمانوں کو جنہیں خدا نے اونگھنے والی روح اور ایسی آنکھیں
کہ نہ دیکھیں اور ایسے کان کہ نہ سنیں دئے ہیں (رومیوں کا ۱۱ باب
۸ آیت) اور جن کی آنکھیں اس نے اندھی کیں اور اُن کے
دل سخت کئے ہیں تاکہ نہ ہووے کہ آنکھوں سے دیکھیں اور
دل سے سمجھیں اور رجوع لاویں (یوحنا ۱۲ باب ۴۰ آیت)
ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم غشاوۃ (سورۃ
بقرع ۱۵) اُن کے سامنے اگر صدہا معجزات ایک سے ایک بڑھ چڑھ
کر دکھائے جاویں۔ تو بھی ایمان نہ لاویں گے ولو یروا کل آیۃ لا
یؤمنوا بہا اور سحر و جادو کہکر ٹال دیویں گے۔ فرعون باوجود
ایسے عظیم الشان معجزات اور تسع آیات دیکھنے کے ایمان
نہ لایا۔ ابو جہل نے شق القمر کو برائے العین دیکھکر اور اردگرد
کے لوگوں سے تصدیق کر کے سحر مستمر بتایا۔ جبلت بد ہو تو ترتیب کا
کیا فائدہ مادہ ایمان کا نہ ہو تو معجزات سے کیا نفع۔ صدیق اکبر نے

دفعتاً صدق دل سے تصدیق نبوت کرلی - معجزہ کا انتظار نہ کیا۔ غرض قران شریف کی وہ اعلیٰ فصاحت و بلاغت جس کے سامنے فصحائے عرب کی تیز کی تمام ہوگئی - ایک امّی شخص سے صریح الدلالت ہے - اس کے الہامی اور کلام الٰہی ہونے پر اور نزول وحی کے بعد ہی حضرت کتاب و ایمان سے واقف ہوئے - نبوت سے پیشتر آپ کو خبر نہ تھی - اور آپ کو اس قسم کا کوئی خیال ہی نہ تھا - اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے تو ریت وانجیل دیکھی ہوئی ہوتی - ہر مذہب سے واقف ہوتے ایجاد مذہب کا کچھ تو خیال ہوتا - حالانکہ قبل نزول وحی آپ صرف اجمالاً مومن بتوحید رب تھے - اور ایمان تفصیل احکام و شرائع اسلام ، و کتاب (قرآن) سے کچھ خبر نہ رکھتے تھے -

---

لہ پادری فنڈر صاحب میزان الحق کے تیسرے باب میں اقرار کرتے ہیں - کہ آنحضرت یونانی و عبرانی نہ جانتے تھے اور داؤد ویلی صاحب مترجم قرآن صفحہ ۱۹ مقدمہ ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت کے وقت میں توریت و انجیل کا ترجمہ عربی زبان میں نہ تہا - ولیم میور صاحب کتاب شہادت قرآنی میں فاتوا بالتوریت (آل عمران رکوع ۹) کی تفسیر میں لکھتے ہیں - کہ اسی توریت پر حوالہ دیا گیا جو یہودیان مدینہ کے ہاتھ میں تھی (صفحہ ۱۰۲) ×

سورہ شوریٰ کے آخر میں ہے ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان
تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان پھر سورۂ یونس
رکوع ۲ میں ہے ..

واذا تتلی علیھم ایاتنا بینت قال
الذین لا یرجون لقاءنا ائت
بقرآن غیر ھذا او بدلہ قل
ما یکون لی ان ابدلہ من تلقائ
نفسی ان اتبع الا ما یوحی الیَّ
انی اخاف ان عصیت ربی عذاب
یوم عظیم ۝ قل لو شاء اللہ ما تلوتہ
علیکم ولا ادرٰکم بہ فقد لبثت
فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون ۝
فمن اظلم ممن افتری علی اللہ
کذبا او کذب بایتہ انہ لا یفلح
المجرمون ۝ سورہ یونس

اور جب ہمارا واضح کلام اُن پر
پڑھا جاتا ہے۔ تو وہ لوگ جو ہم سے
ملنے کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں
کہ کوئی اور قران اُس کے سوا۔ لا
(جس میں بت پرستی کی مذمت
نہو) یا اُس کو بدل ڈال (یعنی
بتوں کی مذمت کو) تو کہہ میرا
کام نہیں۔ کہ اس کو اپنی طرف
سے بدل ڈالوں۔ میں تو اسی
کا تابع ہوں۔ جو میری طرف
حکم آئے۔ اگر میں اپنے رب
کے حکم کے خلاف کر دوں۔ تو
مجھے اُس بڑے دن کے عذاب
کا خوف ہے (۱) تو کہہ اگر اللہ کی منشا نہ ہوتی تو میں اس کو نہ پڑھ

پڑھتا - اور نہ وہ تمکو اس کی خبر کرتا - کیونکہ میں تم میں[1] ایک عمر (۴۰ برس) رہ چکا ہوں - کیا پھر تم نہیں سمجھتے (۲) سو اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو خدا پر جھوٹ باندھ لے یا اُس کے کلام کو جھٹلا دے - بات یہ ہے کہ گناہگار لوگ تو کبھی بہبودی حاصل کر ہی نہیں سکتے (۳)

ظاہر ہے کہ آپ کو قبل از بعثت ایجاد مذہب یا کسی کتاب کے تیار کرنے تک کا مطلقاً خیال بھی نہ تھا - اگر ہوتا تو آپ کو حال کے واقفین اور رفقا ہرگز آپ پر یقین نہ لاتے اور اس آیت کی تکذیب کرکے کہہ دیتے کہ آپ تو تعلیم یافتہ ہیں - اور اوائل ہی سے آپ کو ایجاد مذہب کا خیال رہا ہے - سو انہیں خیالات

[1] یعنی اپنی طرف سے بناتا - تو ۴۰ برس کی عمر میں بناتا - یا اس قسم کا خیال رکھتا (از حاشیہ شاہ عبد القادر رحم) (۲) یہ اصول بتلایا گیا ہے اگر آنحضرت صلعم خدا کی طرف سے نہ ہوتے اور جھوٹ باندھ لیتے - تو کبھی اُن کا انجام بخیر نہ ہوتا - اور نہ کامیابی حاصل کرتے - کیونکہ مجرم لوگ کبھی کامیابی حاصل نہیں کرتے ۔

دوسری بات یہ ہے - کہ جو اللہ کے کلام کو جھٹلاوے - ایسے گناہگار لوگ بھی بہبودی حاصل نہیں کرتے اُسکی صداقت میں کچھ کلام ہی نہیں - جن جن لوگوں نے اس الہٰی کتاب کے نہ ماننے کے سبب ایسا ۔۔۔ اور مغلوب اور غارت ہوگئے ہیں ھنالک المبطلون ۔

کو اب آپ ہم لوگوں پر ظاہر کر رہے ہیں - پھر خدا کی طرف سے
ہونے کا دعوے کیوں کرتے ہیں ؟
پھر یہ کہ نہ صرف حضرت توریت و انجیل ہی سے ناواقف تھے
بلکہ آپ نے کسی عالم کی صحبت تک بھی نہیں اُٹھائی - جس سے
شبہ ہو کہ شاید آپ نے اُس سے ہی استفادہ کیا ہو - اور یہ
نہ ایک دو دفعہ کی صحبت سے حاصل ہو سکتا ہے - بلکہ برسوں
تک کی متواتر صحبتوں سے بھی اتنی واقفیت حاصل ہونی
ایسے زمانہ میں غیر ممکن تھی **اصلاح مذاہب اور ایجاد مذہب** چھوٹی سی عمارت اور تکمیل نہیں - جس کو ایک اَن
پڑھ اُمّی ناواقف جس کا سارا ملک مخالف اور خون کا پیاسا
ہو تیار کر سکے - بلے چوڑے آپ نے سفر بھی نہیں کئے جس
سے گمان ہو کہ آپ پڑھ یا سیکھ آئے ہوں - صرف دو دفعہ
سفر شام میں آپ کا جانا کتب معتبرہ اہل اسلام سے ثابت ہے
ایک بار ابو طالب اپنے چچا کے ساتھ جب کہ آپ ۹ برس [1]

[1] اگرچہ بعض تواریخ میں بارہ برس کا سن لکھا ہے - مگر علامہ ابن اثیر کتاب الکامل
فی التاریخ مطبوعہ لنڈن میں ۹ برس ہی لکھتے ہیں - اور حلبی اپنی تاریخ میں
اسی قول کو راجح بتاتے ہیں - چنانچہ فرماتے ہیں (بقیہ بر صفحہ ۳۹)

گئے تھے۔ اور دوسری[1] دفعہ میسرہ کے ساتھ آپ تجارت کو گئے اور جلد واپس آگئے
چنانچہ ایڈورڈ گبن صاحب نے تاریخ روم باب ۵۰ میں اسکی تصریح کی ہے کہ
بھلا ایسی عمر تعلیم اس سفر میں کیونکر ممکن تھی وہ مؤرخ یہ بھی لکھتا ہے کہ اگر اس
قسم کی تلاش اور تفتیش کا قصد ہی کیا ہوگا تو سریانی زبان کی عدم واقفیت ضرور
اس امر کی مانع ہوئی ہوگی ..... پھر یہ کہ اگر آنحضرت خود لکھے پڑھے
ہوئے ہوتے تو کفار عرب یہ گمان فاسد کہ آنحضرت فلاں[2] شخص سے سیکھ کر

وکان سنہ رسول اللہ صلعم تسع سنین علی الراجح - یعنے تھی عمر شریف
آنحضرت کی اس وقت بقول راجح ۹ برس ۔ اور اگر بالفرض ۱۲ ہی سال کا سن
ہو۔ تو بھی اس سن میں سفر کی حالت میں انسان کیا سیکھ سکتا ہے خصوصاً ایسی
قوم کا رہنے والا جن میں بھی علم کا مطلقاً چرچا نہ ہو ۱۲ دفع البلیسات صفحہ ۵۰

حاشیہ صفحہ ہذا [1] سیرت حلبی میں لکھا ہے لم
یثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم سافر الی الشام اکثر من مرتین
یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شام کی طرف دو دفعہ سے زیادہ سفر کرنا ثابت
نہیں۔ سیرت حلبی صفحہ ۹۶ [2] سورہ نحل رکوع ۱۴ میں ہے ولقد نعلم انهم يقولون
انما يعلمه بشر الخ اور ہمکو معلوم ہے وہ کہتے ہیں اسکو تو سکھاتا ہے آدمی جس پر تعریض کرتے ہیں۔
اُس کی زبان ہے اوپری اور یہ قرآن زبان عربی ہے صاف انتہی۔ فائدہ۔ ایک شخص کا غلام
تھا رومی نصرانی کہ حضرت کے پاس آبیٹھتا محبت سے اللہ کا کلام اور پیغمبروں کے احوال
سننے کو کافر کہنے لگے اسکو یہ سکھاتا ہے (از حاشیہ شاہ عبدالقادر صاحب)

سُنا دیتے ہیں ہرگز نہ لیجاتے۔ کیونکہ اگر آپ خود پڑھ سکتے۔ اور پڑھکر مضامین توریت و انجیل دریافت کرسکتے۔ تو کسی اور شخص کی طرف نسبت سکھا جانے کے محض بیجا تھی اور یہ بھی اُن کا گمان ان وجوہ سے باطل تہا۔

اوّلاً تو وہ شخص عجمی تھا۔ ایسی فصیح و بلیغ کلام جس کے سامنے فصحائے عرب دنگ اور حیران تھے۔ اُس پردیسی غلام کو کہاں لیاقت تھی کہ سکھا جاتا۔ رسول خدا کا ایک اجنبی اور عجمی غلام کے بھروسے پر ایسا بڑا دعوے اس زور و شور کے ساتھ فصحائے عرب کے سامنے کرنا کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ ہرگز عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔

ثانیاً یہ کہ وہ غلام خود آں حضرت پر ایمان لایا ہوا تھا۔ اگر خود ہی سکھا جایا کرتا تو ایمان کیسا اور تصدیق نبوّت کیسی پہلے رو در رو جھٹلاتا۔ پھر عوام میں رسوا کرتا۔ اور آیندہ کو سکھانا چھوڑ دیتا۔

ثالثاً اُس شخص کا دور دور تک شہرہ ہوتا اور لوگ بھی اُس سے سیکھتے۔ ایسا صاحب کمال ممکن نہیں مشہور نہ ہو۔ کفّار اُسی سے ایک سورت معارضہ کے لئے بنوا لاتے۔ نوبت

جنگ و قتال ہرگز نہ پہنچتی ۔
رابعاً حضرت کے رفقا اور اصحاب یا اعدا وغیرہ سے کبھی تو کوئی حضرتؐ کو اس سے سیکھتے دیکھتا۔ پھر جب ایسا ہوتا تو سب رفقا و اصحاب علیحدہ ہو جاتے۔ اور فوراً حضرت کی تکذیب کرتے کہ آپ تو فلاں شخص سے سیکھ لیتے ہیں۔ پھر اسے خدا کی طرف کیوں منسوب کرتے ہیں ۔
خامساً کیا مرتے دم تک وہ غلام حضرت کے ساتھ رہا تھا یا یکدفعہ قرآن لکھوایا گیا تھا۔ حالانکہ قرآن شریف میں موقع بموقع آیات اترتی رہی ہیں۔ اور یہ بغیر تعلیم علام الغیوب کے ممکن نہیں ہے۔
علاوہ اس کے آں حضرت کے مدد لینے میں مخالف لوگ بھی گواہی دیتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے کسی سے مدد نہیں لی چنانچہ **سیل صاحب** ترجمہ قرآن کے مقدمہ کے صفحہ ۶۳ باب ۲ میں لکھتے ہیں کہ اس بات کا کامل یقین ہے کہ محمد صاحب نے قرآن کو جمع کرنے میں ایک ذرا سی مدد بھی کسی سے نہیں لی۔ لیکن تاہم آپ کے ہموطن لوگ آپ پر شبہ کرنے سے نہیں ٹلے۔ اور انہوں نے بیان کئے ہیں ان

بعض شخصوں کے نام جو کہ اس مدد دینے کے قابل نہ تھو انتہا

اب میں چند علماء مسیحی کے اقوال در باب اُمّی ہونے جناب سرورِ کائنات خلاصہ موجودات احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بیان کرتا ہوں۔ تاکہ ہر منصف شخص کو علماء نصاریٰ کی بے انصافی اور ہٹ دھرمی معلوم ہو جائے کہ خود مقر ہیں حضرت کے اُمّی ہونے کے اور ایسے اُمّی سے اس قسم کی عمدہ پُر اثر تسلّی بخش کامل اور شایستہ تعلیم ایسی فصیح و بلیغ عبارت ہیں جس کو دیکھ کر فصحائے عرب جن کا شب و روز شیوہ ہی یہ تھا۔ حیران ہو گئے اور ششدر رہ گئے۔ نوبت بہ قتال پہونچی۔ جانیں گنوائیں اور ذلیل ہوئے۔ لیکن تین آیتوں کے برابر بھی ایک چھوٹی سی سورت نہ بنا لا سکے۔ تلقین الٰہی نہیں ہیں ‌‌کیونکہ۔ اور اب تک عیسائی عمریں بسر کرکے عربی سیکھتے ہیں۔ اعلےٰ مہارتیں پیدا کرتے ہیں۔ ملک ملک میں بڑے بڑے فصحائے عربی دان ملتے ہیں۔ لیکن سب کلام الٰہی کی شان دیکھ کر ہکّا بکّا اور حیران ہیں۔ گویا کہ منہ میں زبان ہی نہیں۔ کیا بولیں۔ اور بکواس کرنے کو جس کا جی چاہے کرے۔ لیکن وہ کلام

ایزد پاک ۔ اور یہ عاجز بندہ مشت خاک ہے

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

پادری فنڈر صاحب میزان الحق مطبوعہ سنہ ۱۸۵۰ء میں صفحہ ۱۷۸ میں فرماتے ہیں۔ ہرچند محمدؐ توریت و انجیل کو نہیں پڑھتا تھا۔ مگر اُس کے زمانہ میں عربستان میں یہودی اور عیسائی بہت تھے۔ اور الیازی سیر الاسلام صفحہ ۲۲۸ سطر ۲ میں آں حضرتؐ کے امی ہونے کا مضمون ہے ؞

گاڈفری ہگنس صاحب اپنی کتاب کی دفعہ ۳ میں آں حضرتؐ کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ آپ خود لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے حمایت الاسلام صفحہ ۵ دفعہ ۳ مطبوعہ بریلی سنہ ۱۸۷۳ء ترجمہ اپالوجی مصنفہ گاڈفری ہگنس صاحب مطبوعہ لنڈن ۔ اور لب التواریخ جلد ۲ مطبوعہ چمبرز ایڈیشن سنہ ۱۸۲۹ء صفحہ ۲ میں ہے۔ کہ اُن کی یعنی حضرت صلعم کی کچھ تعلیم بھی نہ ہوئی تھی۔ انتہی ؞

ہدایت المسلمین مصنفہ پادری عماد الدین پانی پتی صفحہ ۲۳ سطر ۲ میں لکھتے ہیں کہ وہ بے علم تھے اور سنتے سناتے تھے قرآن میں لکھے ہیں انتہی ؞

اور اسی طرح تعلیمات اور ہدایت المسلمین مرتبہ شدہ ہیں حضرتؐ کے اُمّی ہونے کا پادری صاحب صاف اقرار کرتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے محقق مولفین لکھتے ہیں۔ اگرچہ محمدؐ کی طبیعت میں ہر شے کی تہ کو پہونچ جانے کا قدرتی وصف تھا۔ مگر تعلیم اُس کی بہت ناقص تھی۔ اور اُس میں بھی شبہ ہے۔ کہ وہ پڑھ لکھ بھی سکتا تھا۔ یا نہیں۔ بلکہ زبان عربی کے قواعد نظم و قوافی سے وہ اس قدر ناواقف تھا۔ کہ ایک شعر بھی بغیر کچھ نہ کچھ غلطی کرنے کے نہیں کہہ سکتا تھا۔ چنانچہ اُسی کے اشارہ کے طور پر قرآن کے ایک مشہور معروف سورہ میں اس نے یوں کہا۔ کہ ہم نے محمدؐ کو فن شاعری نہیں سکھایا۔ اور نہ اُس کے لئے شاعر ہونا ضرورت ہے۔ انتہی۔

ریورنڈ راڈویل صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہمارے پاس اس امر کی کوئی شہادت نہیں۔ کہ ہماری کتب مقدسہ کبھی محمدؐ کو دستیاب ہوگئی ہوں۔ گو صرف یہ

ممکن ہے۔ کہ عہد عتیق یا جدید کے ٹکڑے خدیجہؓ[له] یا ورقہ یا مکہ کے
اور عیسائیوں کے ذریعہ سے جن کے پاس ہماری مقدس

له ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ اسلام قبول کرنے سے پیشتر حضرت خدیجہ رضؓ کا مذہب کیا تھا۔ مگر ورقہ بن نوفل جو اُن کا چچازاد بھائی تھا۔ بے شک عیسائی تھا۔ لیکن اُن بے اصل احتمالات اور ظنون و شکوک سے اس صحیح اور مسلّم حقیقت کا کہ آنحضرتؐ لکھے پڑھے نہ تھے۔ کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر درحقیقت آپ کو لکھنا پڑھنا آتا۔ تو آپ کے صحابہ اور رفقا اس امر میں کسی طرح سکوت اختیار نہ کرتے۔ اور آپ کی ازواج مطہّرات اور عزیز و اقربا اور بالخصوص آپ کے چچا جنہوں نے آپ کو پالا تھا بے خبر نہیں رہ سکتے تھے۔ اور نیز اُس نہایت درجہ کی اعلیٰ عقل کا جس کا اعتراف منکرین کو بھی ہے۔ یہہ مقتضا ہو سکتا تھا۔ کہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کے سامنے خلاف واقع اپنے "تیئں اُمّی فرماتے اور قرآن مجید میں بھی اپنے تیئں اسی لقب سے ظاہر کرتے۔ کیونکہ ایسی صورت میں مخالفین کو گرفت کا آسان موقع ہاتھ آجاتا۔ اور عقاید اسلام کی صداقت پر اُن کو ہرگز یقین نہ آتا اور اس سے قطع نظر ایک ایسی خفیف بات کو چھپانے اور خلاف واقعہ کے اظہار سے آپ کو فایدہ ہی کیا تھا۔ کیونکہ پڑھا لکھا ہونا صفت نبوت کے کسی طرح خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور بہتیرے پیغمبر پڑھے لکھے تھے۔ خود حضرت عیسیٰؑ مدرسہ ناصرہ کے مدرسہ میں بائیبل کی تعلیم

کتاب کے قلمی نسخے موجود ہوں گے۔ اُس کے پاس پہونچگئے ہوں . . . . اور یہ امر بھی ذہن میں رکھنے کے لائق ہے۔ کہ ہم کو کوئی سراغ اس امر کا نہیں ملتا۔ کہ کوئی عربی ترجمہ عہد عتیق یا جدید کا محمد صلعم کے زمانہ سے پہلے موجود تہا۔"

پس جب کہ نہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم پانا ثابت ہے۔ نہ توریت و انجیل ہی کا ترجمہ عربی زبان میں آں حضرت صلعم کے زمانہ میں موجود تہا۔ نہ توریت و انجیل کا آنحضرت صلعم تک پہونچنا مخالفین اسلام کے اقوال تک سے ثابت ہے۔ تو اس سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ کوئی اور ہی قوت قدسیہ (روح القدس) تھی۔ جس سے نبی اُمّی

پائے تھے۔ جیسا کہ ڈین مل مین صاحب نے اپنی تاریخ کلیسیا کی جلد اول باب سوم میں بالتصریح بیان کیا ہے۔ اور نہ آنحضرت صلعم کے پڑھے لکھے ہونے سے قرآن شریف کی شان اور اس کے معجزے اور بے مثل فصیح و بلیغ ہونے میں کچھ فرق آ سکتا تہا۔ کیونکہ صرف علم لکھنے پڑھنے سے کوئی شخص فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور یا فصیح و بلیغ جس کی مثل عرب کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء بھی کوئی نہ بنا سکے [illegible] صفحہ ۱۱۱)

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے کلام کے کرنے پر قادر کر دیا تھا
کہ جس نے نہ صرف ژند و اُستاد وغیرہ کتب ادیان باطلہ کی
ہمشیرکاند و خلاف حق تعلیمات پر خط نسخ کھینچ دیا۔ بلکہ توریت
و انجیل کے مولفوں کی غلطیوں کو بھی علانیہ ثابت کر دیا فللہ
درّ من قال

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں انبیاء کے ذکر کے بعد
جا بجا آنحضرت کی نسبت فرماتا ہے کہ تلک من انباء الغیب
یہہ غیبی خبریں ہیں وما کنت لدیہم اور تو ان کے پاس نہیں تھا
اور ہر ایک قصہ کو اللہ تعالیٰ بانسبت رسول خدا ﷺ کے علم غیب
بیان فرمایا ہے۔ کیوں؟ جس شخص کی کسی امر سے قطعی ناواقفیت
ثابت ہے۔ اُس کا اس امر کو بہ تفصیل صحیح صحیح بیان کر دینا اس
کی نسبت غیبی خبر ہے۔ اس جہت سے سارا قرآن شریف اخبار
غیب پر مشتمل اور علام الغیوب کا کلام ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ وانہ لتنزیل رب العالمین(۱)	اور تحقیقاً یہ قرآن رب العالمین کا

نزل به الروح الامین (۲) علی
قلبك لتکون من المنذرین ۳
بلسان عربی مبین ۴ و انه
لفی زبر الاولین ۵ اولم یکن لہ
اٰیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل
ولو نزلنٰہ علی بعض الاعجمین ۵
فقراہ علیھم ما کانوا بہ مومنین ۵
کذالك سلکنٰہ فی قلوب
المجرمین ۵ لا یومنون بہ حتی
یروا العذاب الالیم ۵

اُتارا ہوا ہے (۱) اسے روح
الامین (فرشتہ جبرئیل) لے اُترا
ہے (۲) تیرے دل پر تاکہ تو دنیا
کو ہلاکت کے دن سے ڈرائے
(۳) ٹھیٹھ عربی زبان میں (۴) اور
یقیناً اس قرآن کا ذکر اگلی کتابوں
میں بھی ہے (۵) کیا اُن کے لئے
یہ نشان کافی نہیں - کہ علماء
بنی اسرائیل تک اس سے واقف
ہیں (۶) اور اگر ہم اسکو کسی
عجمی پر اُتارتے (۷) پھر وہ اُنپر
پڑھتا تو بھی کبھی ایمان نہ لاتے (۸) گناہگاروں کے دل میں اس
طرح شبہ چلا جاتا ہے (۹) اُسپر ایمان نہیں لائیں گے تاوقتیکہ دردناک
عذاب کو نہ دیکھ لیں (۱۰)

فلا اقسم بما تبصرون ۵ و ما لا
تبصرون ۵ انہ لقول رسول کریم ۵ وما ھو
بقول شاعر قلیلا ما تومنون ۵

سو میں عالم ظاہر (۱) اور عالم
باطن کی قسم کھاتا ہوں (۲) کہ
یقیناً یہ قرآن (معزز فرشتہ

ولا بقول کاھن قلیلاً ما تذکرون ۵
تنزیل من رّبّ العلمین ۵ ولو
تقوّل علینا بعض الاقاویل ۵
لاخذنا منه بالیمین ۵ ثمّ لقطعنا
منه الوتین ۵ فما منکم من احد
عنه حاجزین ۵ وانّه لتذکرة
للمتّقین ۵ وانّا لنعلم انّ منکم
مکذبین ۵ وانّه لحسرة علی
الکفرین ۵ وانّه لحقّ الیقین ۵
فسبّح باسم ربك العظیم ۵

پیغام ہے (۳) اور یہ شاعر کا
کلام نہیں - تمہارا یقین کم ہے[۴]
اور نہ کاہن کا کلام ہے - تم
دھیان کم کرتے ہیں (۵) یہ
تو رب العالمین کا اُتارا ہوا
ہے (۶) اور جو (محمد) ہمپر کچھہ
باتیں آپ بنا کر کہہ دیتا (تو
ہم اُسے کبھی کامیاب نہ کرتے
بلکہ) (۷) اُس کا داہنا ہاتھہ پکڑ لیتے[۸]
(۹) پھر اُس کی رگ دل کاٹ
ڈالتے (۹) سو تم میں سے کوئی
اس بات کو اُس سے روک نہ سکتا (۱۰) اور بمقابلہ قرآن یہہ

لہ اگر قرآن شریف آں حضرت صلعم کا اپنا کلام ہوتا - تو کبھی اپنے حق میں ایسے
سخت الفاظ نہ کہتے - اور پھر یہ کہ ایک اندھے کے آنحضرت صلعم کے پاس آنے - اور
آپ کی بے رُخی کرنے کی وجہ سے یہ جو عتاب آمیز وحی آپ پر نازل ہوئی - عبس
وتولّی ان جاءہ الاعمی (تیوری چڑھائی اور مُنہ پھیرا - اس سبب کہ اُس کے پاس اندھا آیا)
یہ قطعی الدلالۃ ہے کہ قرآن شریف الہی کلام ہے ورنہ آنحضرت اپنے حق میں کبھی عتاب وارد نہ کرتے ۱۲

پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے (۱۲) اور ہمکو معلوم ہے کہ تم میں سے بعض جھٹلا رہے ہیں ۱۳ اور یقیناً یہہ قرآن شریف منکروں پر پچھتاوا ہے (۱۳) اور یہ قطعی سچ ہے (۱۴) سو تو اپنے عظمت والے رب کی تقدیس بیان کر (۱۵)

وما ینطق عن[1] الھوی (۱) ان ھو الا وحی یوحی (۲) علمہ شدید القوی (۳) ذو مرۃ فاستوی ۴ وھو بالافق الاعلی ۵

یہ رسول اپنے جی سے نہیں بولتا (۱) یہ تو وحی ہے جو اُسپر آتی ہے (۲) اُسے سکھایا ہے - زبردست قوتوں والے (۳) صاحب حسن وجمال نے - سو یہ رسول جادہ استقامت پر قایم ہوگیا (۴) اور وہ کمالات کے افق اعلے پر ہے (۵)

لہ انجیل یوحنا ۱۶ باب میں فارقلیط (احمد) کی بشارت میں بالکل یہی کلمات وارد ہیں وہ اپنی نہیں کہے گا بلکہ جو سنے گا کہے گا - . . . . پچھلے حاشیہ میں جو قتاب آمیز آیات آنحضرت صلعم کے حق میں جتنے لکھی ہیں اُس سے اس بشارت کی اچھی طرح تصدیق ہوتی ہے ×

اگر قرآن شریف آنحضرت صلعم کا کلام ہوتا تو آپ اپنے کسی اقارب و لواحق کی نام بنام تعریف کرتے - حضرت علی رضہ اور بیبی فاطمہ رضہ حسنین - حضرت عائشہ سے بڑھکر آپ کو کسی سے محبت نہ تھی - ان حضرات میں سے کسی شخص کا نام تک قرآن شریف میں درج نہیں - صرف اشارۃً و کنایۃً جو اللہ نے تعریف کی اُسی قدر موجود ہے حالانکہ حضرت مریم کے بارہ میں ایک سورت نازل ہوئی - ایک حضرت زید رضہ جو آپ کے غلام تھے اور جنکی بیوی زینب رضہ سے آپنے بعد طلاق نکاح کیا اُنکا نام صرف قرآن میں موجود ہے ورنہ معاذ اللہ بقول دشمنان زید آنحضرت کا رقیب تھا اُسکا نام تک قرآن شریف میں نہیں ہونا چاہئے تھا × فافہم فتدبر ×

عادت الٰہی اور قرآن شریف کی فصاحت کا ذکر

دفعہ ۳ - جاننا چاہئے کہ عموماً سنّت الٰہی اسپر جاری ہوتی ہے - کہ جو پیغمبر ہوا ہے اُسے اُسی قسم کا معجزہ ملا ہے - جس بات کا اُس قوم میں چرچا تہا تاکہ وہ اُس کے سبب سے اپنی قوم پر فوقیت حاصل کرے اور خدا کی حجت تمام ہو - دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سحر کا بڑا زور و شور تہا - اُنہیں اُسی قسم کا معجزہ ملا یعنے لاٹھی کا سانپ بن جانا جس کے سبب سے تمام ساحر عاجز ہوگئے - اور مغلوب ہوکر ایمان ہی لے آئے - و علی ہذا - اور معجزے - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت حکمت و فلسفہ کا بڑا چرچا تہا آپ کو اُسی قسم کے معجزے ملے - یعنے جلائے مردے ابرصوں اور مجذوموں کو اچھا کرنا - مادر زاد اندہوں کو شفا دینا - مٹی کا پرندہ بناکر جان ڈال دینا - حضرت عیسیٰ کی

پیدائش فلاسفہ وقت کی آنکھیں کھولنے اور قایل کرنے کے لئے
خود معجزہ تھی۔ بہ دو وجہ۔

(۱) اُس وقت کے حکماء کے خیال میں یہ بات جم رہی تھی۔ کہ
پیدائش انسان میں خدا کی کیا قدرت۔ یہ تو مرد اور عورت
کی منی کے انعقاد اور مادہ کی تاثیر ہے۔ اس خیال کے دور
کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ؑ کو بدون باپ کے
پیدا کیا۔ تاکہ اُن کے لئے نشانی ہو۔ کہ قادر مطلق یہہ وہ
بدولتِ مادہ کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور حضرت
عیسیٰ کے گہوارہ میں بولنے اور حضرت مریم کی عصمت کی
تصدیق سے یہ معجزہ کامل ہوا +

(۲) پیدائش انسان کا ظہور چار طرح سے ممکن الوقوع ہے۔ ما باپ
سے۔ بن ما باپ۔ بن ما۔ بن باپ۔ عام مخلوقات پہلی طرح سے
پیدا ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرح حضرت آدم علیہ السلام
پیدا ہوئے۔ تیسری طرح حضرت حوّا کی پیدائش ہوئی چوتھی
صورت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔ پس جب ہم اس
امر پر غور کریں کہ انسان کی پیدائش چار طرح سے ہو سکتی ہے
اور تین طرح پر قدرت الٰہی نے پیدا کرکے دکھا دیا۔ تو کچھہ

شک نہیں رہتا - حضرت عیسیٰ کے بدون باپ ہونے میں
جن کے پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ کی قدرت چاروں طرح سے
کامل طور پر ظاہر ہوگئی - یعنی کہ وہ دونوں سے پیدا کرتا ہے
پر بن دونوں کے اور صرف ایک سے دیعنی ما یا باپ سے کرنے
پر قادر بھی ہے - عیسائی بھی اگر میری اس بات پر غور
کرکے ہر پہلو پر نگہ کریں - تو انہیں صاف معلوم ہو جائے
کہ حضرت عیسیٰ بدون باپ پیدا ہوئے - اور کیا حکمت تھی
اُن کے بدون باپ پیدا ہونے میں - انما امرہ اذا
اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون - پس جس طرح حضرت
موسیٰ کے وقت سحر کا اور حضرت عیسیٰ کے وقت حکمت کا
بڑا زور اور چرچا تھا - اسی طرح اس امر میں بھی کسی کو شک
نہیں ہے - کہ حضرت نبی آخرالزمان صلعم کے وقت میں
فصاحت و بلاغت کا بڑا زور و شور تھا - اہل عرب فصاحت
میں اپنا ثانی کسی کو نہیں جانتے تھے - حضرت کے وقت
شعرا بڑے بڑے فصیح و بلیغ قصیدے کہکر جواب کے طلبگار
ہوتے تھے -
چنانچہ سبعہ معلقہ کعبہ کے دروازہ پر لاجواب سمجھکر لٹکائے گئے

گئے - اس امید پر کہ کوئی اُن کا جواب لکھے - کچھ مدت تک کوئی اُن کا جواب نہ لکھ سکا - جب اس امر کی طرف نظر جاتی ہے کہ اُس وقت فصاحت و بلاغت کا نہایت زور و شور تھا - اور اہل عرب اسپر بڑے نازاں اور فخر کرتے تھے - اور اُس سُنت الٰہی کی طرف کہ جس امر کا کسی قوم میں چرچا ہوتا ہے - اُسی قسم کا خدا تعالیٰ اُس زمانہ کے پیغمبر کو معجزہ عطا فرماتا ہے - تو اس بات کے یقین کرنے میں کچھ تامل

اور شبہ باقی نہیں رہتا - کہ خدا تعالےٰ نے آنحضرت کو معجزہ فصاحت عطا فرمایا ہو اور جو کتاب (قرآن شریف) اپنے نبی کی طرف نازل کی ہو اُس کی عبارت میں ایسا یگانگت اور اعجاز کا سا خاصہ ہو - اور اس قسم کی بدیع و بلیغ ہو کہ تمام فصحاء و بلغاء کا فخر توڑ دے اور اُن کی کمر کی تمام کر دے - اور فی الواقع چونکہ خداوند تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا اور ممتاز ہے - عند العقل مستحسن بلکہ ضروری اور انسب ہے کہ اُس کا کلام بھی انسانی عبارت سے ممتاز اور برتر اور احاطہ بشری سے باہر ہو -

چنانچہ لیشپ صاحب لٹن جو ایک عالم و فاضل کہتا ہے - کہ یہ نائی ـــ

توریت اور انجیل سے بالکل جہالت اور وحشیانہ پن ظاہر ہوتا ہے۔ اور جملہ عیوب سے جن کا کسی زبان میں پایا جانا ممکن ہے بھری ہوئی ہیں۔ مگر ہمکو از روئے فطرت کے خود بخود یہ توقع ہوتی ہے کہ الہامی زبان کو سلیس و لطیف اور عمدہ اور پراثر ہونا چاہئے۔ اور اُس کا عام کلام کی قوت اور اثر سے بھی متجاوز ہونا ضرور ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کے ہاں کوئی چیز ایسی نہیں ہوسکتی جس میں کسی قسم کا نقص ہو۔ خلاصہ یہ۔ کہ ہم کو افلاطون کی سی لطافت اور سسرو کی سی بلاغت کا متوقع ہونا[1] چاہئے اسی واسطے خداوند تعالی نے قرآن شریف کو اعلی درجہ کی فصیح و بلیغ عبارت میں نازل کیا جس کی مثل لانے سے بشری طاقتیں بکلی عاجز ہیں۔ چنانچہ یونہی قرآن شریف نازل ہوا۔ سبعہ[2] معلقہ کے قصاید جو خانہ کعبہ کے دروازہ پر بامید

---

[1] اگرچہ اہل عرب امور دینیات سے بالکل غافل اور مطلق جاہل تھے لیکن دنیاوی امور اور لسانی لطافت اور فصاحت و بلاغت میں کمال کے درجہ تک پہنچے ہوئے تھے چنانچہ اس امر کی تصدیق سبعہ معلقہ وغیرہ تصانیف اہل عرب قبل زمانہ اسلام بخوبی ہوتی ہے کہ عرب عام دنیاوی علوم سے بہرہ ور تھے کیونکہ بڑے فصیح و بلیغ اور ذی علم تھے اور اسی واسطے انکی فصاحت میں لاجواب اور عاجز کرنیکو قرآن شریف اس کمال اور دعوے کے ساتھ اترا کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ (حسین الدین ڈسکوی م)

جواب لٹکاتے گئے تھے - اُتار دیئے گئے - سبعہ معلقہ کے مصنفین میں سے ایک لبید ابو ربیعہ شاعر تھا - وہ ہنوز بت پرست ہی تھا کہ آنحضرت نے اپنی شرع جاری فرمائی - اُس نے چند آیات اول سورۂ بقرہ کی کہیں سے دیکھ لیں - بمجرد پڑھنے کے ایسا شرمندہ ہوگیا - کہ اُس نے صاف اقرار کر لیا - کہ یہ آیتیں ضرور خدا کے الہام سے ہیں - اور اُسی وقت اسلام قبول کرلیا - اور بعد مسلمان ہونے کے اُس نے اُن تمام ہجوؤں کا جو آں حضرت اور قرآن شریف اور آپ کے مذہب کی طرف راجع تھیں جواب لکھا (مؤید الاسلام صفحہ ۶۹ و ۷۰)

جارج سیل صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں - کہ یہ بات علی العموم مسلم ہے - کہ قرآن قریش کی زبان میں جو جملہ اقوام عرب میں شریف ترین و مہذب ترین قوم ہے - انتہا کی لطیف اور پاکیزہ زبان میں لکھا گیا ہے - لیکن اور زبانوں کی بھی کسی قدر آمیزش ہے - گو وہ آمیزش بہت ہی قلیل ہے - وہ کلام عربی زبان کا نمونہ ہے - اور زیادہ پکے عقیدہ کے لوگوں کا یہہ قول ہے اور نیز اس کتاب سے بھی ثابت ہے کہ کوئی انسان اسکا

مثل نہیں لکھ سکتا۔ گو بعض فرقوں کی مختلف رائے ہے، اور اسی واسطے اُسے لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مردہ کے زندہ کرنے سے بڑھ کر ہے۔ اور تمام دنیا کو اپنے ربانی الاصل ہونے کا ثبوت دینے کے لئے اکیلا کافی ہے۔ اور خود محمدؐ نے بھی اپنی رسالت کے ثبوت کے لئے اُسی معجزہ کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور بڑے بڑے فصحائے عرب کو دعویٰ یا۔ کہ اُس زمانہ میں اس قسم کے ہزارہا آدمی موجود تھے۔ جن کا محض یہ شغل اور حوصلہ تھا۔ کہ طرز تحریر اور عبارت آرائی کی لطافت میں لایق و فایق ہو جائیں، علانیہ کہلا بھیجا تھا کہ اُس کے مقابلہ کی ایک سورہ ہی بنا دو۔ اس بات کے اظہار کے واسطے کہ اس کتاب کی خوبی تحریر کی اُن ذی لیاقت لوگوں نے فی الواقع تعریف و توصیف کی تھی جنکا اس کام میں مبصّر ہونا مسلم ہے۔ منجملہ بے شمار مثالوں کے ایک مثال کو بیان کرتا ہوں۔ لبید بن ربیعہ عامری جو محمدؐ کے زمانہ میں سب سے بڑے زبان آوروں میں سے تھا اس کا ایک قصیدہ خانہ کعبہ کے دروازہ پر چسپاں تھا، جو بہ رتبہ نہایت اعلیٰ تصنیفات کے لئے مرعی تھا، اور کسی شاعر کو اُسکے مقابل میں

کسی اپنی تصنیف کے پیش کرنے کی جرأت ہوتی تھی۔ لیکن جب کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد قرآن کی دوسری سورہ (بقرہ) کی آیتیں اُس کے مقابلہ میں لگائی گئیں تو خود لبید (جو اُس زمانہ میں مشرکین میں سے تھا) شروع ہی کی آیت پڑھکر بحر تحیر میں غوطہ زن ہوا۔ اور فی الفور مذہب اسلام قبول کر لیا۔ اور بیان کیا کہ ایسے الفاظ صرف نبی ہی کی زبان سے برآمد ہو سکتے ہیں"

اور متصلاً لکھتے ہیں۔ کہ "قرآن کا طرز تحریر عموماً خوشنما اور رواں ہے بالخصوص اُس جگہ کہ جہاں وہ پیغمبرانہ وضع اور توراتی جملوں کو نقل کرتا ہے۔ وہ مختصر اور بعض مقامات میں مبہم ہے۔ اور ایشیائی ڈھنگ کے موافق پُر حیرت مضمونوں سے مرصع اور روشن اور پُر معنے جملوں سے مزین ہے۔ اور اکثر جگہ اور علی الخصوص اُس مقام پر جہاں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اوصاف کا بیان ہے۔ نہایت عالی مرتبہ اور رفیع الشان ہے۔

پس مسٹر گبن کا یہ لکھنا کہ "آنحضرت جوش مذہبی یا خودپسندی کی تحریک سے اپنی رسالت کی صداقت کو اپنے قرآن کی

خوبی پر منحصر کرتے ہیں۔ اور دلیری کے ساتھہ یہ دعوے
کرتے ہیں۔ کہ انسان اور ملایک دونوں میں سے کوئی تو اُسکو
ایک صفحہ کی مانند بنا دے۔ اور پھر خود ہی بڑے زور سے
یہہ کہتے ہیں کہ ایسا بے نظیر کلام صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف
سے ہو سکتا ہے"۔

اور نیز یہہ کہنا کہ " یہ دلیل نہایت استحکام کے ساتھ ایک محو
عقیدت عرب کی طرف خطاب کی گئی ہے۔ جس کی طبیعت
وجد میں آکر ایمان لے آئے اور کان خوش آیند الفاظ کو
سنکر مسرت اندوز ہونے کے لئے موزون۔ اور جسکی بے علمی
انسانی ذہانت کے ایجادوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے"۔
صریحاً تاریخ سے چشم پوشی کرنا ہے۔ کیا اُن ہزارہا فصحا و بلغا
میں جنکا بقول مسٹر سیل" محض یہہ شغل اور حوصلہ تھا
کہ طرز تحریر اور عبارت آرائی کی لطافت میں لایق و فایق
ہو جائیں" کوئی بھی ایسا نہ تھا؟ جو ایک ایسے شخص کا کہ
جو نہ کسی مکتب میں بیٹھا اور نہ کسی اُستاد سے پڑھا۔ اور
نہ کسی شاعر سے شعر کہنا سیکھا۔ مقابلہ کرتا۔ اور قرآن کی
طرز کے چند چھوٹے چھوٹے فقرے لکھ کر اُس کے اس بڑھ

دعویٰ کو جو مشرکین کے نزدیک جوش مذہبی یا خود پسندی
کا نتیجہ تھا رد کر دیتا۔ اور اس طرح سے اپنی قوم اور اپنے
خداؤں کو اس آفت سے بچا لیتا۔ جو آخرکار اُس ناصح امین
کی بات نہ ماننے سے جو نہایت دل سوزی و ہمدردی اور
ہم جنسی کے جوش سے صرف اُن ہی کے بھلے کی خاطر ان کو
نصیحت کرتا تھا۔ آپڑی ہی۔ اور جبکہ باوجود اُس کے بار بار
کے اس دعوے کے کوئی فہیم سے فصیح اور بلیغ سے بلیغ
اُس کی تردید نہیں کرسکا اور وہ لوگ لفظی مقابلہ کو چھوڑ
کر تیر و شمشیر کے ساتھ مقابلہ پر مجبور ہوئے۔ تو صاف ثابت
ہے کہ یہ ایک ربانی کرشمہ تھا۔ جس نے تمام فصحا و بلغائے عرب
کو قرآن کے مقابلہ میں ناچار اور عاجز کردیا تھا اور خدا کا یہ
فرمانا بالکل سچ تھا اور ہے کہ قل لئن اجتمعت الجن
والانس الخ ۔

خلاصہ یہ کہ معجزہ فصاحت و بلاغت قرآن شریف کا ایسا ہو
کہ آجتک مخالفین میں سے کیا عیسائی کیا یہودی۔ کیا مشرک
حالانکہ ہر زمانہ میں بڑے بڑے فصحاء و بلغاء عربی زبان ہوتے
رہے۔ کسی کو بھی اتنی جرأت نہ پڑی۔ کہ مقدار ایک آیت

کے معارضہ کر دکھلائے۔ بلکہ ہر ایک فصیح و بلیغ قرآن کی فصاحت
سے عاجز و حیران رہا۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ جو ایک بڑا شاعر
نامی عرب میں تھا۔ بعد سننے اس آیت شریفہ کے ان اللہ
یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء
والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔ کہنے لگا قسم ہے خدا کی
یہ کلام بشر کا نہیں۔

اور روایت ہے کہ جب عتبہ واسطے مقابلہ کے قوم کی طرف
سے حضرت کی خدمت میں گیا۔ تو رسول خدا صلعم نے آیت حم
فصلت سے فانذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود۔
پڑھی۔ تو عتبہ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا سنتا تھا۔ کچھ بھی نہ کہہ
سکا۔ باہر آکر کہا خدا کی قسم ہے۔ کہ میں ایسا کلام سنکر آیا
ہوں۔ کہ پہلے اس سے میرے کانوں نے کبھی نہیں سنا۔ اور
میں یقین کرتا ہوں۔ کہ ایسا کلام بندہ کی نہیں ہو سکتی۔
مدارج النبوۃ وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ ابن مقفع نے جو اپنے
زمانہ میں ایک بڑا بے نظیر فصیح شاعر تھا۔ کچھ کلام قرآن کی
طرز پر لکھی۔ ایک دن مکتب کے پاس سے چلا جاتا تھا۔ کہ
ایک لڑکے کو یہ آیت قیل یا ارض ابلعی ماءک الخ پڑھتے

سنا۔ بجود سننے کے اُس نے گھر میں آکر اپنے لکھے ہوئے کو محو کر دیا۔ اور قرآن کے حق میں قسم کھا کر گواہی دی۔ کہ کوئی شخص اس کلام الٰہی کے ساتھہ ہرگز معارضہ نہیں کر سکتا۔

منصف علمائے نصاریٰ کی رائیں قرآن شریف کی نسبت

دفعہ ۴۔ ایک نہایت مشہور مسیحی عالم جان ڈیونپورٹ متوطن لنڈن فرماتے ہیں۔ قرآن شریف کی اہل اسلام نہایت تعظیم کرتے ہیں۔ جو اُن میں بہت احتیاط کرتے ہیں وہ بغیر

حاشیہ متعلق صفحہ ۷۱۔ ؎ یہ امر اس وقت مسلم الثبوت ہو چکا ہے۔ کہ حرارت آفتابی کے سبب دریا اور ندی اور تالاب اور سطح سمندر وغیرہ سے بخارات اُٹھکر اوپر ابر بن جاتے ہیں اور برودت ہوا ہی کے سبب قطرات آبی "جس کو مینہ کہتے ہیں" برساتے ہیں۔ اس حقیقت کو حضرت رسول خدا ؐ نے ۱۳ سو برس پیشتر یہاں فرما دیا (ہود ع ۴) میں ہے وقیل یا ارض ابلعی ماءک ویا سماء اقلعی ترجمہ اور کہا گیا۔ اے زمین نگل جا اپنا پانی۔ اور اے آسمان بس کر (بقیہ بر صفحہ ۷۳)

وضو کئے نہیں چھوتے - اور اس خیال سے کہ مبادا کوئی غفلت سے اسے چھولے قرآن شریف پر یا اُس کی جلد پر یہ آیت لکھ دیتے ہیں کوئی اسے نہ چھوئے مگر وہ لوگ جو با وضو ہوں (مؤید الاسلام ترجمہ کتاب جان ڈیون پورٹ صاحب صفحہ ۷۱ ×

پھر فرماتے ہیں - قرآن شریف کو اہل اسلام معجزہ اعظم مانتے ہیں - اور کہتے ہیں - کہ ایسا ہی عجیب ہے جیسے مردہ کو زندہ کرنا اُن کا قول ہے - کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے عارضی اور چند روزہ تھے - مگر آں حضرت کا معجزہ پایدار اور بے زوال ہے - اور اسی سبب سے زمانہ سابق کے تمام معجزوں پر سبقت رکھتا ہے

سوقع کی ہے - کہ حضرت نوح کا طوفان بند ہوگیا تھا - اس آیت میں یہ خوبی مطابق جغرافیہ طبعی کے ہے کہ پانی کا تعلق زمین سے رکھا گیا ہے یعنی یہ کہ اُس زمین اپنا پانی نگل جا - حالانکہ اُس وقت آسمان سے پانی برس رہا تھا - اُسے نہ کہا کہ اپنا پانی تھام لے - زمین کو لفظ اپنا پانی کہنے سے کیا خوب علمی بات نکلتی ہے - علاوہ اور فصاحت و بلاغت و صنایع کے جو اس آیت میں ہیں - زبان بیان سے قاصر ہے *

(مؤید الاسلام صفحہ ۶۲)
پھر فرماتے ہیں۔ قرآن بہ لحاظ علم ادب کے اہل مشرق کی
ایک بڑی شاعرانہ تصنیف معلوم ہوتا ہے۔ اس کا اکثر حصہ
قدمائے عرب کے مذاق کے موافق مقفٰی اور مسجع عبارت میں
لکھا ہے۔ سب کو اس بات کا اقرار ہے۔ کہ قرآن قوم
قریش کی نہایت فصیح زبان میں لکھا گیا ہے۔ یہ خاندان
تمام اہل عرب میں سب سے زیادہ اعلیٰ رتبہ اور ذی علم
تھا۔ اگرچہ قرآن شریف زمانہ قریش میں لکھا گیا ہے مگر اس
میں کہیں کہیں اور زبانوں کی بھی آمیزش ہے۔ یہ بات
متفق علیہ ہے۔ کہ قرآن شریف عربی زبان کا نمونہ ہے۔ یعنی
جو شخص یہ قصد کرتا ہے۔ کہ میں عمدہ عربی لکھوں۔ تو وہ
قرآن کی روش پر چلتا ہے۔ اور وہ تمام صنایع و بدایع
اور استعارات سے پر ہے باوصف اس کے کہ قرآن بعض
جا سے غیر مفہوم ہے۔ اور آورد معلوم ہوتا ہے۔ مگر اکثر جگہ
نہایت زبردستی عبارت اور بلند خیالی عیاں ہے اور یہ
مقولہ بہت ٹھیک ہے کہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے کہ گو
کہ جس کی اشکال عبارت سے پڑھنے والا پہلے گھبرا جاتا

ہے۔ بعد ازاں اُس کے محاسن دیکھ کر رجوع کرتا ہے اور
آخر فریفتہ ہو جاتا ہے (مؤید الاسلام صفحہ ۶۷ و ۶۸)۔
پھر لکھتے ہیں۔ چونکہ قرآن شریف ایک معجزہ قایم
خیال کیا جاتا ہے۔ آنحضرت ہمیشہ اُس کی طرف اشارہ
فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ میری نبوّت کا ثبوت
اعظم ہے۔ اور عموماً فصحائے عرب کے سامنے جو اُس
زمانہ میں اُس ملک میں بہ کثرت تھے۔ اور جن کی تمام عمر
صرف اس بات میں صرف ہوتی تھی۔ کہ ایک دوسرے
پر عبارت نویسی میں سبقت لے جائیں۔ یہ دعوے کرتے
تھے۔ کہ تم ایسی ایک سورت تو لکھو۔ جو اُس کے مقابل ہو
(مؤید الاسلام صفحہ ۶۹)
لب التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲ میں ہے۔ کہ یہ عجیب بات
ہے۔ کہ اس کتاب (قرآن) کی عبارت ایسی شُستہ و رُفتہ
ہے۔ کہ زبان عربی کے لئے ایک نمونہ ٹھیرا۔ اور محمد صلعم
نے اپنی نبوت کی صداقت کے لئے مخصوص اُس کی عبارت
پر بنیاد ڈالی۔ انتہٰی ۔
پھر جان ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب صفحہ ۶۹ میں

لکھتے ہیں :-
قرآن شریف کی ماہیت کو کما حقہ سمجھنے کے لئے اس بات کو خیال رکھنا چاہیئے - کہ جب آں حضرت صلعم کا خروج ہوا اُس زمانہ میں طلاقت لسانی اور عمدگی عبارت کا لوگوں کو بڑا خیال تھا - اور شاعری اور فصاحت کی بہت قدر تھی - ایک مسلمان کا قول ہے کہ قرآن کا معجزہ اُس کی عمدگی عبارت اور موزونی فقرات پر منحصر ہے - یہاں تک کہ اگر کوئی عجمی بھی کسی شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سُنے - تو اُسے فی الفور معلوم ہو جائے گا - کہ اُسے تمام عربی عبارتوں پر فوق ہے - اگر اس میں کی کسی آیت کو کسی اور نہایت فصیح عبارت میں داخل کر دیں - تو وہ ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے لعل چمکتا ہے - اور اُس کی روشنی مثل اُس درخشندہ جوہر کے ہوتی ہے - جس کی تابندگی سے آنکھوں کو خیرگی ہو - اور اس کی عبارت ایسی لاجواب ہے - کہ تمام علماء کو اُس کے زمانہ رواج سے اب تک اُسپر نہایت حیرت ہے (مؤید الاسلام صفحہ ۷۹)
پھر لکھتے ہیں...... وہ معجوب جو اہل عرب کو قرآن کے

پڑھنے سے ہوتا ہے - وہ اُس کی عبارت سحر آویز اور اُن صنایع اور بدایع اُس کی اُن آیتوں مقفی اور مسجع اور موزون کا سبب ہے - جس سے آں حضرت نے اپنی نثر کو آراستہ کیا ہے - قرآن شریف کا اختلاف عبارت بہت عجیب ہے - کیونکہ بعض اوقات آں حضرت مروّجہ چھوڑ دیتے ہیں - اور اللہ تعالےٰ کا تخت پر بیٹھا ہونا اور اہل دنیا پر قواعد مقرر کرنے نہایت شان و شوکت وار آیتوں میں بیان فرماتے ہیں - آپ کی آیتیں اُس مقام پر بہت موزون اور موثر ہو جاتی ہیں - جبکہ آپ جنت کی بیزوال خوشیاں بیان کرتے ہیں - اور جب آپ دوزخ کا حال بیان کرتے ہیں - تو آپ کی آیتیں نہایت خوفناک اور جانگزا معلوم ہوتی ہیں (موید الاسلام صفحہ ۱۷)

پھر لکھتے ہیں . . . . . قرآن شریف میں صرف احکام مذہبی اور تہذیب اخلاق ہی کا ذکر نہیں ہے - بلکہ گبن صاحب کا قول ہے - کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن شریف مجموعۂ قوانین مانا جاتا ہے - یہ نہیں کہ اُس میں صرف فقہی مسئلے ہوں - بلکہ قوانین دیوانی اور فوجداری اور اکثر مضامین

بھی اُس میں درج ہیں - اور وہ قاعدے جو آدمیوں کے
اعمال اور مال کی نسبت مقرر کئے گئے ہیں - وہ خدا تعالے
کی بے زوال رضا سے بنائے گئے ہیں - یا بہ تبدیل الفاظ ہم
اس مطلب کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں - کہ قرآن شریف
مسلمانوں کا مجموعہ قوانین عامہ ہے - اس میں قوانین مذہبی
اور سلوک باہمی اور فوجداری اور دیوانی اور تجارتی اور
فوجی اور ملکی اور سزا دہی سب موجود ہیں - اور مذہبی
رسموں سے لیکر معاملات دنیوی تک ہر ایک چیز کا مفصل
بیان ہے - اور قرآن نجات روح ہے - اور صحت جسمانی
اور حقوق عامہ اور حقوق شخصی اور نفع رسانی خلایق اور
نیکی اور بدی اور سزائے دینی و دنیوی سب چیز پر حاوی
ہے (مویدالاسلام صفحہ ۷۳)

قرآن شریف اور کتب آسمانی کی مانند صرف امور مذہبی اور
عبادتی پر حاوی نہیں ہے - بلکہ اُس میں نظم و نسق ملکی
کا بھی بیان ہے - اس بنیاد پر سلطنتیں قایم ہیں - اسی میں
سے ہر ایک قانون ملکی اخذ کیا جاتا ہے - اور اسی کے موافق
ہر ایک تکرار مالی و ملکی فیصل ہوتی ہے (مویدالاسلام صفحہ ۷۴)

گاڈفری ہگنس صاحب اپنی کتاب کی دفعہ ۲۲۱ میں فرماتے ہیں:۔
کہ جیسی عالی عبارتیں کہ قرآن میں پائی جاتی ہیں۔ اس سے عمدہ غالباً دنیا بھر میں نہیں مل سکتیں انتہٰی ۔

پادری فنڈر صاحب اپنی کتاب میزان الحق باب فصل ۳ صفحہ ۲۶۲ میں فرماتے ہیں۔ جو کوئی طرفداری کو برقرار رکھکر قرآن کو مطالع کریگا وہ قبول کرے گا کہ قرآن اننی باتوں میں خدا کو حق حق اور راست راست بیان کرتا ہے۔ چنانچہ خدا کی صفات کی نسبت اُس میں ذکر ہوا ہے۔ کہ خدا واحد و قدیم و علیم و حکیم و رحیم و رؤف و غفور و کریم ہے اور اور اُس میں یہ بھی بیان ہوا ہے۔ کہ مرنے کے بعد انسان کی روح ابداً باقی رہے گی۔ اور بدن پھر اُٹھے گا۔ اور انصاف کے دن نیک کار اور بدکار سب اپنا اجر پاویں گے اور اُن کے سوا چند احکام ایسے بھی ہیں۔ جو کتب عہد عتیق و جدید کے احکام سے موافق ہیں۔ جیسے بُت پرستی نہ کریں اور خدا کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور اُس کی تصویر نہ کھینچیں اور اُس کا نام بے حرمتی سے نہ لیں۔ چوری چھنالا خون

جھوٹ نہ بولیں - خدا کے ساتھہ محبت رکھیں - بھائی برادر
پر احسان اور غریب و فقیر پر رحم کریں ۔

چمبرس انسائیکلوپیڈیا کی جلد ۶ میں ہے اسلام کا
وہ حصہ بھی جس سے اُس کے بانی کی رائے کا انکشاف ہوتا
ہے - نہایت کامل اور غایت درجہ میں موثر ہے - یعنی قرآن
کی نصایح کسی ایک دو یا تین سورتوں میں مجتمع نہیں ہیں -
بلکہ اسلام کی عالی شان عمارت میں سلسلۃ الذہب کی مانند
مخلوط و ممزوج ہیں - نا انصافی - جھوٹ - غرور - کینہ کشی تہمت
تمسخر - عداوت - فضول خرچی - طمع - حرامکاری - خیانت
اور نفاق کی سخت ملامت کی گئی ہے - اور اُن کو قبیح
اور بے دینی بتلایا ہے - اور بہ مقابلہ اُن کے خیراندیشی -
فیض رسانی - عفت - بردباری - صبر و تحمل - کفایت شعاری
راستبازی - عالی ہمتی - حیا - صلح پسندی - حق دوستی - اور
ان سب پر بالا توکل بر خدا - اور انقیاد - امر الٰہی کو عماد
پرہیزگاری حقہ اور مومن صادق کی اصلی نشانی قرار
دی ہے ۔

جان ڈیونپورٹ صاحب اپنی کتاب موئید الاسلام صفحہ ۸۵

میں لکھتے ہیں :۔ فی الحال یہ امر بخوبی دریافت کرنا ناممکن ہے کہ اس قدر آدمیوں نے کیوں اسلام قبول کر لیا ۔ مگر یہ ہو سکتا ہے ۔ کہ ہم بعض بڑے بڑے سبب اس جگہ لکھیں ۔

اوّل سبب تو یہ ہے کہ تمام قرآن شریف خدا تعالےٰ کے بیان اور ایسے سنجیدہ مضامین سے پُر ہے ۔ کہ جن کے پڑھنے سے آدمی کے دل پر ایک خاص طرح کا اثر ہوتا ہے ۔ مگر جب اُسے اُن لوگوں نے پڑھا جو اپنے اہل شہر یہودیوں اور عیسائیوں کے ربط و ضبط کے سبب سے اپنی قدیم سود اعتقادیوں اور بُت پرستی سے متنفر تھے ۔ تو انہیں اور بھی اپنے مذہب کی بے بنیادی ثابت ہوگئی ۔

دوم یہ کہ اس مذہب میں تمام اُن مذاہب کے عمدہ عمدہ مسئلے اور رسوم اور روایتیں چُن کر رکھی گئی ہیں ۔ جو اُس زمانہ میں عرب میں رایج تھے ۔

سوم قرآن شریف ایسی حاوی کتاب ہے ۔ کہ اس میں معاملات دینی و دنیوی سب موجود ہیں ۔ بعض مؤرخ یہہ کہتے ہیں ۔ کہ ان سببوں کے سوا لوگوں کے زیادہ تر اسلام قبول کرنے کا یہہ باعث تھا ۔ کہ آں حضرت نے اس مذہب

ہیں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دی ہے - مگر غیر متعصب اور اہل انصاف اسے خیال بیہودہ سمجھتے ہیں - کیونکہ یہ بات ثابت ہو جائے گی - کہ آں حضرت نے کبھی اس قلیل ترغیب پر اپنے مذہب کی رواج دہی کیواسطے اعتماد نہیں کیا ٭

ہمیں یہ نہیں چاہئے - کہ ہم اس معاملہ میں عیسائیوں کے زہد و تقوے یا اہل یورپ کے رسم و رواج کو دیکھ کر رائے لگادیں - جب اہل عرب میں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کا رواج قدیم سے چلا آتا تھا - اگر آں حضرت نے بھی اس امر کا حکم دیا - تو اس سے آپ کے معتقدین کو کیا آزادی حاصل ہوگئی - بلکہ آپ کے احکام نے اس بات میں یعنی کثرت نکاح میں جس کا اہل مشرق میں بہت رواج تھا کمی کردی گھٹا کر محدود کردیا - اس زمانہ میں غیر تربیت یافتہ قوموں میں اکثر حرامکاری کا بہت رواج تھا - اور وہ اپنی رشتہ دار عورتوں سے خراب ہوا کرتے تھے - مگر جب آپ نے ان باتوں کی ممانعت قطعی فرمادی - تو وہ بالکل معدوم ہوگئی - اس سے صاف ظاہر ہے - کہ آپ کے وقت میں

تہذیب کو ترقی ہوئی۔ اور زوال نہیں ہوا۔ انتہیٰ۔
پھر وہی صاحب اپنی کتاب صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں کہ کوئی
ایسا آدمی نہیں۔ جو قرآن شریف کو پڑھے اور اس کے دل پر
خوف کا اثر نہ ہو۔ انتہیٰ۔
اور صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں۔ کہ قرآن شریف اُن خیالات
اور الفاظ اور قصص سے مبرّا ہے جو خلاف تہذیب خیال
کئے جا سکتے ہیں۔ مگر افسوس یہ عیب یہودیوں کی مقدس
کتابوں میں اکثر واقع ہیں۔ حقیقت میں قرآن شریف
ان عیوب سے ایسا مبرّا ہے۔ کہ اُس میں ذرا سی بھی حرف
گیری ناممکن ہے۔ اگر ہم اُسے اول سے آخر تک پڑھیں۔
تو کہیں ایسی بات نہ واقع ہوگی۔ کہ جس میں ہنسی آجائے۔
ریورینڈ راڈویل صاحب اگرچہ قرآن مجید کی نسبت چند
بے اصل اور غلط الزامات قایم کرتے ہیں۔ مگر اسپر بھی خلاف
توقع اُن کے قلم سے ایسا کچھ نکل گیا ہے۔ جس کو آنحضرت صلعم
اور قرآن مجید کا گویا معجزہ کہنا چاہئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں
کہ محمد کی زندگانی کا مدعا توحید الٰہی کا اعلان کرنا تھا۔ اور
وہ بیشک اُس میں کامیاب ہوگیا۔ جس قدر کہ نہایت صحیح

تاریخی واقعات پر نظر کرنے سے ہمکو محمدؐ کی سیرت سے اصلی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اُسی قدر ہوا کیگی۔ پر بدیڈ و اور دیگر مصنفین کی سخت کلامی اور بد زبانی ہمیشہ غلط ثابت ہوتی ہے۔ اور یہہ کہنا حقیقت الامر کے زیادہ تر قریب ہوگا۔ کہ وہ بیشک ایک اعلے درجہ کا شخص تہا۔ اگرچہ کچہہ نقص بھی رکھتا تھا۔ اور ایک سچا واعظ تھا۔ اگرچہ غلطی میں پڑا ہوا تھا۔ مگر اُس کی بہت سی غلطیوں اور نقصوں کی وجہ اُس کے زمانہ کی حالت تھی۔ اور ضرور ہے کہ جس مذہب کا وہ اصل بانی تھا۔ اُس میں سچائی اور نکوئی کے اصول بھی ہوں۔ ورنہ یہ معما حل ہونا مشکل ہے کہ اُس کی تعلیم کا اثر جس کو بے شبہ اُس کے پیروؤں کے فتحمند ہتھیاروں نے بہت تیز کردیا۔ اس وقت تک کہ تقریباً تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ ہمارے زمانہ کے پندرہ کروڑ آدمیوں میں جو کل دنیا کے چھٹے حصہ سے زیادہ ہیں۔ کس طرح قایم رہا۔ یہہ بھی مان لینا ضرور ہے کہ قرآن نے جس طور پر خدا کی ذات کی تعریف بلحاظ اُس کی وحدانیت اور تمام جہان کا پروردگار اور عالم الغیب اور قادر مطلق ہونے کے بیان کی ہے۔ اُس کے لئے وہ بہت

اعلیٰ درجہ کی تعریف کا مستحق ہے - اور یہ بھی مان لینا ہوا
ہے کہ قرآن اُس کو صرف خدائے واحد پر نہایت پُر جوش اور گہرا
یقین ہے - اور گو کہ اُس میں متوہمانہ تخیلات اور کہانیاں بھی
ہیں اور طفلانہ آداب و رسوم مذہبی کی بھی تعلیم کرتا ہے اور
ظلم و جور اور غلامی و تعدد ازدواج کی بھی اجازت دیتا ہے
مگر باوجود ان باتوں کے اُس میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی
عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ میں بیان کی گئی ہے - جو
باوجود اختصار کے قوی اور کثیر الدلالت اور ملہمانہ حکمت سے
بھرے ہوئے ہیں - اور اُس نے ثابت کر دیا ہے کہ اُس میں
ایسے اصول موجود ہیں - جن پر نہایت قوی قومیں اور گو
مستقل اور قیام پذیر بادشاہتیں تو شاید نہیں - مگر ملک فتح
کرنے والی سلطنتیں ضرور قایم ہو سکتی ہیں - اگرچہ اسلام بہت
سی باتوں کے لحاظ سے ایک ناکامیابی ہے - لیکن یہ زیادہ
قرآن ہی کی تعلیم کا نتیجہ تھا - کہ ایک بے آب و علف جزیرہ نما
کے باشندے جن کے افلاس کی برابری صرف ان کی جہالت
ہی کر سکتی تھی - نہ صرف ایک نئے مذہب کے پُر جوش
اور سچے پیرو بن گئے - بلکہ عُمرؓ اور بہت سے اور لوگوں کی

بلکہ اُس کے بزورِ شمشیر پھیلانے والے ہو گئے۔ وہ بڑی
مملکتوں کے بانی اور شہروں کے آباد کنندہ اور دستکاریوں
خاص کے اُنہوں نے خراب کئے تھے اُن سے زیادہ کتب
خانوں کے جمع کرنے والے ہو گئے۔ اور قسطنطنیہ - بغداد
قُرطبہ (کارڈووا) اور دہلی کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی
یورپ کو کپکپا دیا - اور اس طرح سے قرآن - جس میں یہ
وسیع قوت پائی جاتی ہے - اور جس میں ایسے اصول
ہیں کہ جو اس قوت کے ظہور کا منبع ہیں - اس قابل ہے
کہ اُس کی قدر ہمیشہ بلحاظ ایک مجموعہ قوانین اور سلسلہ تعلیم
مذہبی کے اُن تبدیلیوں کے اندازہ سے ہونی چاہئے - جو
اُس نے اُن لوگوں کی عادات و اعتقادات میں کیں
جنہوں نے اُسکو طوعاً خواہ کرہاً قبول کیا" والفضل ماشہدت
بہ الاعداء +

ڈوش صاحب جو ایک نامدار جرمن مؤرخ ہیں - لکھتے
ہیں - کہ

شادی و غم - عشق و محبت اور ہیبت و شجاعت کے وہ
عظیم الشان اظہارات جن کی کچھ خفیف سی صدائیں اب

ہمارے کانوں میں آتی ہیں۔ محمدؐ کے زمانہ میں پوری پوری آزادی رکھتے تھے۔ اور محمدؐ کو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ لوگوں سے صرف برابری ہی نہیں کرنی پڑی۔ بلکہ اُن پر فوق لے جانا پڑا تھا۔ اور اپنے کلام کی فصاحت و بلاغت کو اپنے دعوے رسالت کی دلیل گرداننا پڑا تھا۔ محمدؐ کے پیشتر کے شعراء نے عاشقانہ اشعار بہت کہے تھے۔ چنانچہ عنترہ نے جس کے عشق کا حال ایک بہت مشہور داستان میں لکھا ہے اور امرءالقیس نے جس کو محمدؐ نے پیشوائے شعرائے عرب مگر رہنمائے اہل جہنم بنایا ہے۔ نہایت عالی و آبدار مضامین عشقیہ نظم کئے۔ اور شراب و کباب اور معشوقان ماہ وش و سیمیں تن کی تعریف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ مگر محمدؐ نے عاشقانہ مضامین نظم نہیں کئے۔ نہ کوئی عاشقانہ غزل لکھی نہ اس دنیائے فانی کے رنج و راحت نہ عرب کی شمشیر آبدار و شتر بے مہار۔ نہ عرب کے رشک و حسد اور خواہش انتقام۔ نہ کسی قبیلہ و قوم کے آبا و اجداد کی شجاعت و جوانمردی نظم کی۔ نہ کوئی ایسا مضمون بیان کیا۔ جس سے معلوم ہو کہ اُس کے نزدیک وجود بشر کی

کوئی حقیقت ہی نہیں - اور انسان کے لئے مطلقاً فنا ہو جاتا ہی ہے - الغرض اُس نے لوگوں کو شعر و سخن نہیں سکہایا بلکہ اسلام سکہایا - اور کیونکر سکہایا کہ زمین و آسمان کو شق کرکے جنت و نار کو مجسم کرکے دکہا دیا (رسالہ کوارٹرلی ریویو جلد ۱۲۷ نمبر ۲۵۴ - لنڈن ۱۸۶۹ء)

سر ولیم میور صاحب اپنی کتاب لائف آف محمد میں لکھتے ہیں - چونکہ محمدؐ کو اپنی رسالت کا نہایت قوی اور مضبوط اعتقاد تہا اسلئے اُسکی طرف سے دین (اسلام) کے مواعظ میں بڑی قوت و شدت ظاہر ہوتی تھی - اور چونکہ فصاحت میں بھی اُس کو کمال تہا لہذا اُس کا کلام عربی زبان میں نہایت خالص اور بغایت موثر تہا - اُس کے ملکۂ زبان آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالم تصویر بنا دیا - اور اُس کے نہایت روشن اور زندہ خیالات نے قیامت و روز جزا اور نعمائے بہشت و عذاب جہنم کو سامعین کے نہایت قریب تر بلکہ پیش نظر کر دکہایا معمولی گفتگو میں تو اُس کا کلام آہستہ - مفصل اور قوی تہا - مگر ہنگام وعظ آنکھیں سرخ اور آواز بہاری اور بلند ہو جاتی تھی - اور تمام جسم ایک ایسی حالت جوش و خروش میں ہو جاتا تہا - گویا کہ وہ لوگوں کو کسی غنیم کے آنے کی

خبر دیتا ہے۔ جو دوسرے روز یا اُس رات ہی کو اُن پر
آن پڑے گا۔

مسٹر گبن صاحب مورخ لکھتے ہیں۔ کہ قرآن خدا کی
وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہے۔ مکہ کے پیغمبر نے
بتوں کی۔ انسانوں کی۔ ثوابت اور سیاروں کی پرستش
کو اس معقول دلیل سے رد کیا۔ کہ جو شے طلوع ہوتی
ہے۔ غروب ہو جاتی ہے۔ اور جو حادث ہے وہ فانی ہوتی
ہے۔ اور جو قابل زوال ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے۔ اُس
لئے اپنی معقول سرگرمی سے کائنات کے بانی کو ایک ایسا
وجود تسلیم کیا جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ نہ کسی شکل
میں محدود۔ نہ کسی مکان میں اور نہ کوئی اُس کا ثانی موجود
ہے جس سے اُس کو تشبیہ دے سکیں۔ وہ ہمارے نہایت
خفیہ ارادوں پر بھی آگاہ رہتا ہے۔ بغیر کسی اسباب کے
موجود ہے۔ اخلاق اور عقل کا کمال جو اُسکو حاصل ہے
وہ اُس کو اپنی ہی ذات سے حاصل ہے۔ ان بڑے بڑے
حقایق کو پیغمبر نے مشہور کیا اور اُس کے پیروؤں نے اُن کو
نہایت مستحکم طور سے قبول کیا۔ اور قرآن کے مفسروں نے

معقولات کے ذریعہ سے اُن کی تشریح و تصریح کی۔ ایک حکیم جو خدا تعالیٰ کے وجود اور اُس کی صفات پر اعتقاد رکھتا ہو مسلمانوں کے مذکورہ بالا عقیدہ کی نسبت یہہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ایسا عقیدہ ہے جو ہمارے موجودہ ادراک اور قوائے عقل سے بہت بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ جب ہمنے اُس لا معلوم (یعنی خدا) کو زمان اور مکان اور حرکت اور مادہ اور حس اور تفکر کے اوصاف سے مبرا کردیا۔ تو پھر ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لئے کیا چیز باقی رہی۔ وہ اصل اوّل (یعنی توحید ذات و صفات باری تعالیٰ) جس کی بنا عقل اور وحی پر ہے محمدؐ کی شہادت سے استحکام کو پہونچی۔ چنانچہ اُس کے معتقد ہندوستان سے لیکر مراکو تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں۔ اور تصویروں کے ممنوع کردینے سے بت پرستی کا خطرہ مٹا دیا گیا ہے۔

کارلل صاحب اپنی کتاب کی جلد ۲ میں صفحہ ۲۱۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ صادق کا کلام ہے اور صداقت سے پُر ہے۔

فاضل نامور ماسٹر رامچندر اعجاز قرآن صفحہ ۲۴ میں

لکھتے ہیں کہ جیسے توریت و انجیل کلام اللہ اور کتاب اللہ اور وحی اللہ ہیں۔ اور اُن کا خلاصہ قرآن ہے۔ پس ظاہر ہے کہ قرآن بھی کلام اللہ اور کتاب اللہ اور وحی اللہ ہوا اور نہ بناوٹ انسانی انتہیٰ۔

رسالہ النبی المعصوم مطبوعہ بمبی ۱۸۸۱ء میں پادری ہوپری صاحب لکھتے ہیں۔ صفحہ ۱ قرآن شریف اقرار کرتا ہے۔ کہ وہ خود خدا کا کلام ہے۔ اور وہ آپ کو یہودی اور عیسوی شریعت کا مخالف نہیں ٹھہراتا۔ بلکہ یقین کرتا ہے۔ کہ اس تمام دفتر کا جو آسمانی الہام سے ہے ایک باقی حصہ ہے۔ فی الحقیقت اُس نے عیسوی قوانین سے بہت سی تکلیفات اور آئین موقوف کئے ...... لیکن ایسا کرنے میں وہ بتلاتا ہے۔ کہ جس طرح اگلے زمانہ میں توریت سے ہوا کرتا تھا۔ اُسی طرح وہ بھی کرتا ہے۔ یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید۔ جب وہ انبیائے سلف کا بیان کرتا ہے تو اُن کی نہایت تعریف کرتا ہے۔ بڑی تعظیم وتکریم سے پیش آتا ہے۔ اگرچہ بہت سے مقام اور اکثر آیات میں عیسیٰ کی الوہیت سے نفرت کرتا ہے۔ تو بھی

اُس کو تمیع انبیاء اُلو العزم کے طور پر عیان و بیان کرتا ہو وجہ

دفعہ ۵ — اس امر کی شہادت کہ نصاریٰ کفار عرب بھی قرآن کی بے نظیری اور لاثانی ہونے کے قایل اور اُس کی فصاحت و بلاغت سے خیرہ اور حیران تھے۔ یہاں سے ظاہر ہے۔ کہ قرآن کی بہت سی آیتیں ہیں جن میں بیان ہوا ہے۔ کہ قریش و یہود نے محمد کو ساحر اور قرآن کی آیتوں کو سحر اور سحر مبین کہا ہے۔ مثلاً سورۂ صاد میں مرقوم ہے۔ کہ وقال الکٰفرون ھذا ساحرٌ کذّابٌ یعنی منکروں نے کہا کہ یہ جھوٹا جادوگر ہے۔ پھر سورۂ زخرف میں ہے۔ کہ ولما جاءھم الحق قالوا ھذا سحر۔ یعنے جس وقت کہ حق اُن کے پاس پہونچا تو بولے یہ جادو ہے۔ پھر سورہ احقاف میں مذکور ہے۔ کہ قال الذین کفروا للحق لما جاءھم ھذا سحرٌ مبین یعنے منکر جس وقت حق بات اُنہیں ملتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے (میزان الحق باب ۲ فصل ۴ صفحہ ۳۰۵) پھر سورہ مدثر میں ہے فقال ان ھذا الا سحر یوثر۔ سو کہا کہ نہیں یہ (جو محمد صاحب کہتے ہیں، مگر جادو کہ تعلیم کیا جاتا ہے ان ھذا الا قول البشر

نہیں ہے یہ مگر قول آدمی کا۔ پھر سورہ انبیا میں واسروا النجوی الذین ظلموا ھل ھذا الا بشر مثلکم افتاتون السحر وانتم تبصرون اور چھپا کر مشورت کی بے انصافوں نے کہ نہیں ہے یہ شخص مگر آدمی تمہیں سا کیا پس آتے ہو سحر کے پاس آنکھوں دیکھتے ×

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کی آیتونکو فصاحت و بلاغت میں لاثانی اور طاقت انسانی سے باہر ہونے کے سبب معارضہ سے عاجز آکر بڑے بڑے مخالف شعرائے عرب سحر اور جادو کہتے تھے۔ اور گو بسبب ضد اور تعصب عناد قلبی کور باطنی شقاوت ازلی کے ایمان نہ لائے مگر اس کلام معجز نظام کے اسلوب عجیب کو دیکھ کر سراسیمگی اور حیرانی کی حالت میں اُن کو بھی مجبور آیہی کہنا پڑا کہ یہ سحر عظیم اور سحر مبین ہے جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا ×

تاریخ گواہ ہے کہ عرب جاہلیت باوجود اُس غایت درجہ کی عداوت و مخالفت کے جو بانی اسلام علیہ السلام سے رکھتے تھے۔ اور اُس اعلےٰ و اکمل درجہ کی دستگاہ کے جو فصاحت و بلاغت میں اُن کو حاصل تھی اور اُس

انتہا کی حد و کد اور اصرار و استبداد کئے جو آں حضرت صلعم کے دعوے رسالت کی تکذیب اور قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کی تردید میں کرتے تھے۔ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی چھوٹی سورت کی مانند بھی نہیں لا سکے اور اُن کا وہ سب سے بڑا اور نامی گرامی شاعر جو انا و لاغیری کا دم بھرتا تھا۔ اور جس کا نام لبید تھا۔ سورہ بقرہ کی چند آیتوں کو پڑھ کر بے اختیار چلا اُٹھا۔ کہ خدا اور اُس شخص کے سوا جس پر وحی نازل ہوتی ہو۔ کوئی انسان ایسا کلام نہیں کر سکتا۔ اور فوراً شرک اور بت پرستی کو چھوڑ کر مسلمان ہو گیا *

فاضل نامور بابو راجچند را اپنی کتاب اعجاز قرآن مطبوعہ ۱۸۹۵ء صفحہ ۱۸۰ میں فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے یہ دعوے کبھی نہیں کیا کہ ہم کوئی کتاب یا رسالہ مثل قرآن کے باعتبار فصاحت زبان کے تیار کر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ کہا کہ ایسے قصے جو قرآن میں ہیں ہم بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ وقالوا لو نشاء لقلنا مثل ھذا ان ھذا الا اساطیر الاولین *

دفعہ ۲۶ - رسالہ اصل و افزایش و زوال دین محمدی
صفحہ ۳۹ میں پادری جے ولسن صاحب فرماتے ہیں یہ ناحق
کا دعوے قرآن کی عجیب عبارت کی بابت ناخواندوں کو
قایل کرنے کے لئے محمد کے بہت کام آیا - کہ جب وہ اُنکے
یار و انصار جنہوں کا مطلب یہہ تہا کہ حق و ناحق اُسکی
رسالت کو تلوار سے ثابت کریں - جب اس دعوے کی
شناخت ہونے لگی - اگر کوئی اُس کا انکار کرتا وہ فوراً
اُسے قتل کرتے الخ - اور صفحہ ۲۸ میں لکھتے ہیں - محمد کی
کامیابی کا دوسرا سبب یہ تہا - کہ اسلام بہ حیثیت ایک
جنگی جہادی دین ہے - قرآن کے ملاحظہ کرنے سے ثابت
ہوتا ہے - کہ اپنی سعی کے شروع میں محمد نے حیلہ کے وسیلے
سے اپنا مطلب بہم پہنچانے کی کوشش کی - کہ جب تک
وہ مکہ میں رہے - اور اُس کے رفیق اور انصار کم تہے - اُسکا
مزاج اور تعلیم بہت ملایم تہی - تب تک وہ یہ تمام
مقدور جبر کرتا - اور تیغ چلانا دین کی خاطر ناروا اور بیجا
ٹہراتا رہا - لیکن جس دن سے کہ مدینہ میں رفیق و انصار
کی فوجیں اُس کے پاس جمع ہونے لگیں - دین کی خاطر جبر

کرنا۔ اور تیغ چلانا۔ جایز اور موجب ثواب سمجھا الخ ۔

اور پادری راجرس صاحب تفتیش الاسلام صفحہ ۲۲
میں لکھتے ہیں۔ مدینہ میں آکر محمدؐ نے زور پکڑا۔ اور کھلا
کھلی ظاہر کیا۔ کہ خدا کی راہ میں جہاد فرض ہے پس اُسکے
پیرؤں نے جہاد کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ اُنہوں نے اس میں
دو فایدے دیکھے۔ اول عاقبت بخیر ہونا۔ دوم دنیوی فایدہ الخ
اور صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں۔ جب تھوڑے سے لوگ اُس کے
معتقد ہو گئے۔ تو عرب کے فرقے غصہ سے بھر گئے۔ اور
اُس کے مار ڈالنے کی فکر کی۔ اس لئے سنہ ۶۲۲ ع میں وہ
مع اپنے پیرؤں کے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر گئے ۔

یہاں پہلا حوالہ جو ہم نے تحریر کیا ہے اُس میں پادری
جے ولسن صاحب کا یہ دعوے ہے۔ کہ قرآن کا معجزہ فصاحت
جبراً منوایا جاتا تھا۔ اور جو کوئی انکار کرتا اصحاب اُسے
تلوار سے قتل کر ڈالتے تھے۔ اور خواہ نخواہ معجزۂ فصاحت
اور رسالت کا اقرار کرواتے تھے۔ اور دوسرے حوالوں سے
اتنا ظاہر ہے۔ کہ مکہ شریف میں جس قدر آں حضرت کے پیرو
ہوئے نہ جبراً اور بزور شمشیر۔ بلکہ رضا و رغبت اور صدق دل

سے ایمان لائے تھے۔

اور پھر یہ کہ دو فقرے لیکن جس دن سے کہ مدینہ

میں رفیق و انصار کی فوجیں اُس کے پاس

جمع ہونے لگیں الخ اور مدینہ میں آکر محمد نے

زور پکڑا۔ اور کھلا کھلی ظاہر کیا کہ جہاد فرض

ہے۔ صریح الدلالت ہیں اسپر کہ جہاد کے حکم آنے اور
حضرتؐ کے کفار کے ساتھ قتال کرنے سے پیشتر آپ کے
بہت سے لوگ مطیع ہو چکے تھے۔ اور آپ کا مذہب رونق
پکڑ چکا تھا۔

اور پھر یہ کہ لڑائی کے باعث اور مقدمہ آن حضرتؐ سے نہ
بلکہ کفار ہی جہاد و قتال کا بہ کلی موجب[1] ہوئے۔ اور
اُنہوں نے ہی تمام حقوق خویشی و یگانگی کو بالائے طاق

---

[1] وھم بدءوکم اول مرۃ۔ اور اُنہوں نے ہی تم سے پہلے ابتدا کی۔

رکھ کر حضرتؐ کا یہاں تک ناک میں دم کیا کہ آپ پر زیست دشوار ہوگئی۔ تین سال تک شعبہ ابی طالب میں قید رہے۔ اور مدینہ میں آپ کے ہجرت کرنے اور وطن چھوڑ دینے پر بھی وہ اپنے بُرے منصوبوں سے باز نہ آئے تب بہ مجبوری تنبیہ مفسدین و اشرار کے لئے جہاد کا حکم حضرتؐ سے نافذ فرمایا۔ اگر کفار اشرار کچھ بھی حضرتؐ کے ساتھ ڈھیلے ہوتے اعلائے کلمۂ حق سے باز نہ رکھتے۔ مار ڈالنے کی فکر نہ کرتے۔ تو ہرگز آپ اُن سے نہ لڑتے کفار ہی سے تو پہل ہوئی۔ حضرتؐ کی طرف جبر و قتال کی نسبت بیجا ہے۔ پس وہ بے شمار لوگ جو جہاد کے حکم آنے سے پیشتر آں حضرتؐ اور قرآن پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ اُن کا معجزۂ فصاحت پر ایمان لانا مجبوراً اور شمشیر کے ڈر سے نہ تھا۔ بلکہ صدق دل سے انصار و مہاجرین قرآن پر ایمان لائے ہوئے تھے اور قرآن کے لاثانی۔ اور عدیم النظیر ہونے کے معتقد تھے۔

پھر یہ کہ معجزہ فصاحت کا مذکور اکثر انہیں سورتوں میں ہے۔ جو مکہ شریف میں اُتریں۔ جیسے بنی اسرائیل

ہود - یونس - طور وغیرہ - اور یہیں فصاحت کا کمال زور و شور تھا - اور سبعہ معلقہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکائے ہوئے تھے - اور وہیں سب فصحا فصاحت قرآن سے دنگ ہوگئے - پس کوئی وجہ نظر نہیں آتی حضرت اور آپ کے اصحاب کے جبراً اور بزور شمشیر یہ معجزہ منوانے کی - اور یہاں سے پادری صاحبوں کے یہہ دعوے بیجا صریحاً جنون اور خبط اور بیوقوفی سے معلوم ہوتے ہیں*

دفعہ ۷ - اسباب معجزہ قرآنی

(۱) اس کا پرلے درجہ کا فصیح و بلیغ ہونا - اسکی ہر ترکیب حسب موقع - اور تشبیہہ اور مجاز اور کنایہ حسین لطافت سے مستعمل ہونا - باوجود اس کے تنافر اور وحشت کلمات - اور غیر مانوس الفاظ سے پاک وصاف ہونا اور کسی امر خلاف تہذیب کا اس میں دخل تک نہونا -

(۲) اسلوب اس کلام پاک کا مخالف اسالیب بشری کے ہے - خصوصاً مطالع اور مقاطع میں*

(۳) تناقض اور اختلاف اس میں مطلقاً نہیں ہے*

(۴) غیب کی خبریں اور صحیح صحیح قصص ماضیہ اسمیں مندرج ہیں۔ جو کہ کسی تواریخ سے نہیں لئے گئے ۔

(۵) اس[1] میں پیشین گوئیاں ہیں۔ جو اپنے وقت پر وقوع میں آئیں۔ اور آتی جاتی ہیں۔ جیسے غلبہ اسلام۔ بر جمیع ادیان۔ خبر فتح روم بر فارس۔ خبر فتح بیت المقدس۔ تسلط صالحین بر ارض شام۔ عدم دخول مشرکین بہ بیت الحرام وعدہ خلافت اصحابہ و تمکن دین سے نے الارض۔ عصمت آں حضرت از قتل وغیرہ ۔

(۶) اس کے خیالات بلند۔ اور مضامین پاکیزہ اور عالی ہیں ۔

(۷) یہ کتاب تمام دینی صداقتوں کی جامع ہے۔ کوئی شخص امر دین کی نسبت کوئی صداقت بیان نہیں کر سکتا۔ جو اس میں پہلے سے مذکور نہو ۔

---

[1] تاثیرات کلام ربانی۔ اور صداقت قرآنی سے آگاہ ہونے کے لئے جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیاں کی کتاب براہین احمدیہ کو دیکھنا ہر شایق دیندار کے لئے لازم اور ضروری ہے۔ فیروز الدین ۔

(۸) یہ کلام جمیع روحانی۔ اور جسمانی مرض کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ اور اپنی تاثیروں میں کمال کے درجہ تک پہونچا ہوا ہ

اور کوئی کلام اگر مکرر پڑھیں تو پہلے سا لطف نہیں رہتا اس مقدس کو جتنی دفعہ پڑھو لطف تازہ۔ اور لذت بے اندازہ حاصل ہوتی ہے۔

(۱۰) باوجودیکہ اس میں بہت سے امور ایسے ہیں جو فصاحت میں نقصان لانے والے ہیں۔ تو بھی یہ کلام فصاحت میں اس انتہا کو پہونچا ہوا ہے۔ کہ عقول بشر ہی اُس کی لطافت۔ اور سلاست اور بلاغت سے حیران ہیں ہ

۵۔ ہر ملک کے فصیح اکثر دیکھی یا سنی ہوئی چیزوں جیسے گھوڑا یا اونٹ یا عورت۔ یا مرد۔ یا رزم و بزم وغیرہ کی صفت میں اظہار فصاحت کر سکتے ہیں۔ اور اس کلام میں بیشتر اُن چیزوں کا ذکر ہے۔ کہ جنہیں نہ کسی نے دیکھا اور نہ سُنا۔ جیسے بہشت کی خوبیاں۔ دوزخ کی صعوبتیں۔ نہر کوثر

سلہ پیشین گوئیاں حضرت رسول خدا صلعم کے دیکھنے کے لئے میں کتاب نوید جاوید مصنفہ جناب سید ابو الغفور صاحب امام فن مناظرہ اہل کتاب کی طرف توجہ دلاتا ہوں ۱۲

سلسبیل - تسنیم وغیرہ کا ذکر ۔

(ب) شاعر جہاں تک جھوٹ میں ترقی کرے اُتنا ہی اُس کے کلام میں زیادہ لطف ہو جاتا ہے - اور اس کتاب مقدس میں جھوٹ سے نفرت اور پرہیز اور سچائی کا کمال ظاہر ہے ۔

(ج) کوئی شاعر یا ناثر اگر کسی مضمون کو مکرر لکھے تو فصاحت میں نقصان آجاتا ہے اور اول سا لطف نہیں رہتا - اور اس کلام پاک میں جس جگہ کوئی بات دوبارہ آئی ہے - لطف زیادہ ہوا ہے ۔

(د) کوئی کلام جب طول ہو تو پھر فصاحت مشکل ہے اور یہ کلام باوجود اتنے ضخیم ہونے کے کہیں فصاحت کے درجہ سے نہیں گرا ہے - سب جگہ یکساں فصیح و بلیغ ہے ۔

(ہ) ہر شاعر ایک فن خاص میں مہارت رکھتا ہے - اور اسی میں اظہار فصاحت کرسکتا ہے - اور قرآن شریف میں بندش ایک امر کی نہیں جمیع علوم و فنون کا جامع اور وہی صداقتوں کا منبع اور مخزن ہے - "تلک عشرة کاملة"

دفعہ ۸ - پادری جے ولسن صاحب بہادر - اپنی کتاب میں لکھتے ہیں - کہ قرآن شریف میں نبیوں اور

نقلوں کا مفصّل اور مسلسل تذکرہ نہیں۔ اور توریت و انجیل کی روایات کا تذکرہ بہ ترتیب صحیح نہیں ہے۔ بے ترتیب سا تذکرہ ہے۔ جیسا کسی سے سنا سنایا ہو۔ اور بے ترتیبی سے لکھا ہوا ہو (دیکھو رسالہ اصل افزایش و زوال دین محمدی صفحہ ۱۲) لیکن میں کیا کہوں ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن شریف میں کوئی قصہ بطور کتھا یا کہانی کے ہرگز نہیں ہے اُس کا تو اسلوب اور طرز تحریر ہی عجیب اور نرالا اور ممتاز ہے۔ اُس میں کسی قصہ سے قصہ مقصود بالذات نہیں ہے۔ بلکہ عبرت انام و تذکیر عوام۔ و ہدایت عام۔ و اظہار رفعت باری تعالے وغیرہ ہ

قرآن شریف کا تو خاص مقصد اور منشا یہ ہے کہ وہ جمیع علوم اوّلین و آخرین اور تمام اصول اور صد اقتیں دینی اور معاملات موجودہ و دنیاوی۔ کامل طور پر نہایت موجز اور مدلل عبارت میں کوٹ کوٹ کر بھر دے اور تمام کتب سلف کا خلاصہ اور لب لباب مختصر سی عبارت میں جمع

کر دے - جس کا پڑھنا پڑھانا یاد کرنا چند روزہ عمر کے
بہت کم حصہ میں ہر شخص کو نصیب ہو سکے - کیونکہ بقا ئو
احکام قرآن شریف خدا تعالی کو روز قیامت تک منظور
ہے - اور تا کہ بہ سبب قلت فرصت اور کثرت مشاغل کے
کوئی شخص برکات اور فیوضات کلام الہی سے محروم
نہ رہے - اور طبایع ملول نہوں - اقل اور اول عبارت
میں جمیع حقایق و دقایق جمع کر دئے گئے ٭
اور بے ترتیب اور غیر مسلسل سا تذکرہ نبوتوں کا اس میں
اس لئے ہے - کہ اُن کا سلسلہ وار بیان جو کہ بہت طول
تھا - لکھنا منظور نہیں ہوا - کیونکہ وہ تحصیل حاصل تھی - جب
کہ کتب انبیار سلف میں وہ سلسلہ وار موجود ہیں تو اب
بجز مختصر تذکرہ نبوت کے جو محض تصدیق اور یاد دہی کے
واسطے تہا - اُس کا تفصیل وار بیان بے فایدہ تھا ٭ اور
یہ گمان کہ آں حضرت نے سنکر نقل کیا ہے بالکل باطل
اور بادر ہوا ہے - اس واسطے کہ قرآن شریف میں تحریفات
عہد عتیق و جدید اور غلطی عقاید یہود و نصارا کا اظہار ہے
پس اگر سُنی سنائی باتوں پر صاحب قرآن کا مدار ہوتا

تو اغلاط کتب سابقہ اور عقاید باطلہ یہود و نصاریٰ کی تردید اس میں نہ ہوتی۔ یہاں سے ثابت ہے کہ اہل کتاب سے زیادہ صاحب قرآن کو توریت و انجیل کے مضامین سے آگاہی تھی۔ یہاں تک کہ خود اہل کتاب کے علماء کے قایل کرنے کے لئے توریت منگائی جاتی تھی۔ قال اللہ تعالےٰ۔ قل فاتوا بالتوریۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین ×

ایسا ہی سر ولیم میور صاحب وغیرہ نے بڑی جد وجہد کے بعد اپنے نزدیک قرآن شریف میں یہ عیب نکالا ہے کہ اس کے قصص و احکام اور بیانات میں بے ربطی ہے چنانچہ گبن استہزاءً لکھتا ہے۔ کہ یوروپ کا کافر قرآن کے قصص اور مواعظ اور بیان کی بے انتہا ناموزوں بے ربطی کو جس سے شاذ ہی کوئی تصور یا خیال پیدا ہوتا ہے اور جو کبھی تو ایسا پست ہے کہ گویا زمین پر لوٹتا ہے۔ اور کبھی ایسا بلند ہے۔ کہ گویا بادلوں کے پار ہو جاتا ہے۔ بے صبری کے ساتھ پڑھتا ہے۔ اور اگرچہ اس نے اس کی وجہ نہایت انصاف سے خود ہی بیان کردی ہے۔

کہ طرز بیان کی فصاحت و بلاغت ترجمہ کے ذریعہ سے
یورپ کے کانوں تک نہیں پہونچ سکتی۔ مگر ہم پر فرض ہے
کہ اس کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کریں تاکہ ناظرین
کو معلوم ہو جائے کہ مخالفین کے بیانات میں کہاں تک
سچائی ہے۔

واضح ہو کہ قرآن مجید اپنی اصلی موہنی اور دلربا صورت
میں فرنگستان میں نہیں پہونچا۔ بلکہ اس شکل میں وہاں
پہونچا ہے جس کا خاکہ مسٹر گاڈفرے ہگنس نے عمدہ
طور پر ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ اگر عبرانی کتب مقدسہ
کا ترجمہ اس طرح پر شایع کیا جاتے کہ ہر لفظ قابل تبدیل
نہیں اور شایستہ معنے سے ذلیل اور غیر مہذب معنی
میں بدل دیا جائے ۔ اور ہر آیت کا مضمون کسی جوڑ
توڑ اور ناقابل برداشت غلط ترجموں اور غلط تاویلوں
کے ساتھ مصنف پر معیوب معنی پہنانے کا ذریعہ بنایا
جائے ۔ اور ایک بے قدر اور خراب شرح اس کے ساتھ
دی جائے تو اس ذریعہ کا کسی قدر تصور بندھ سکتا
ہے کہ جس کی وساطت سے قرآن کی اشاعت یورپ

میں ہوئی ہے۔ اور چند اور مشہور و معروف عیسائی مصنفوں نے بھی اسکی تائید کی ہے۔
چنانچہ مانشیور بیلوار جو ایک فرانسیس مترجم قرآن ہے۔ مانشیور ڈوداید یہ شخص گورنمنٹ فرانس کی طرف سے مقر میں کانسل تھا اور زبان عربی و ترکی جانتا تھا، کے ترجمہ کی نسبت لکھتا ہے۔ کہ اگر قرآن جو تمام ایشیائی ملکوں میں عبارت کے کمال اور قوت خیالات کے مجد و اجلال میں اعلے مرتبہ پر ہے ڈوداید کے ترجمہ میں ایک نامرتب اور سست و بیمزہ بیان کہ جس سے طبیعت دق ہوجاتے معلوم ہو۔ تو یہہ الزام اس طرز پر لگانا واجب ہے جو ڈوداید نے اس ترجمہ میں اختیار کی۔ یہ کتاب زبور داؤد کی مانند جدا جدا آیتوں میں ہے۔ یہ طرز تحریر جو نبیوں نے اختیار کی اس غرض سے تھی کہ نثر میں زندہ خیالات اور نظم کے استعارے اور محاورات بیان میں آسکیں۔ ڈوداید نے بلالحاظ متن کے سب آیتوں کو ملا دیا۔ اور اُن کو ایک بیان مسلسل کردیا۔ اور اس ہیئت کے رفع کرنے کو

تکمی تفسیریں اور جھگڑا لو عبارتیں بیچ میں ملا دیں جس سے اس کے خیالات کی شان اور عبارت کی فصاحت کی بالکل جاتی رہی۔ اور اصل کی تعریف نا ممکن ہو گئی۔ اس ترجمہ سے کوئی نہیں خیال کر سکتا۔ کہ قرآن عربی زبان میں وحید و فرید ہے۔"

اور اسی ترجمہ کی نسبت سیل صاحب لکھتے ہیں کہ اسکو ہر صفحہ میں غلطیاں ہیں اور اکثر تبدّل اور حذف و زیادتی کی ایسی خطائیں ہیں جو اس قسم کی تصنیف میں معاف و معذور نہیں ہو سکتیں۔"

قرآن مجید کا ایک اور ترجمہ جو فادر لیوئیس مراکشی نے کیا۔ اور عالی المتن مع حاشیہ چھاپا گیا۔ اس کی نسبت مانشیور سیوادی لکھتا ہے۔ کہ اس فاضل صاحب نے جس نے چالیس برس ترجمہ اور تردید کرنے میں صرف کئے صحیح طریقہ کا برتاؤ کیا۔ یعنی متن کے موافق آیتوں کی تقسیم کی مگر ترجمہ لفظی کر ڈالا۔ اس نے قرآن کے مضمون کو نہیں بیان کیا۔ بلکہ اس کو لاطینی وحشی زبان میں پریشان کر دیا ہے۔ اور گو اصل عبارت کی سب خوبیاں اس ترجمہ ہو جاتی

رہیں۔ تاہم اس ترجمہ کو ڈُوڈ وایڈ کے ترجمہ پر ترجیح ہے۔ مراکسٹی نے جو ایک نہایت متعصب شخص تھا۔ ایک رسالہ بھی اسلام کی تردید میں اس ترجمہ کے ساتھ چھاپا تھا۔ اُس کے طرز استدلال کی نسبت مسٹر سیل لکھتے ہیں کہ "جو حاشیے اس نے لگائے وہ تو بڑے فاید ے کے ہیں مگر اس کی تردید جس کی وجہ سے کتاب کی ضخامت بہت بڑھ گئی۔ وہ بہت ہی کم یا کسی کام کی نہیں۔ کیونکہ اکثر ناکافی اور گاہ گاہ گستاخانہ ہے"

پہلا انگریزی ترجمہ جو مسٹر الگزنڈر راس نے کیا وہ ڈُوڈ وایڈ کے ترجمہ کا ترجمہ ہے۔ اور اس لئے وہ خرابی اس میں بھی ہے جو ڈُوڈ وایڈ کے ترجمہ میں ہے۔ البتہ دوسرا ترجمہ جو مسٹر جارج سیل نے کیا کسی قدر اچھا ہے۔ مگر وہ عیب جس کی شکایت سیواری نے کی ہے اور جنے لطف مناسبت وارتباط آیات کو کھو دیا۔ جس کے باعث سے پڑھنے والوں کو ایک بے مزہ پھیکی اور اُلجھاؤ کی تقریر معلوم ہوتی ہے۔ اُس میں بھی موجود ہے۔ یعنی آیتوں کی تفریق نہیں کی اور تمام کتاب کو ایک بیان مسلسل کر دیا ہے ۔

غرضکہ اس قسم کے ترجموں کے ذریعہ سے قرآن مجید یورپ
میں پہونچا ہے۔ اور مسلمانوں کو تو خدا نے توفیق ہی نہیں
دی۔ کہ خود دوسری زبانوں میں ترجمہ کرتے اور مختلف
ملکوں میں شایع کرتے۔ اور اس طرح پر قرآن مجید کا اصلی
حسن وجمال لوگوں کو دکھاتے مگر بقول سعدی ؎

حاجت مشاطہ نیست روی دلارام را

اُس نے خود ہی اپنے روئے روشن سے نقاب اُٹھاکر
وہ ربانی تجلّے کی کہ اُنہی لوگوں میں سے جو اُسکے مخالف
اور منکر تھے حقیقت بین اہل نظر کو اپنا والہ وشیدا کرلیا
اور وہ ہزار دل سے اُس کے خداداد حسن وجمال اور فضل
وکمال پر فریفتہ ہوگئے اور بے اختیار اُن کی زبان پر
آگیا کہ وہ از سرتاپا صداقت اور ہر قسم کے اوصاف کا معدن
ومخزن ہے۔ چنانچہ مسٹر طامس کارلایل مرحوم جو
اس صدی میں نہایت مشہور ومعروف فضلا میں سے ہیں
فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک قرآن میں سچائی کا جوہر
اُس کے تمام صفحے میں موجود ہے جس نے اُسکو وحشی
عربوں کی نظر میں مشتہر کردیا تھا۔ سب سے اخیر یہ کہا

جا سکتا ہے۔ کہ یہ کتاب یعنی قرآن سب سے اول اور سب سے اخیر جو عمدگیاں ہیں وہ اپنے میں رکھتا ہے اور ہر قسم کے اوصاف کا بانی ہے۔ بلکہ در اصل ہر قسم کے وصف کی بنا صرف اسی سے ہو سکتی ہے۔"

مسٹر گاڈفرے ہیگنس جو وہ بھی علم و فضل اور بے تعصبی و انصاف پسندی میں بڑے عالی رتبہ شخص ہیں۔ لکھتے ہیں۔ کہ مسیح کی انجیل کی طرح قرآن غریب آدمی کا دوست اور غمخوار ہے۔ بڑے آدمیوں کی ناانصافی کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے۔ وہ آدمیوں کی باعتبار مدارج کے توقیر نہیں کرتا۔ یہ امر اس کے مصنف کی (خواہ وہ عرب کے نامی پیغمبر محمد ہوں۔ خواہ ان کے خلیفہ عثمان) لازوال نیکنامی کا باعث ہے کہ اس میں ایسا ایک بھی حکم نہیں بتایا جا سکتا ہے۔ کہ جس میں پولیٹیکل خوشامد درو داری کی طرف ذرا سا بھی میل ہو۔ جیسا کہ ویسٹ منسٹر ریویو میں منصفانہ رائے دی گئی ہے کہ اگر خود مختار و جابر ایشیائی فرمان رواؤں کو ان کے ارادہ سے کوئی چیز کبھی روک سکتی ہو تو وہ غالباً قرآن کی ایک

بے تکلف آیت کسی ذی جرأت واعظ کی زبانی ہو گی
مسٹر جان ڈیون پورٹ جو یہ بھی ایک ٹرہو عالم
اور غیر متعصب شخص ہیں فرماتے ہیں کہ "منجملہ اُن بہت
سی اعلےٰ درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کے لئے واجب
طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں۔ دو خوبیاں نہایت
بیّن ہیں۔ یعنی اول تو اُس کا وہ مستقل ادب ہیبت و
رعب سے بھرا ہوا طرز بیان جو ہر ایک مقام پر جہاں
خدا تعالےٰ کا ذکر یا اُس کی ذات کی طرف اشارہ ہے
اختیار کیا گیا ہے۔ اور جس میں خداوند عالم کو اُن
جذبوں اور اخلاقی نقصوں سے منسوب نہیں کیا۔ جو
انسان میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرے اُس کا اُن
تمام خیالات و الفاظ اور قصوں سے مبرّا ہونا جو فحش
اور خلاف اخلاق اور نامہذب ہوں۔ حالانکہ نہایت
افسوس کی بات ہے کہ یہہ عیوب توریت وغیرہ کتب
مقدسہ یہود میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ فی الحقیقت
قرآن ان سخت عیوب سے ایسا مبرّا ہے کہ اُس میں خفیف
سی خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں۔ اور اول سے

آخر تک پڑھ جاؤ تو اُس میں کوئی بھی ایسا لفظ نہ پاؤ گے
جو پڑھنے والے کے چہرہ پر شرم و حیا کے آثار پیدا کرے
قرآن میں ذات باری کی تعریف نہایت مشرح اور صاف
ہے۔ اور جو مذہب اُس نے انہی ان خوبیوں کے ساتھ
قایم کیا ہے۔ وہ وحدانیت الٰہی کا نہایت پختہ اور شدید
یقین ہے۔ اور بجائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ کو فلسفیانہ
طور پر صرف ایسا مسبب الاسباب مان لیا جائے۔ جو اس
عالم کو مقررہ قوانین پر چلاکر خود ایسی شان و عظمت کے ساتھ
الگ ہے کہ اُس تک کوئی شے نہیں پہونچ سکتی۔ قرآن
کے رو سے وہ ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ اور اُس کی قدرت
کاملہ ہمیشہ اس عالم میں عامل اور متصرف ہے۔ علاوہ
ازیں اسلام ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں کوئی
امر متنازعہ فیہ نہیں اور چونکہ اُس میں کوئی ایسا معمّا
نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے اور زبردستی قبول کرنا پڑے
اس لئے وہ لوگوں کے خیالات کو ایک سیدھی سادھی اور
ایسی پرستش پر قایم رکھتا ہے۔ جو تغیر پذیر نہیں ہے۔
حالانکہ تیز و تند اور اندھا دھند جوش مذہبی نے پیروان

اسلام کو اکثر اوقات آپے سے باہر کر دیا ہے - اور
سب سے اخیر بات یہ ہے - کہ مذہب اسلام ایسا
مذہب ہے کہ جس سے ولیوں - شہیدوں - اور تبرکات
اور تصویروں کی پرستش اور ناقابل فہم باتیں اور حکیمانہ
باریکیاں اور راہبوں کی تجرید و تعذیب نفس بالکل خارج
کر دی گئی ہے - چنانچہ اسلام میں ایسے ثبوت موجود
ہیں - جن پر خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ اس کے بانی
نے ماہیت اشیا اور اس زمانہ کی قوموں کی حالت اور
نیز اس امر پر کہ مسایل مذہبی عقل سے کیونکر مطابق ہو سکتے
ہیں - ایک وسیع اور عمیق غور کے بعد اپنے مذہب کی
بنا ڈالی ہے - اور اس وجہ سے یہ کچھ محل تعجب نہیں
ہے - کہ اسلامی طور کی پرستش اہل کعبہ کی بت پرستی اور
صابئین کی پرستش اجرام فلکی اور زردشتیوں کی آتش
پرستی پر غالب آ گئی "

قرآن مجید کے تبدیل مضامین و تلفظ بیان کی نسبت
کہ جو سر ولیم میور کی مخالفانہ و متعصبانہ لکھا - میں گونجنے
والی اور سامعہ خراش - ابتر - خام - بے سری - مکرر بیانی

طول کلام - اُلجھاوٹ - نہایت خام و مہمل معلوم ہوتی ہے
مستادونش لکھتے ہیں کہ اُن تبدیلات مضامین میں
جو مثل برق کے تیز و طرار ہیں - اس کتاب کی ایک
نہایت بڑی خوبصورتی پائی جاتی ہے - اور گوئٹے دایک
مشہور ترین جرمن فاضل ہے) کا یہہ قول بجا ہے - کہ
جس قدر ہم اس کے قریب پہونچتے ہیں یعنی اُسپر زیادہ
غور کرتے ہیں وہ ہمیشہ دور کھچتی جاتی ہے - یعنی زیادہ
اعلےٰ معلوم ہوتی ہے - وہ بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر
متعجب کرتی ہے - اور آخر کار رفت آمیز تحیر میں ڈال
دیتی ہے"

پس دیکھو کہ ایک ہی شے مختلف آنکھوں کو کیسی مختلف
نظر آتی ہے - سعدی علیہ الرحمۃ نے سچ کہا ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

اور یہی مؤرخ اپنے آرٹیکل کے ایک اور مقام پر لکھتا
ہے - کہ ہم دفعتہً از راہ ترجیح اس عجیب کتاب کی ماہیت
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - جس کی اعانت سے عربوں نے

سکندر اعظم کے جہان سے بڑا جہان اور دومۃ الکبریٰ کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کر لی اور جسقدر زمانہ کہ سلطنت روم کو اپنی فتوحات کے حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اُس کا دسواں حصہ بھی اُنکو نہ لگا - ایسی کتاب جس کی اعانت سے جملہ بحر شام میں یہی لوگ بحیثیت سلاطین یوروپ میں آتے تھے ۔ جہاں کہ اہل فنیشیا (شام و فلسطین) تاجروں کی حیثیت سے اور یہود پناہ گیروں یا قیدیوں کی طرح پر آئے تھے - یہی لوگ مع ان پناہ گیروں کے یوروپ کو انسانیت کی روشنی دکھانے کے لیئے آئے تھے - یہی لوگ جبکہ تاریکی چھا رہی تھی - یونان کی مُردہ عقل اور علم کو زندہ کرنے اور اہل مغرب اور اہل مشرق کو فلسفہ - طب ہیئت اور نظم لکھنے کا خوشنما اور دلچسپ فن سکھانے اور علوم جدیدہ کی بنا ڈالنے اور ہم لوگوں کو غرناطہ (گرینیڈا) کی تباہی کے دن پر ہمیشہ کے لیئے رُلانے کو آئے تھے ٭

دفعہ ۹ جمیع العلم فی القرآن لاکن تقاصر عنہ افہام الرجال

واضح ہو کہ قرآن شریف تمام علوم کا منبع اور جمیع فنون کا مخزن ہے۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ کوئی صداقت دینی یا امر دنیاوی ایسا نہیں۔ جس کا ذکر یا اشارہ اُس میں نہ ہو۔ باوجود اس قدر موجز اور مختصر ہونے کے ایک محض اُمّی شخص سے ایسے ملک میں کہ

تمدن کا اُسپر پڑا تھا نہ سایہ
ترقی کا واں تھا قدم تک نہ آیا
نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی
نہ یونان کے علم وفن کی خبر تھی

ایسی فصیح و بلیغ عبارت میں بدیہی ہے اُس کے الہامی اور منجانب اللہ ہونے پر چنانچہ اللہ تعالیٰ خود قرآن شریف فرماتے ہیں ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ۔ ہمنے نہیں چھوڑا ہے اس کتاب میں کسی شے کا ذکر۔ پھر فرماتے ہیں ونزلنا علیك الكتاب تبيانا لكل شئ۔ اور اُتاری ہے

سچے نتیجہ پر کتاب بیان کرنے والی ہر شے کو ؟

ہم یہاں چند علوم اور صداقتوں کا ذکر نمونتاً جن کا اشارہ قرآن شریف میں پایا جاتا ہے مختصر بیان کرتے ہیں ؟

(۱) زمین سو سال کی متواتر تحقیق کے بعد علماء سائینٹسٹ اور جیالوجین نے زمین کے بارہ میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ؟ زمین اپنے کناروں سے سکڑتی جاتی ہے - یہ دو وجہ - اوّل مادہ کشش سے جو اُس میں موجود ہے - دوئم اُسکی گرمی کے پھیلاؤ کو سمندر کا پانی کم کرتا جاتا ہے - اُس سے یہ بھی نتیجہ نکالتے ہیں - کہ ایک وقت ہوگا جو زمین کی موجودہ شکل نہ رہے گی - بلکہ دوسری شکل ہو جائے گی ×

ان علماء نے مدتوں کی تحقیقات کے بعد یہ امر دریافت کیا ہے ہمارے نبی اُمّی نے ۱۳ سو سال پیشتر یہ صداقت بیان فرمائی ہے - دیکھو (سورۃ رعد رکوع ۵) ؟

اولم یروا انا ناتی الارض ننقصہا من اطرافہا - کیا اُنہوں نے معلوم نہیں کیا - کہ ہم گھٹاتے چلے آتے ہیں زمین کو اُس کے کناروں سے - اور نیز یہ کہ زمین اپنی شکل موجودہ بدل دے گی - دیکھو (ابراہیم رکوع ۷) یوم

تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ
الواحد القہار۔ اُس دن کہ بدلی جاوے گی زمین سوائے
اس کے اور آسمان بھی۔ اور روبرو ہوں گے اکیلے خدائے
غالب کے پاس۔ اس بدلنے سے روز قیامت مراد ہے
دیکھو یہ حقیقت قرآنی مطابق علوم جدیدہ کے ہے ۔
(۲) تین سو صدی سے ایک علم جیالوجی (علم الارض) نکلا ہے
یہ علم تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت کرتا ہے۔ کہ قدامت زمانہ
کے برسوں کی بعید ہے۔ یہ علم سالہائے سال کی محنت اور
تجربہ کے بعد حاصل ہوا ہے۔ مگر ہمارے رسول مقبول نے
ہم کو اس علم سے اشارۃً تیرہ سو برس پیشتر آگاہ کر دیا ہے
دیکھو (کہف رکوع ۷) ما اشہدتہم خلق السموٰت والارض
ولا خلق انفسہم۔ نہیں شاہد کیا تھا میں نے اُن کو وقت پیدا
کرنے آسمانوں کے۔ اور زمین کے۔ اور نہ وقت پیدا کرنے
جانداروں اُن کی کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
(۳) یونانی علم ہیئت میں سیارات کی نسبت یوں تحقیق
کرتے تھے۔ کہ یہ آسمان میں ایسے جڑے ہوئے ہیں۔ جیسے
کہ نگینے۔ یا ہیرے انگشتری میں جڑے ہوئے ہوتے ہیں مگر اس

زمانہ کی تحقیقات جدیدہ نے جس کے ساتھ تجربہ اور مشاہدہ بھی ہے اسکو بالکل غلط ثابت کیا ہے ×

اس وقت کے علم ہیئت کی یہ تحقیق ہے۔ کہ سیارات بوسیلہ قوت جاذبہ (کشش ثقل) فضائے بسیط میں معلق ہیں۔ قرآن شریف نے اس حقیقت کو ۱۳ سو برس پیشتر بیان فرما دیا ہے۔ اور یونانی ہیئت کی جو بے تجربہ اور بے مشاہدہ تھا۔ کچھ پرواہ نہ کی۔ جیسا کہ سورہ یونس میں ہے وکلّ فی فلک یسبحون۔ ہر ایک سیارہ بیچ ایک دایرہ کے تیرتا ہے۔ جناب مولوی شاہ عبد القادر صاحب محدّث دھلوی رح نے اپنے ترجمہ قرآن میں متعلق اس آیت کے۔ حاشیہ پر یہ لکھا ہے۔ کہ سیارات آسمان میں جڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ علیحدہ ہیں۔ اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالے نے سیاروں کا اپنے گھروں کے درمیان پیرنا فرمایا ہے۔ اگر جڑے ہوئے ہوتے۔ تو پیرنا نہ فرماتے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ×

(۴) یہ امر اس وقت کی تحقیق میں مسلم الثبوت ہو چکا ہے۔ کہ زمین ہی کا پانی بذریعہ تبخیر ابر بن کر مینہ برستا ہے

دیکھو یہی صداقت اس آیت سے وقیل یاارض ابلعی ماءک ویاسماء اقلعی سے نکلتی ہے۔ یہاں زمین کے ساتھ اپنا پانی متعلق کرنے سے کیا علمی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ اور نیز سورہ اعراف میں مذکور ہے کہ وھو الذی یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحاباً ثقالاً سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات۔ یعنے وہ اللہ ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دینے والیاں اپنی رحمت (مینہ) سے پہلے یہاں تک کہ جب وہ اٹھاتے ہیں بادل بھاری ہانک لیجاتے ہیں ہم اس بادل کو کسی شہر مردہ کی طرف اور نازل کرتے ہیں بواسطہ ابر کے پانی اور نکالتے ہیں بسبب اس کے ہر طرح کے میوے ۔

اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحاباً فیبسطہ فی السماء کیف یشاء ویجعلہ کسفا فتری الودق یخرج من خللہ فاذا اصاب بہ من یشاء من عبادہ اذا ھم یستبشرون اللہ وہ ہے کہ بھیجتا ہے ہواؤں کو کہ وہ بادل کو اٹھا کر آسمان میں پھیلا دیتی ہیں۔ جس طرح اللہ چاہتا ہے اور

کرتا ہے اُس کو تہ بر تہ - پس تو دیکھتا ہے کہ مینہہ اُس کے درمیان سے نکلتا ہے - پس جب پہونچاتا ہے اُس کو جس کو چاہتا ہے - اپنے بندوں میں سے - وہ لوگ یکایک خوش ہو جاتے ہیں (معجزات محمدیہ) *

(۵) قرآن میں حرکت ارض کا بھی اشارہ ہے - دیکھو سورہ حم سجدہ رکوع ۲) فقال لہا وللارض ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا اتینا طائعین یعنے پھر کہا اس (آسمان) کو اور زمین کو چلے آؤ تم دونو خوشی سے - یا زور سے[1] - وہ بولے ہم آئے خوشی سے انتہی - پس آنا بے حرکت کے نہیں ہوسکتا +

(۶) آج کل کے نئے ہیئت دانوں کا یہ خیال (جو خدا کی غیر محدود سلطنت اور وسیع ملک کے آگے نہایت قرین قیاس ہے) ہے کہ اگرچہ نظام شمسی میں آفتاب مرکز عالم ہے - اور زمین اور سب ستارے اُس کے گرد گردش کر رہے ہیں - لیکن آفتاب بھی ساکن نہیں ہے - بلکہ سب ستارے اُس کے گرد اور وہ خود کسی اور کے گرد گردش کرتا ہے - اسی خیال کے موافق - قرآن شریف سورہ یٰسین

[1] کرہاً سے اُن کی ناخوشی مقصود نہیں - بلکہ یہ کہ ضرور آنا ہی پڑے گا +

رکوع ۳ میں اللہ تعالے ہیں فرماتا ہے والشمس تجری
لمستقر لھا ذلك تقدیر العزیز العلیم - اور سورج چلا جاتا ہے
اپنی ٹھہری راہ پر یہ اندازہ ہے غالب علم والے کا ×
اور یہ بھی کہ چاند منزلیں طے کرکے سورج کو پکڑتا ہے
سورج چلکر نہیں پکڑتا - دیکھو سورہ یس رکوع ۳
والقمر قدرناہ[1] منازل حتی عاد کالعرجون القدیم
لا الشمس ینبغی[2] لھا ان تدرك القمر ولا اللیل سابق النہار
وکل فی فلك یسبحون ٥ اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں
منزلیں - یہاں تک کہ پھر ہو جاتا ہے مثل پرانی ٹہنی
کھجور کی - نہ سورج کو پہونچے کہ پکڑلے چاند کو اور نہ رات
آگے بڑھے دن سے - اور ہر کوئی ایک ایک گھیرے میں
پیرتے ہیں ×

---

[1] چاند اور سورج ملتے ہیں مہینہ کے آخر - تو چاند چھپ گیا - جب آگے بڑھا تو نظر آیا
پھر منزل منزل بڑھتا چلا - جب تک پھر اسی طرح آپہنچا - ٹہنی سا نظر آیا - پھر ٹہنی سا ہو کر چھپا
بیچ میں بڑھ کر پورا ہوا (اور گھٹا منزلیں ہیں ۲۸ دازحاشیہ قرآنی شاہ عبد القادر رحم)

[2] سورج چاند ملتے ہیں تو چاند پکڑتا ہے سورج کو - سورج نہیں پکڑتا چاند کو - اور
رات دن میں کوئی آگے بڑھے - یہ کہ دن پر دوسرا دن آوے ۱۲

بعض علوم و فنون کے نظارے

علم الہی توحید و تذکیرِ احکام (اس حد تک اور اس طرز سے کہ کوئی الہامی کلام مقابلہ نہیں کرسکتا) ×

علم اصول دین و استدلال لوکان فیہما آلھۃ الا اللہ لفسدتا ×

علم اخلاق سیاست مدن۔ تدبیر منزل۔ اکثر مقامات میں ×

علم الروح قل الروح من امر ربی ×

علم معاد۔ بیان بہشت۔ و دوزخ۔ اعراف۔ کوثر۔ تسنیم وغیرہ ×

علم فرائض۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم الخ ×

علم طب جسمانی وکان بین ذالک قواما + شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس ×

طب روحانی وشفاء لما فی الصدور ×

علم ہیئت افلم ینظروا فی ملکوت السموات والارض الخ ×

علم ہندسہ انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب الخ
علم حساب لتعلموا عدد السنین والحساب الخ
علم کسور۔ دیکھو آیت میراث ×
علم نجوم والنجوم مسخرات بامرہ ×
علم بیان و معانی بدیع۔ فصاحت و بلاغت سے تمام قرآن شریف پڑ ہے ×
علم مجلس اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا الخ ×
علم تصوف یحبہم ویحبونہ۔
علم اصول تعبیر علمتنی من تاویل الاحادیث۔ دیکھو سورہ یوسف ×
علم جبر و مقابلہ۔ الد۔ طہ وغیرہ ×
علم تواریخ۔ قصص انبیاء ماضیہ وغیرہ ×
علم جغرافیہ افلم یسیروا فی الارض و ذکر ممالک و امصار وغیرہ ×
فن شاعری والشعراء یتبعہم الغاوون الخ
علم خیاطت و طفقا یخصفان علیہما من ورق الجنۃ الخ ×
علم سیاحت قل سیروا فی الارض الخ ×

حدادت آتونی زبر الحدید والنا له الحدید -
تجارت وجهاز رانی واصنع الفلک باعیننا الخ
غزل کالتی نقضت غزلها الخ -
نسیج کمثل العنکبوت - اتخذت بیتا -
علم فلاحت افرأیتم ما تحرثون ×
صید واحل لکم صید البر ما دمتم حرماً ×
فن عمارت وغوص کل بناء وغواص -
صباغت واتخذ قوم موسی من بعده من حلیهم عجلا الخ ×
الزجاجت صرح ممرد من قواریر - المصباح فی زجاجه -
نجار فاوقد لی یا هامان علی الطین الخ ×
ملاحت واما السفینه فکانت لمسکین الخ ×
کتابت علم بالقلم ×
خبز احمل فوق راسی خبزاً -
طبخ فجاء بعجل حنید -
غسل والقصاره وثیابک فطهر قال الحواریون وهم القصارون +

بیع وشرا قال الذی اشترا یہ من مصر الخ

کیلت والوزن واوفوا الکیل والمیزان -

رمی ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی -

الغرض کوئی ایسا علم نہیں جس کا اشارہ اور کوئی صداقت دینی و دنیاوی ایسی نہیں جس کا صراحتًہ بیان اس کلام پاک میں نہو - اور یہ کلام اور اُس کے احکام بالکل قوانین فطرت کے مطابق ہیں - صرف غور کرنے والی عقل اور دریافت کرنے والا دل چاہیئے - اس کلام کو سچے دل اور صاف باطن کے ساتھ پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُسی قادر ذوالجلال صادق خدا کا کلام ہے جس کے یہہ سب کام - اور جس کے ہاتھ سے یہ سارا انتظام فطرت نکلا ہوا ہے - بخلاف اور مسلمہ کتب الہامیہ کے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے - کہ یہ اُس سچے خدا کا کلام نہیں - جس کے یہہ سب کام ہیں - حالانکہ خدا کا کام اور کلام ایک ہونا چاہئے - فافہم وتدبر ٭

بیان اس امر کا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا صرف تبلیغ رسالت کے لئے تھا

دفعہ ۱۰ - علمائے اہل کتاب جو کہتے ہیں - کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف آپ بنا لیا ہے - تو یہہ امر بھی غور طلب ہے - کہ قرآن شریف ۲۳ برس میں بہ تدریج اُترتا رہا ہے - پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ میں اپنی عمر میں یہ کام یقیناً پورا کر لوں گا - بخلاف اس کے جس سال قرآن شریف پورا اتر چکا - اُس سال یہ آیت نازل ہوئی - کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الخ آج کے دن کامل کیا میں نے تمہارا دین - اور پوری کیں میں نے تم پر اپنی نعمتیں اور پسند کیا تمہارے لئے اسلام کو دین

انتہے - اور اُسی سال ۸۱ دن کے بعد جناب سرور کاینات صلعم نے رحلت فرمائی - گویا جس کام (یعنی تبلیغ رسالت) کے لئے اس جہان میں تشریف لائے تھے - جب وہ کام سرانجام ہو چکا تو اس فانی عالم میں رہنے کی ضرورت نہ رہی - اور پیغام وصال الٰہی آ پہونچا - اس لئے آپ نے دار آخرت کو حیات دنیا پر اختیار کیا - اور کار رسالت کو سرانجام پہونچا کر رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے - افسوس علماء نصارا پر اگر ایسی ایسی عمدہ دلایل دیکھ کر حقیقت اسلام پر اُن کی آنکھیں نہ کھلیں فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (سورہ حج) اُن پر واویلا ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے - اور سنتے ہوئے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے (متی ۱۳ باب ۱۳) اُن کے حق میں یسعیاہ نبی کی نبوت پوری ہوئی - کہ تم کانوں سے تو سنو گے مگر سمجھو گے نہیں اور آنکھوں سے تو دیکھو گے پر دریافت نہ کرو گے (متی باب ۱۳ آیت ۱۴) لہم قلوب لا یفقہون بہا و لہم اعین لا یبصرون بہا و لہم اذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغفلون (اعراف رکوع ۲۲)

اسرار التنزیل ۱۰

یعنی

قرآن شریف کے بتدریج اترنے کے بواعث

اگلے انبیا پر کتب الہامیہ دفعۃً واحدۃً ایک ہی وقت میں نازل ہو جایا کرتی تھیں۔ لیکن آخری آسمانی کتاب کو خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ نے بتدریج تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال کے عرصہ میں آنحضرتؐ کی پوری مدت رسالت میں نازل فرمایا۔ اس کے بواعث ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

(۱) سب سے بڑا سبب تو یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُمّی محض تھے۔ جیسا کہ خود قرآن شریف سے قطعی

طور پر ثابت ہے۔ اس لئے اس نبی اُمّی پر قرآن شریف بتدریج ہی اُترنا مناسب تھا۔ تاکہ آپ سے آں حضرت صلعم اور صحابہ رضہ بتدریج ساتھ ساتھ ضبط اور حفظ کرتے رہیں اور سہو اور غلطی کی گنجایش تک نہ رہے۔ اور اس کا جو فایدہ اُمّت محمدیہ کو ہوا ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ یہیں سے قرآن شریف کے ضبط و حفظ کرنے کی عادت اہل اسلام میں راسخ ہوگئی۔ چنانچہ اب تک قرآن شریف کے لاکھوں حافظ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ بخلاف اور مذاہب کی کتب کے۔ کہ ایک شخص بھی تورات و انجیل وغیرہ کا حافظ پایا نہیں جاتا۔ اس عادت کا بڑا فایدہ یہ ہوا۔ کہ قرآن شریف ۱۳۰۰ برس سے برابر تحریف و تبدیل اور سہو کاتب وغیرہ سے بالکل محفوظ ہے۔

دنیا میں اگر قرآن شریف کی ایک نقل بھی نہ رہے۔ تو بھی قرآن شریف کے گم ہو جانے یا تحریف و تبدیل ہو جانے کا مطلق اندیشہ نہیں ہے۔ شہر تو ایک طرف رہے گا دُں ہی کا ایک حافظ تمام سارا قرآن شریف زبانی لکھا سکتا ہے اور اس سے اللہ تعالےٰ کی وہ زبردست پیشین گوئی

پوری ہوئی - کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون
کہ ہم ہی نے یہ قرآن شریف بتدریج نازل کیا ہے - اور
ہم ہی اس کے محافظ ہیں - اللہ اکبر - اس حفاظت کی
پیشین گوئی کس قدر زبردست ثابت ہوئی - کہ مخالفین
تک بے اختیار پکار اٹھے ہیں کہ دنیا بھر میں کوئی ایسی
کتاب نہیں ہے - جو ۱۲۰۰ برس تک ایسی صحیح التنن رہی
ہو (از لائیف آف محامت سر ولیم میور صاحب جلد
اول صفحہ ۱۴ و ۱۵) *

اور پھر یہ کہ ایڈورڈ گبن صاحب مورخ روم بھی اپنی کتاب
کی جلد ۹ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں - کہ قرآن کی بہت سی نقلوں
سے وہی اعجاز کا سا خاصہ یگانگت اور عدم قابلیت تحریف
کا متن ثابت ہوتا ہے *

اگر قرآن شریف دفعتہً آں حضرت صلعم پر نازل ہوتا - تو
ممکن تھا کہ آپ پوری کتاب کے موجود اور مکتوب ہونے
کی وجہ سے ضبط و حفظ میں تساہل کرتے لیکن اس طرح
آہستہ آہستہ نازل ہونے کے سبب سے آپ کا اور صحابہ رض
(وہ منزلہ حصہ قرآن شریف کا) وظیفہ ہو جایا کرتا تھا اور

آتا تاتا تمام اہل اسلام میں پھیل کر سب کو حفظ اور اچھی طرح ضبط ہو جایا کرتا تھا۔

(۲) ضرور تھا۔ کہ آخری آسمانی کتاب میں تمام عقاید باطلہ اور اوہام فاسدہ کی تردید۔ اور جمیع عقاید حقہ اور اخلاق فاضلہ کی تلقین ہو۔ کوئی عقیدہ باطل رہ نہ جائے۔ جس کی اس میں تردید موجود نہ ہو۔ اور کوئی صداقت ایسی نہ رہے جو اُس کے اندر پائی نہ جائے۔

کیونکہ آخری آسمانی کتاب کے بعد تو کوئی اور کتاب آنے والی نہیں۔ جو رہے ہوئے نقصوں کو پورا کرے۔ کسی نئی معلوم شدہ صداقت کو اپنے اندر شامل کر لے۔ یا نئے باطل عقیدہ کی براہین عقلیہ سے تردید کرے۔ آخری کتاب کے لئے ضرور تھا۔ کہ وہ تمام صداقتوں پر مشتمل۔ اور ہر قسم کے بطلان کی مستاصل ہو۔

اللہ تعالےٰ کی اعلےٰ حکمت کی طرف غور کرو۔ کہ اُس نے نبی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے ملک میں مبعوث کیا۔ جس میں ہر قسم کے عقیدہ والے لوگ موجود تھے۔ یعنی کوئی ایسا عقیدہ باطل ہو نہیں سکتا۔ جو آں حضرت صلعم

کے زمانہ میں اہل عرب میں سے کسی نہ کسی فرقہ کا نہ ہو۔
مشرکین وہاں تھے۔ جنہوں نے سینکڑوں بتوں کو خدا کا
شریک قرار دے رکھا تھا۔ کوئی بتوں کو متصرف حقیقی
اور خدا سمجھتا تھا۔ کوئی صرف ان کو خدا کے ہاں ایک
سفارشی خیال کرتا تھا۔ ھاؤلاء شفعاء نا لیقربونا الی اللہ
زلفیٰ۔

مجوس وہاں تھے۔ جو دو خداؤں کو مانتے ہیں۔ خالق شر
اور خالق خیر۔ آتش پرست دیگر، ستارہ پرست (صابی)
شمس پرست۔ قمر پرست۔ غرض کہ ہر قسم کے بطلان
پرست وہاں جمع ہو رہے تھے۔ یہود وہاں آ رہے تھے
جو قساوت قلبی میں مشہور اور سخت بد اعتقادیوں میں
گرفتار تھے۔ عیسائی وہاں تھے۔ جو تثلیث و کفارہ کو قایل
اور اعمال حسنہ کو فضول قرار دیتے ہیں۔ خدا کے منکر۔
دہریئے۔ نیچری۔ سوفسطائی فلسفی۔ مادہ و روح کو قدیم
ماننے والے (آریہ کے بھائی) فرقہ متناسخیہ۔ وغیرہ۔
غرضیکہ ہر قسم کے باطل عقیدہ والے لوگ خدا نے گویا
کھینچ کھانچ کر عرب میں اکٹھے کر دیئے تھے۔ تاکہ قیامت

تک کوئی ایسا فرقہ باقی نہ رہ جائے جس کے باطل عقیدہ کا بطلان آخری کتاب میں پایا نہ جائے۔ اور تا کہ کسی فرقہ کو اللہ پر الزام کی جگہ نہ رہے لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ، اور ساری دنیا پر اتمام حجت ہو جائے۔ اور یہی خاتم النبیین م کے آنے کی غرض و غایت تھی۔ اللہ تعالے خود قرآن شریف میں فرماتا ہے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ہم نے اس کتاب میں کوئی حقانی صداقت باہر نہیں چھوڑی۔ تمام صداقتوں پر حاوی ہے اور جمیع حقایق پر مشتمل ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا - لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اور تیرے رب کی باتیں صداقت اور عدالت کی راہ سے پوری ہو گئیں۔ اللہ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور وہی سنتا جانتا ہے الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي - آج میں نے تم پر اپنا دین کامل کیا۔ اور تم پر اپنا احسان پورا کیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ۔

یہ عجیب اتفاق جو آں حضرت صلعم کی بعثت کے وقت پیش آیا۔ محض اللہ تعالے کی طرف سے سمجھنا چاہئے

دنیا کے ہر قسم کے اہل باطل کو ایک جگہ جمع کر دینا اور براہین عقلیہ کے ساتھ اُس کے عقیدہ باطل کی علانیہ تردید کر کے ہر ایک گروہ کو ساکن اور مغلوب کر دینا۔ ارادہ الٰہی کے بغیر ہو نہیں سکتا۔ اور جتنے نبی اور رسول گذرے ہیں سب کو ایک آدھ فرقہ باطلہ کے ساتھ سابقہ پڑا ہے۔

اولوالعزم رسولوں کی طرف دیکھو۔ تو حضرت نوح ؑ اور حضرت ابراہیم ؑ کو صرف بُت پرستوں اور مشرکوں کے ساتھ معاملہ پڑا ہے۔ حضرت موسیٰ ؑ کو فرعون کے ساتھ جو دہری مزاج تھا۔ پالا پڑا۔ لیکن خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی خاص فرقہ سے معاملہ نہیں پڑا۔ بلکہ آپ کے زمانہ مبارک میں بد اعتقادیوں بد اخلاقیوں اور بطلان کا ایک بحر ظلمات جوش زن تھا۔ اور عقائد باطلہ اور رذائل ناقصہ انتہا کے درجہ کو پہونچ چکے ہوئے تھے۔ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گیا۔ کہ بدچلنیوں۔ زنا۔ شراب وغیرہ پر علانیہ فخر کیا جاتا تھا۔

پس خاتم الانبیاء صلعم کو سارے مذاہب باطلہ کی تردید اور تمام اہل باطل کی مخالفت کر کے حق کو ساری دنیا کے

کے اوپر ثابت کرنا پڑا۔ پس اگر یہہ بات سچ ہے۔ کہ ریفارمر کا رتبہ اور درجہ اس کی اصلاح کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے۔ تو جس قدر دنیا کی عقاید باطلہ و اخلاق ناقصہ کی اصلاح رسول کریم صلے اللہ علیہ و سلم نے کی ہے۔ بس انہیں پر ختم ہے۔ نہ کوئی ایسا مصلح ہوا نہ ہو سکتا ہے جنہیں سے اُن کی نبوت و رسالت کا درجہ بھی سمجھ لو۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیی علیما)

بلاشبہ جب کہ دنیا کی عقاید باطلہ اور رذائل کی اصلاح جیسی کہ آں حضرت صلعم نے کی ہے۔ ہرگز کسی نے نہیں کی بلکہ انہیں پر ختم ہو گئی ہے۔ تو یقیناً سمجھو کہ آنحضرت صلعم سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ علیہ الف الف صلوٰۃ وسلام من رب العلمین آمین*

میں نے بارہا غور کی ہے۔ کہ تمام رسولوں کا سردار اور انبیاء کا خاتم ہو کر عرب جیسے ملک میں پیدا ہونا جو خشک پُر ریگ اور ایک بیابان ہے؟ اس میں اللہ تعالیٰ کے

کی کیا حکمت تھی؟ کیوں نہ آں حضرت صلعم ہندوستان یا شام۔ یا یورپ وغیرہ میں پیدا ہوئے۔ لیکن جب اس بات کی طرف توجہ کی۔ کہ عرب جیسے اکھڑ۔ تندخو اور لڑاکے ملک میں ایک شخص کا دعوے نبوت کرکے سرسبز اور کامیاب ہو جانا۔ اور اُن کے اخلاق ردیہ کی اصلاح کر لینا۔ ہزاروں برسوں کی خانہ جنگیوں کو دفعتہً مٹا دینا۔ یہی اس کی نبوت کے لئے کافی و شافی دلیل اور بدیہی ثبوت ہے۔ اور یہ کہ علے الخصوص آنحضرت صلعم کے زمانہ میں عرب کی خانہ جنگیاں اور بداخلاقیاں انتہا کے درجہ کو پہونچ چکی تھیں۔ معہذا ہر قسم کے باطل خیالات اور جھوٹے عقاید والے لوگ وہاں موجود ہو رہے تھے۔ اور یہ کہ ملک عرب قدرت کی اور دنیا فیضیوں سے قریباً بے نصیب ہے ۔

ان باتوں کی طرف گہری نگاہ ڈالی جاتی ہے تو مجھے سوائے عرب اور علے الخصوص مکہ کے خاتم النبیین ہونے کے بعثت کے لئے اور کوئی جگہ موزون نہ معلوم ہوتی واللہ اعلم ماقیل ۔ س ۔

بکس قدر کے لایق تھا بیابان عرب

سرسبز ہوا ہوئی جو بعثت تیری

اللہ اکبر تمام حکیموں کا حکیم وہی خدا ہے - وہ ہر امر اس طرح سرانجام کرتا ہے - کہ اُس سے بہتر اور باموقعہ تر انسان کے قیاس میں آنا ہرگز ممکن ہی نہیں فتعالی اللہ الملک الحق - لا الہ الا ھو رب العرش الکریم ۔

ظاہر میں بھی مکہ ناف زمین مشہور ہے - زمین کا بنانا اور پھیلانا یہیں سے شروع ہوا - یوں بھی پُرانی دُنیا کا وہ سنٹر (مرکز) ہے - مشرق کو ایشیا - شمال کو یورپ اور اُس کے مغرب کو افریقہ ہے - لیکن ایک اور اعتبار سے بھی مکہ شریف کو ناف زمین قرار دینا بالکل مناسب ہے ماں کے پیٹ میں بچہ ناف ہی سے پرورش پاتا ہے - ساری دنیا کی روحانی پرورش کی سبیل بھی مکہ معظمہ ہے جس میں خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے جن سے ساری دنیا میں اصلی روحانی تعلیم پھیلی - اس جہت سے بھی مکہ معظمہ کا ناف زمین ہونا بالکل بجا اور واقعہ کے مطابق ہے - یہی وجہ ہے کہ مکہ معظمہ کا نام

ام القرٰی بستیوں کی ماں بھی ہے - اس وجہ سے - کہ جس طرح بچے ماں کی چھاتیوں سے دودھ چوس کر جسمانی پرورش حاصل کرتے ہیں - ام القرٰی سے روحانی تعلیم کی جوئے شیر رواں ہوئی جس سے سارا جہان پرورش پا رہا ہے فتفکروا یا اولی الالباب ۔

عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم النبیین قرار دیتے ہیں - لیکن غور کرنے والی طبیعتیں بخوبی جان سکتی ہیں - کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز ہرگز خاتم النبیین نہیں ہو سکتے - ضرور وہ ایک مقدس اور عالی رتبہ رسول ہیں - لیکن نبوت کا خاتمہ اُن پر قرار دینا نہ صرف غلطی بلکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقصد نبوت کے بھی صریح برخلاف ہے ۔

حضرت مسیح خود علانیہ فرماتے ہیں - کہ میں سوائے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے اور کسی کے پاس نہیں آیا - پس جب کہ وہ اپنی نبوت کے عام ہونے تک کے قائل نہیں - تو خاتم النبیین ہونا تو ایک بات ہی اور ہے - اب رہا تکمیل دین - اور ساری صداقتوں کا انجیل میں پایا جانا

اس کی نسبت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف صاف
اقرار کرتے ہیں - کہ میں نے سچائی کی ساری راہیں نہیں
بتلائیں - اور تمام صداقتوں پر مشتمل میرا مذہب نہیں
ہے - صرف ضرورت وقت کے مطابق حقانی باتیں اور
ضروری صداقتیں بیان کر دی گئی - چنانچہ انجیل یوحنا
۱۶ باب ۱۲ میں وہ فرماتے ہیں - کہ میری اور بہت سی
باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں - پر اب تم اُن کی برداشت
نہیں کر سکتے - لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو تمہیں
ساری سچائی کی راہ بتاوے گی - اس لئے کہ وہ اپنی نہ
کہے گی - لیکن جو کچھ وہ سنے گی - سو کہے گی -
پس جب کہ حضرت عیسیٰ ؑ خود حواریوں سے ارشاد فرماتے
ہیں - کہ تمہاری فہم سارے اسرار حقانیت کے سمجھنے کے
متحمل نہیں ہو سکتے - اور روح حق یعنی حقیقی فارقلیط کی
طرف ساری صداقت کی راہیں بتانے کو حوالہ کرتے ہیں
تو تعجب کی بات ہے - کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کو
خاتم النبیین قرار دیتے - اور انجیل کی نسبت ساری صداقتوں
پر مشتمل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ×

بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حواری اعلیٰ درجہ کے اسرار حقیقت کے سمجھنے سے بالکل خالی اور معمولی عقل و فہم کے تھے۔ جس کو خود عیسائی لوگ تسلیم کرتے ہیں اور انجیل سے بھی اظہر من الشمس ہے۔ اسی لئے حضرت عیسیٰ نے دقیق اور عالی مطالب اُن سے بیان نہیں کئے۔ وہ بیچارے دھوبی اور مچھوے تھے۔ اُن کے افہام و عقول کو اسرار عالیہ سے کیا مناسبت تھی۔ پس حضرت عیسیٰ ؑ اُن سے معمولی باتیں کیا کرتے تھے اور وہ بھی تمثیلوں سے سمجھا سمجھا کر۔ تب بھی اُن کے فہم شریف میں بہت کم آیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر تشریف لے جانے تک وہ ضعیف الایمان اور ناتربیت یافتہ رہے ۔

سوائے اس کے حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں ہر قسم کے اہل مذاہب باطلہ موجود نہیں تھے۔ نہ حضرت عیسیٰ ؑ کو تمام دنیا کے عقاید باطلہ کی تردید کرنی پڑی نہ رذایل ردیہ کی استیصال پر زیادہ تکلیف اُٹھانی پڑی۔ اُن کو زیادہ سے زیادہ قوم یہود سے پالا پڑا۔ جو آگے ہی خدا

اور رسالت کے قائل تھے - اور اُن کے لئے بجز جزوی اصلاح اور اُن کی سخت دلی کے دُور کرنے کے اور کسی قسم کی تعلیم و تلقین کی ضرورت نہ تھی ×

لیکن سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ کو نہ صرف قوم یہود سے - بلکہ دنیا کے تمام مذاہب باطلہ سے معاملہ پڑا - اور ہر قسم کے عقیدہ باطل کی تردید کرنی پڑی - جس کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو اعلےٰ سے اعلےٰ دقایق اور معارف و حقایق اور اسرار بیان کرنے پڑے اور طرح طرح سے ہر قسم کے باطل خیال اور جھوٹے عقیدہ کی براہین عقلیہ و نقلیہ سے تردید کرنی پڑی - پس خاتم النّبیّین ہونا اُس شخص کو زیبا ہوسکتا ہے - جس کی تعلیم سے کوئی صداقت باہر نہ رہ گئی ہو - اور جس نے کسی باطل کا ابطال باقی نہ چھوڑا ہو ×

حضرت عیسیٰؑ نے جو اپنی بشارت میں آں حضرت صلعم کی نسبت فرمایا ہے - کہ وہ آکر سچائی[1] کی ساری راہیں

---

[1] انجیل خدا احد شدہ ہیں تمیز نہیں کر سکی اور سچا ئی کی راہیں کیا بتائے گی ؟ ×

بتا دے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں
تمام اہل کتاب دل سے یقین کرتے تھے۔ کہ یہ وہی سچا
فارقلیط ہے۔ جس کی نسبت انجیل میں ارشاد ہے۔ کہ
وہ ساری سچائی کی راہیں بتا دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ
قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلاً والذین آتینھم الکتاب یعلمون انہ منزل من ربک فلا تکونن من الممترین ۔ وتمت کلمت ربک صدقاً وعدلاً ۔ لا مبدل لکلماتہ ۔ وھو السمیع العلیم ۔

کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو حاکم مقرر کروں۔ حالانکہ اسی نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل فرمائی۔ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ سو تو ہرگز شک و شبہ مت لا۔ اور تیرے رب کی باتیں راستی اور عدالت کی بابت پوری ہو گئیں۔ اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا (یعنی انجیل میں جو وعدہ دیا ہے وہ خلاف نہیں ہو سکتا) اور وہی سمیع

و علیم ہے - پس اس سے بڑھ کر آن حضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی اور دلیل کیا ہوگی - کہ آپ نے ساری سچائی کی راہیں دنیا کو بتا کر دین حق کو کامل و مکمل کیا - چونکہ عرب کی مختلف قوموں کے ساتھ مختلف اوقات میں آن حضرت ص کو پالا پڑا ہے - مکہ میں مشرکین - دہریوں وغیرہ کے ساتھ اور مدینہ میں یہود و نصارا وغیرہ کیساتھ اس لئے ضرور تھا - کہ قرآن شریف بتدریج اُترے - تاکہ جوں جوں کسی فرقہ باطلہ کے ساتھ مقابلہ پڑے بتدریج اُس کے عقاید باطلہ کی بیخ کنی اور تردید کرتا جاوے -

(۲۰) رسول خدا صلعم دنیا میں اکمل البشر ہو کر تشریف فرما ہوئے ہیں - تمام رسولوں سے آپ کا درجہ افضل اور اعلے تھا - اور صفات الٰہی کے آپ کامل ترین مظہر تھے - یا دوسرے لفظوں میں یہہ کہنا چاہئیے - کہ آپ دنیا میں خداوند ذوالجلال کے قایممقام ہو کر تشریف لائے - خداوند تعالے کی[1] صفات جمالی بھی ہیں اور جلالی بھی - رسول کریم صلعم بھی اللہ تعالی کی جمالی اور جلالی صفات کا اکمل ترین

[1] اللہ تعالے فرماتا ہے نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم و انّ عذابی

مظہر ہو کر تشریف لائے تھے - ابتدا سے ۱۳ برس جو آپ نے
مکہ معظمہ میں کفار کی ہدایت و تبلیغ میں کاٹے کمال نرمی
اور ملایمت سے آپ نے وعظ فرمایا - قوم کے طعن و تشنیع
برداشت کئے - تکلیفیں سہیں - اذیتیں اُٹھائیں - یہاں
تک کہ قوم نے آپ کی ہلاکت کا ارادہ کیا - جس کی وجہ
سے آپ کو مجبوراً اپنا وطن اور پیارا وطن چھوڑنا پڑا - اور
اس ناسپاس قوم سے آپ مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے ؂
مکہ معظمہ میں آپ کی تشریف آوری کا زمانہ قرآن شریف
کی جمالی تعلیم کی اشاعت کا زمانہ تھا - اور اس عرصہ میں
آپ باوجود انتہائے درجہ کی تکلیفات اُٹھانے کے صفح اور
عفو ہی کو کام فرماتے رہے - جیسا کہ خدا کی صفات

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۵) ھو العذاب الالیم میرے بندوں کو خبر کر دے - کہ
میں بخشنے والا مہربان ہوں - اور یہ کہ میرا عذاب دردناک عذاب ہے - رسول
کریم صلعم بھی خدا کے ان دونوں صفتوں کے مظہر ہو کر دنیا میں تشریف لائے اور
خدا کی غفران اور رحمت کی بشارت دینے کی وجہ سے بشیر اور اُس کی غضب اور
اور عذاب سے ڈرانے کے باعث نذیر کہلائے - پس آپ دنیا میں خدا کے اکمل ترین مظہر یا آئینہ حق نما
ہو کر تشریف لائے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ انا ارسلناک بالحق بشیرا و نذیرا - ہم نے تجھ کو سچا
بشیر و نذیر کر کے دنیا میں بھیجا ہے ؂

جمالی کا تقاضا ہے۔ اور صفح اور درگذر ہی کے احکام اللہ تعالے کی طرف سے آپ پر نازل ہوتے رہے۔

لیکن جب کہ آپ کی ناسپاس قوم نے آپ کی کچھ بھی قدر نہ کی۔ آپ کو جھٹلادیا۔ علانیہ حق کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایذا و تکلیف کو اقصے الغایت تک پہونچا دیا اور باوجود وطن سے ہجرت کرجانے کے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا تو اب انتقام الہی کا وقت آپہونچا۔ خدائے جلال کی طرف سے جلالی احکام نازل ہونے شروع ہوئے۔ جتنے اپنی کہ اللہ تعالے نے اپنے وعدوں کے موافق اُن کفار اشرار کو بالکل نیست و ہلاک کرڈالا۔ اور دین اسلام کو آں حضرت صلعم کی عین حیات ہی میں سارے عرب پر غالب کردیا وخسر ھنالك المبطلون۔ وظھر امر اللہ۔

پس اس طرح خدا کی جمالی اور جلالی تعلیم پوری ہوئی اور آں حضرت صلعم خدا کی جمالی اور جلالی صفات کے مظہر اتم ہوکر دنیا کے روبرو آئینہ حق نما ہوکر جلوہ گر ہوئے۔

اس جمالی اور جلالی تعلیم کے پورا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ قرآن شریف کا ایک حصہ مکہ میں اترے۔ اور ایک حصہ

دبیہ ہیں - ایک حصہ الٰہی مواعید کا اور دوسرا حصہ اُن کے پورا ہونے کا - ایک حصہ تعلیم و تلقین اور اتمام حجت کا اور دوسرا حصہ نہ ماننے اور حق کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے کی وجہ سے سنت اللہ کے موافق ہلاکت و عقوبت کا ۔

دنیا میں ہزاروں انبیا گذر چکے ہیں - جن کو اشاعت دین میں اپنی اُمتوں سے کمال تکلیفیں اور اذیتیں اُٹھانی پڑیں - جھٹلائے گئے - ماریں کھائیں - زخمی ہوئے - یہاں تک کہ بعضوں کی جان پر آبنی - اور سچ تو یہہ ہے - کہ پیغمبروں کے بارے میں سنت اللہ یا قانون قدرت ہی یہی ہے - کہ وہ سخت دُکھ دیئے جائیں - اُن کی مزاحمتیں کی جائیں - ہر طرح اُن کے استیصال میں کوشش کی جائے - لیکن وہ اپنے عزم سے ذرا متزلزل نہ ہوں - پہاڑ کی طرح اپنے ارادہ پر جمے رہیں - یہاں تک کہ نصرت الٰہی آجائے اور اُن کے استقلال کی وجہ سے اُن کو تمام مخالفین پر غالب کردے - اسی فوق العادہ اور خارق عادت استقلال کی وجہ سے اُن کا خدا کی طرف سے اور سچا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے - قرآن شریف کو غور سے پڑھنا چاہئے جس طرح

انبیاء کی نبوت کو قرآن نے ثابت کیا ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب
ہرگز کسی نبی کو اس طرح ثابت نہیں کرسکتی۔ یہ قرآن کا
تمام انبیا پر بھی احسان ہے۔ کہ اُن کی نبوت حقہ اسی سے
ثابت ہوتی ہے۔ کس طرح قرآن شریف ایک ایک نبی کا
اور اُس کی بے غرضانہ نصیحت کا ذکر کرتا ہے۔ اور اُس
کی قوم کی تکذیب اور پرلے درجہ کی مخالفت کا ذکر فرما کر
آخرکار اُس نبی کے غلبہ اور کامیابی کو اُس کی صداقت
کا معیار بیان کرتا ہے۔ بلا شبہ قرآن شریف نے جو انبیاء
کی اثبات نبوت اور اظہار صداقت کا طریقہ اختیار کیا
ہے۔ وہ ایسا بدیہی ہے کہ معمولی عقل کا آدمی بھی اُس پر
غور کرکے انبیا کی صداقت پر شہادت دے سکتا ہے۔

ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين - انهم لهم المنصورون وان جندنا لهم الغالبون ٥ (والصافات)	ہمارے مرسل بندوں کی نسبت ہمارا قانون مقرر ہو چکا ہے۔ کہ یقیناً وہی

کامیاب رہیں گے اور ہمارا الٰہی لشکر ہی غالب رہے گا۔

حتى اذا استيئس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا جاءهم نصرنا	یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے۔ اور انہوں نے خیال

فنجی من نشاء ولا یرد باسنا عن القوم المجرمین (یوسف)	کیا۔ کہ وہ جھوٹ سے منسوب ہوئے۔ ہماری مدد آ گئی

سو ہم جس کو چاہتے ہیں نجات دیتے ہیں۔ اور مجرم لوگوں سے ہمارا عذاب رُکتا نہیں ٭

یہ الٰہی قانون ہے۔ جس کا ہم نے یہاں ذکر کیا۔ ہر ایک نبی پر سختیاں اور مصیبتیں واقع ہوتی رہی ہیں۔ مخالفین نے چاہا کہ اُن کو جڑ بنیاد سے اُکھیڑ دیں۔ لیکن چونکہ وہ سچے درخت تھے۔ کسی کے کاٹنے سے نہ کٹ سکے۔ چونکہ صداقت کے نور تھے کسی کے بجھانے سے نہ بجھ سکے۔

حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ نحن معاشر الانبیاء اشد بلاء فالامثل فالامثل ہم گروہ انبیاء پر سب سے سخت تر مصیبتیں پڑتی ہیں۔ پھر اُس سے قریب تر پر۔ پھر اُس سے قریب تر پر ٭

سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ تمام انبیاء کے سردار اور خاتم المرسلین ہیں۔ تکلیفوں اور مصیبتوں کا بھی اُن پر خاتمہ ہو گیا۔ آپ کی سخت درجہ پر تکذیب کی گئی۔ ساحر اور شاعر۔ کاہن۔ مجنوں کے لقب سے یاد کئے گئے۔

نماز پڑھتے وقت اوپر غلاظتیں پھینکی گئیں۔ راستے میں کانٹے بکھیرے گئے۔ آپ کو پتھر مارے گئے۔

تین برس تک شعب ابی طالب میں محصور کئے گئے۔ اور یہی آپ کے معتقدین کا حال رہا۔ حتیٰ ایں کہ مشرکین نے آپ کے قتل کا ارادہ کر کے آپ کو بالکل ہی نیست ونابود کرنا چاہا۔ چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے۔ کہ ما اوذی مثلی قط کسی نبی کو مجھ سی تکلیفیں نہیں پہونچیں۔ مجھ پر تکلیفوں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

اسی جہت سے اللہ تعالےٰ نے آں حضرت ؐ پر قرآن مجید بتدریج نازل فرمایا۔ تاکہ بار بار قرآن شریف کے نازل ہونے سے آپ کو تسلی ہوتی رہی۔ اور اُس سخت سی سخت تکلیفوں کے مقابل خدا کا اطمینان وہ پیغام آپ کی تکالیف و آلام میں خفت پیدا کرے۔

اور ہر بات کے وقت اُس کا جواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتا رہے۔ تو آپ کا دل ثابت رہے۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وقال الذین کفروا لولا نزّل علیه القراٰن جملة واحدة

كذلك لنثبت به فؤادك ورتلناه ترتيلا ه ولا يأتونك بمثل الا جئناك بالحق واحسن تفسيرا۔ اور منکروں نے کہا۔ کہ اس پر قرآن سارا ایک دفعہ ہی کیوں نہ اُترا۔ اسی طرح ہم نے بتدریج نازل کیا ہے۔ تاکہ اس سے تیرے دل کو ثابت اور مضبوط رکھیں۔ اور ہم نے اسکو بتدریج تجھے پڑھ کر سنایا ہے (۱) اور تیرے پاس کوئی مثل نہیں لاتے۔ مگر کہ ہم تجھ کو حق بات اور اس سے بہتر کھول کر پہونچاتے ہیں ۔

(۵) دنیا میں۔ جتنے رسول آئے۔ ہر ایک کے تاریخی حالات ایک دھندلی حالت میں ہیں۔ اُن کے تفصیلی حالات بہت کم معلوم ہیں۔ کیوں؟۔ ان پر آسمانی صحائف و کتابیں دفعۃً نازل ہو گئیں۔ جن سے وہ امت پر وعظ فرماتے رہے۔ لیکن اُن کے حالات زندگی اُن کی اپنی آسمانی کتابوں سے بہت کم منکشف ہوتے ہیں۔ ہاں پہلے اور

---

(۱) ہر بات کے وقت اس کا جواب اُترتا رہے۔ تو پیغمبر کا دل ثابت رہے (از حاشیہ شاہ عبدالقادر دہلوی رح)

لوگوں نے اپنی دریافت کے مطابق ظنی طور پر لکھتے ہیں
لیکن قرآن شریف صرف وعظ و تلقین اور احکام ہی کا
مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ رسول کریم صلعم کی مفصل ہسٹری
ہے۔ آپ کی زندگی کے سارے واقعات قرآن شریف
سے ایسے عیاں ہوتے ہیں۔ کہ کسی نبی یا کسی بادشاہ
کی لائیف اس درجہ صداقت و یقین پر پہونچی ہوئی
ہرگز نہیں۔ ابتدائے بعثت سے وفات تک تمام حالات
نبوی کو قرآن شریف نہایت عمدہ طور پر بیان کرتا ہے
اگر حدیث اور کتب تواریخ سے جن میں رسول خدا صلعم
کے جزوی و کلی حالات مندرج ہیں۔ بالکل قطع نظر کریں
تو صرف قرآن شریف ہی سے رسول خدا صلعم کی زندگی کے
حالات اور واقعات اخلاق و صفات وغیرہ سب مفصل
معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور خارجی ثبوتوں کو بالکل رہنے
دیں۔ تو فقط قرآن شریف سے رسالت خدا صلعم کی نبوت کا
ثبوت اکمل ترین طور پر ہو جاتا ہے۔ جس کے ماننے میں
کسی موافق یا مخالف کو ہرگز تامل کی گنجایش نہیں رہتی
قرآن شریف سے ظاہر ہے۔ کہ ابتدائے بعثت سے

کسطرح رسول کریمؐ کو تکلیفات اور مصائب اور
سخت سے سخت اذیتوں کا سامنا ہوا۔ اور کس طرح
کفار نے اُس خدا کی روشن کئے ہوئے چراغ کو بجھانے
کی لگاتار جی توڑ کوششیں کیں۔ لیکن چونکہ وہ خدا کا لگایا
ہوا درخت تھا۔ اُس کو ان مخالفانہ ہواؤں اور معاندانہ
حملوں سے ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ چونکہ وہ صداقت کا
نور تھا۔ کسی کی مُنہ کی پھونکوں سے ہرگز نہ بجھ سکا۔
بلکہ جن لوگوں نے اس پر حملے کئے۔ وہ آپ ہی نیست و
نابود ہوگئے۔ جن لوگوں نے مُنہ کی پھونکوں سے بجھانا
چاہا۔ آپ ہی بجھ گئے۔ ہاں یہ وہ پتھر تھا۔ کہ جس پر
جا کر گرا۔ اُسے پیس دیا اور جو اس پر آکر گرا۔ آپ چور
ہوگیا۔ (متی ۲۲ باب ۴۲)
اگر یہ مثل سچ ہے۔ کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ
تو دنیا میں حضرت رسول کریم صلعم کے برابر کوئی صاحب
استقامت و استقلال ایسا ہرگز نہیں گذرا۔ پس ایسے
سخت ترین مصایب و تکلیفات کے وقت جو آنحضرت
پر کفار کی طرف سے وارد ہوئیں۔ اور جس کی دنیا میں

ہرگز نظیر نہیں ہے - آں حضرت ؐ کا یہ فوق العادہ
استقلال اور یہ خارق عادت استقامت اگر اعلےٰ
سے اعلےٰ معجزہ نہیں ہے - تو پھر ہم نہیں جانتے کہ معجزہ
کا اور مفہوم کیا ہو سکتا ہے ؟[۱]
اگر قرآن شریف آں حضرت پر دفعتہً نازل ہوتا تو رسول خدا ؐ
کی ایسی مفصل بسٹری اور نبوت کی صداقت معلوم ہونی
مشکل تھی کیونکہ اگر فرض کریں - کہ قرآن شریف بعثت
کے شروع یا وسط میں نازل ہوتا - تو باقی عمر کے واقعات زندگی
ایسے اعلےٰ درجہ یقین پر معلوم نہ ہوتے - جیسے کہ اب
ہیں اسی لئے حکمت الٰہیہ حقیقی ہوئی - کہ اس اہم کتاب
کو اس طرح بہ تدریج نازل کرے تاکہ پیغمبر اسلام کی حالات زندگی
و صداقت نبوت نہایت اعلےٰ طور پر ثابت ہوجائے کہ جس
سے کسی فرد بشر کو مطلق انکار کی گنجائش تک نہ رہے - فتدبروا

---

۱ ایک عجیب بات دیکھو دنیا میں کسی نبی کا مزار ٹھیک ٹھیک کسی شخص کو معلوم نہیں ہر اہل
مذہب اپنے نبی کی مزار کو ظنی طور پر خاص خاص مقام میں بیان کرتا ہے - لیکن آخری نبی ؐ کی
مزار جسکا دین خدا کو قیامت تک رکھنا منظور تھا تمام دنیا کی نظروں میں مشاہد و معاین ہے -
اور قطعی طور پر ثابت ہے - کہ آپ کا مزار مبارک مدینہ میں ہے ×

یا اولی الالباب ×

(۹) پچھلے انبیا کی سینکڑوں بشارتیں جو آں حضرت ؐ کی تشریف آوری کے بارہ میں ہیں۔ اور آں حضرت صلعم کی زندگی کے مختلف واقعات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اگر قرآن شریف ابتدائے بعثت ہی میں دفعتًہ نازل ہو جاتا تو اُن بشارات کا مصداق آں حضرت ؐ کو گردانتے میں۔ شک وشبہ کی گنجائش رہتی۔ لیکن چونکہ رسول کریم صلعم کی زندگی کے واقعات بتدریج اُن بشارات کے مصداق ہوتے گئے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالے قرآن شریف میں بتدریج اُن واقعات کا ذکر رجیسے جیسے وقوع میں آتا گیا) بیان فرمایا ہے۔ تاکہ تمام دنیا کی نظروں میں قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ مبشر عیسیٰ و مثیل موسیٰ و مصداق بشارات انبیاء سابقہ یقینًا آں حضرت صلعم ہی ہیں۔ چنانچہ کتب سابقہ کی بشارات کو آں حضرت صلعم کے واقعات کے ساتھ ملانے سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ آں حضرت ؐ کا وجود باجود ہی ان بشارات کا مصداق ہے ولبس ×

اور یہ کہ اگر رسول کریم ؐ دنیا میں نہ تشریف لاتے" تو کتب

سابقہ کی بشارات پوری نہ ہوتیں اور سب کتابیں ناقص اور ناتمام رہتیں ۔

(۷) جس روز سے قرآن شریف اُترنا شروع ہوا اور کفار نے مخالفت کی۔ اُسی دن سے اللہ تعالےٰ برابر لگاتار پیشین گوئیاں فرما رہے ہیں۔ کہ آخر یہ دین سب پر غالب آجا ئیگا - اور کفار مغلوب ہوں گے - اللہ تعالےٰ جیت جائے گا اور اُس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے والے ہار جائیں گے - چنانچہ سارا قرآن شریف ان پیشین گوئیوں سے بھرا پڑا ہے (جس کا ہم آگے "تاریخ محمدی" میں مفصل بیان کریں گے - پس اگر قرآن شریف دفعۃً نازل ہو جاتا تو صرف پیشین گوئیاں ہی اُس میں ہوتیں - بغیر وقوع میں آنے کے اُن کے ظہور کا اُس میں ذکر ہو نہیں سکتا تھا - پس دنیا کو اُن پیشین گوئیوں کے پورا ہونے اور آنحضرت صلعم کی نبوت کی صداقت میں اشتباہ ہی رہتا - اس لئے حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی - کہ اُن پیشین گوئیوں کو آنحضرت صلعم ہی کے عہد میمنت مہد میں پورا کر کے قرآن شریف ہی میں اُن کے پورا ہونے کا ذکر بھی اپنے وقت پر درج ہو

جائے ۔ تاکہ تمام دنیا کو اُن ثبوتوں کے پورا ہونے اور
آں حضرت ﷺ کی رسالت کی صداقت میں شک و شبہ
کی گنجائش تک نہ رہے ۔

اور یہ امر تا وقتیکہ قرآن شریف بتدریج نازل نہ ہوتا ممکن
نہیں تھا۔ اس لئے اللہ تعالے نے قرآن شریف کو آنحضرت
پر آہستہ آہستہ ۲۳ برس میں نازل فرمایا۔ چنانچہ جس دن
تمام نبوتیں پوری ہوگئیں ۔ اللہ تعالے کے وعدے ہر
طرح ظہور میں آچکے ۔ دین کامل اور مکمل ہوچکا تو اللہ تعالیٰ
نے فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت
لکم الاسلام دیناً ۔

(۸) قرآن شریف کو دعوے ہے ۔ کہ اگر جن و بشر اس بات پر
اتفاق کریں ۔ کہ ایسا قرآن شریف بنائیں تو ہرگز نہیں لا
سکیں گے ۔ دفعۃً سارا نازل ہوتا ۔ تو کفار کو یہ کہنے کا موقعہ
تھا ۔ کہ اتنے بڑے قرآن شریف کے معارضہ کے لئے ہم
وقت کہاں سے لائیں ۔ لیکن اللہ تعالے نے اُن کو بالکل
عاجز کرنے کے لئے آہستہ آہستہ نازل کیا ۔ تاکہ اُن کو معلوم
ہو جائے ۔ کہ اگر قرآن شریف کلام بشری ہے تو وہی بشری

ہیں - تھوڑے تھوڑے حصہ قرآن کے مقابل اُن اتنے
بڑے بڑے فصحا و بلغا کو کہہ کر لانے میں کوئی بھی ہرج
وقت اور دقت نہیں ہے ۔ اور یہ کہ جب وہ تھوڑے
تھوڑے حصہ قرآن کے مقابل لا نہیں سکتے ۔ تو سارے
قرآن شریف کے مقابل وہ کیونکر کوئی کلام لا سکتے ہیں ۔

(۹) قرآن شریف میں اللہ تعالے کا ایک عجیب اسلوب
ہے ۔ جو اگلی آسمانی کتابوں سے بالکل ایک خصوصیت رکھتا
ہے ۔ اگلی شرائع میں سب شرعی احکام ایک ہی وقت میں
نازل ہو جایا کرتے تھے (کما ذکر) اُن کا شان نزول یا
مورد یا عملی نمونہ ہونا کوئی ضروری نہیں تھا ۔ لیکن قرآن
شریف میں اللہ تعالے نے ایسا التزام رکھا ہے کہ جس قدر
احکام حسن معاشرت یا اصلاح قوم وغیرہ کے متعلق نازل
فرمائے ہیں ۔ قریباً سب کا کوئی نہ کوئی شان نزول یا
مورد یا عملی نمونہ ضرور ہے ۔

اس امر کے دریافت کرنے کے لئے تم قرآن شریف کی
مختلف تفاسیر کا مطالعہ کرو ۔ غالباً کوئی آیت نہ رہے گی ۔
جس کا شان نزول یا مورد نہ ہو ۔ یعنی پہلے ایک واقعہ

وقوع میں آیا۔ پھر اُس کے متعلق ایک یا کئی آیات نازل ہوئیں۔ یہ طرز صحایف آسمانی میں سے صرف قرآن شریف کو ساتھ خاص ہے۔ اور اس کا جو فایدہ ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ اس شان نزول یا عملی نمونہ سے خدا کے وہ امر و نواہی اور آیات کلام الٰہی آناً فاناً آفاق میں منتشر اور طبایع میں راسخ ہو جاتے تھے۔ اور صرف زبان سے ایک بات کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دینے کی نسبت نصیحت اور تبلیغ کا یہ طرز تمام اسالیب سے افضل و اعلےٰ ہے اور اثر میں اقوے ہے۔

چونکہ تمام عملی نمونے آں حضرت ؐ کے وقت میں دفعۃً واحدۃً ظہور میں نہیں آئے۔ بلکہ آہستہ آہستہ آپ کی عمر میں وقوع میں آئے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف بھی آہستہ آہستہ نازل فرمایا۔

(۱۲) عرب کی اخلاقی حالت جس قدر بگڑی ہوئی تھی۔ محتاج بیان نہیں۔ رذایل اور شرور اُن کی طبیعت میں راسخ ہو کر طبیعت ثانیہ ہو گئے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اس زمانہ میں اہل عرب کی نظیر بد اخلاقی میں اہل عرب

ہی تھے ۔ اس سے بڑھ کر اُن کی اخلاقی حالت اور کیا
بگڑی ہوئی ہوگی ۔ کہ وہ چوری ۔ زنا ۔ مے نوشی اور تمام
اخلاق ردیہ پر فخر کیا کرتے تھے ۔ یہاں تک حیا اور شرم
کا مادہ اُن کے دلوں سے اُٹھ گیا تھا ۔ اگر قرآن شریف
دفعتہً نازل ہوتا تو یک لخت اُن کے اخلاق شنیعہ کا
استیصال ہونا بالکل محال تھا ۔ اس لئے جیسا کہ اُستاد
شفیق اور پیارے اتالیق کا قاعدہ ہے ۔ حکمت الٰہیہ اس
امر کی مقتضی تھی ۔ کہ بتدریج قرآن شریف کے احکام نازل
فرمائے جائیں ۔ اور آہستہ آہستہ اُن کے رذائل وشنایع
کی بیخ کنی کی جائے ۔ جو تعلیم بہ تدریج کی جائے وہ دلوں
میں نقش بر سنگ اور ہوتی ہے ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ
اُس وقت سے ۱۳۰۰ برس گذر چکے ۔ لیکن اہل عرب سے
وہ افعال شنیعہ ایسے کافور ہوئے ۔ کہ پھر بت پرستی وغیرہ
بد اخلاقیاں اُن میں رائج نہیں ہونے پائیں ۔ اور بقول
راڈویل صاحب مترجم قرآن کے اہل عرب کی ایسی کایا
پلٹ گئی ۔ اور یہ کمتر بکری چرانے والی قوم ایسی اعلےٰ حالت
تہذیب پر پہونچ گئی ۔ کہ جیسے کسی نے اُن پر سحر کر دیا ہو ۔

فتفکروا یا اولی الالباب ۔

(۱۱) ایک مثل مشہور ہے۔ ہرچہ زود آید۔ دیر نپاید۔ اگلے
انبیا پر کتابیں دفعتہً نازل ہوگئیں۔ مناسب بھی ایسا ہی
تھا۔ کیونکہ اُن کا مذہب خدا تعالے کو قیامت تک رکھنا
منظور نہیں تھا۔ لیکن آنحضرت صلعم کے دین کو اللہ تعالی
نے ہمیشہ کے لئے قایم رکھنا تھا۔ اس لئے ضرور تہا کہ مذکورہ
بالا اصول کے موافق ان پر آسمانی کتا بتدریج نازل ہو تا کہ
اُس کا اثر دیرپا اور قیامت تک باقی رہے ۔

(۱۲) اگر قرآن شریف دفعتہً نازل ہو جاتا۔ تو وہ بڑا اعجاز جو
قرآن شریف کے ۲۳ برس کے اندر بتدریج اُترنے میں پایا
جاتا ہے۔ ہرگز ظہور پذیر نہ ہوتا۔

بات یہہ ہے کہ آں حضرت م نے ۴۰ برس کی عمر میں
نبوت کا دعوے کیا۔ اور قرآن شریف کا تھوڑا تھوڑا
حصہ بقدر ضرورت و احتیاج لوگوں کو جوں جوں اُترتا رہا
سنایا اور کوئی شخص نہیں جان سکتا۔ کہ جو کام میں نے
اپنے ہاتھوں سے کیا ہے ضرور پورا ہی کرکے رہوں گا۔
ممکن ہے کہ ادھورا ہی چھوڑ کر مر جائے۔ لیکن آنحضرت م

نے متواتر اور بار بار ارشاد فرمایا۔ کہ میں دین کو کامل ہی
کرکے رہوں گا۔ اور اسلام کا غلبہ آنکھوں سے دیکھ کر دنیا
سے اُٹھایا جاؤں گا۔ اور باوجود ہزارہا ناکامیوں کے بڑی
زور شور سے اسی دعوے پر جمے رہے۔ چنانچہ سارا قرآن
شریف علانیہ پکار رہا ہے۔ کہ آخر اسلام جیت کر ہی رہیگا۔ گو لاکھ اس کے خلاف میں کوششیں کی جائیں۔

اب ممکن تھا۔ کہ سارا قرآن شریف اترنے اور دین کے کامل ہونے سے پہلے ہی آں حضرت صلعم دنیا سے رحلت کر جاتے۔ چنانچہ جنگ
اُحد میں اگر اسلام سچا نہ ہوتا۔ تو آں حضرت صلعم کے دنیا
سے اُٹھ جانے میں کوئی امر باقی نہیں رہا تھا۔ لیکن دیکھو
کہ حسب وعدہ الٰہی سارا قرآن شریف اُتر کر اور اسلام کو علانیہ
غالب دیکھ کر آں حضرت صلعم نے رحلت فرمائی۔ اور سب
سے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ الیوم اکملت لکم دینکم
واتممت علیکم نعمتی اس آیت کے نزول سے ۸۲ روز
بعد آں حضرت صلعم زندہ رہے ہیں۔ جو اہل بصیرت کے لئے
اسلام کی صداقت پر آیت بیّن ہے۔

اتنی لمبی مدت میں ایک سلسلہ کا برابر قایم رہنا اور آخر

سلسلہ کامل ہو کر آں حضرت ؐ کا دنیا سے اُٹھ جانا کم نہیں جانتے - کہ اس سے بڑھ کر معجزہ اور کیا ہو سکتا ہے ہ

یقیناً آں حضرت ؐ کی ذات اقدس کے بغیر دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوا - جس نے اپنے ہاتھ کے لگائے ہوئے درخت کو ایسا بار ور اور پر ثمر دیکھ کر اور اس طرح دعوے کے ساتھ ہر امر میں کامیابی حاصل کرکے دنیا سے رحلت کی ہو ٭

(۱۴) قرآن شریف کے نزول اور بہ تدریج اُترنے کی خبر انجیل میں بھی ہے - جس کی نسبت اللہ تعالے قرآن شریف میں فرماتا ہے -

وانہ لتنزیل رب العالمین - نزل بہ الروح الامین علےٰ قلبک لتکون من المنذرین - بلسان عربی مبین وانہ لفی زبر الاولین - اولم یکن لہ آیتہ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل ہ

اور قرآن شریف رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے - اُسے روح الامین (جبرئیل) نے اُتارا ہے تیرے دل پر تا کہ تو

اُن کو ڈرسناوے - واضح عربی زبان میں - اور یقیناً اس کا ذکر کتب سابقہ میں موجود ہے - کیا قریش کے لئے یہہ نشان نہیں - کہ اُسے بنی اسرائیل کے علما جانتے ہیں ×

چنانچہ نزول قرآن کی خبر کتاب - استثنا ۱۸ باب ۱۸ میں ہے - میں اُن (بنی اسرائیل) کے لئے اُن کے بھائیوں (بنی اسمعیل) میں سے تجھہ سا (مثیل موسیٰ) ایک نبی برپا کروں گا - اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالوں گا - اور جو کچھہ میں اُسے فرماؤں گا - وہ سب اُن سے کہے گا اور ایسا ہوگا - کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا - نہ سنے گا - تو میں اُس کا حساب اُس سے لوں گا ×

اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالوں گا الخ - غور سے قرآن شریف کی طرف دیکھو - اس میں بجز خدا تعالےٰ کے کوئی متکلم معلوم نہیں ہوتا - گویا اللہ تعالےٰ آں حضرت صلعم کی زبان سے بول رہا ہے - نزل به الروح الامین علےٰ قلبك کے یہی معنے ہیں ×

اور ایسا ہوگا - کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا

نام لے کر کہے گا۔ نہ سُنے گا۔ تو میں اس کا حساب اُس سے
لوں گا۔ جن لوگوں نے آں حضرت ؐ کی نہ سنی۔ جو کچھ
اُن کا انجام ہوا۔ اور جس طرح اللہ تعالے نے اُن سے
حساب لیا۔ قرآن شریف سے اظہر من الشمس ہے۔ کفار
قریش کا کیا حال ہوا۔ قوم یہود کا کیا انجام ہوا۔ کس نے
اُس نبوت کے آخری پتھر سے آکر سر ٹکرایا۔ جو چُور چُور
نہ ہو گیا ۔

پھر یوحنا ۱۶ باب میں بشارت فارقلیطیہ میں اللہ تعالے
آں حضرت ؐ کی نسبت ارشاد فرماتا۔ وہ اپنی نہ کہے گا
بلکہ جو سنے گا۔ سو کہے گا۔ مذکورہ بالا آیات کا اور
اس آیت کا مفہوم ایک ہی ہے۔ اللہ تعالے قرآن شریف
میں فرماتا ہے۔

وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی۔ اور وہ
اپنی خواہش نفسانی سے نہیں بولتا وہ وہی بولتا ہے
جو اس پر خدا کی طرف سے وحی ہوتا ہے ۔

اور قرآن شریف کے بتدریج اُترنے کی خبر یسعیاہ ۲۸ باب
۱۳ میں ہے۔ کہ خداوند کا کلام اُن سے یہ ہوگا۔ حکم پر حکم

حکم پر حکم - قانون پر قانون ہے تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں -
تاکہ وے چلے جاویں - اور پچھاڑی گریں - اور شکست
کھاویں - اور دام میں پھنسیں - اور گرفتار ہوویں انتہٰی
اس آیت سے قرآن شریف کے بہ تدریج اُترنے کی خبر
اور حکمت صاف طور پر بیان کردی گئی ہے - یعنی کہ
قرآن شریف بہ تفاریق حسب اقتضائے مصلحت زمانہ
نازل ہوگا - کچھ مکہ میں کچھ مدینہ میں - کچھ اور جگہوں میں
تاکہ کفار کی ذلت اور شکستگی کا موجب ہو - کیونکہ ابتدا
میں ۱۴ برس کے عرصہ تک جو سن بلوغ کا زمانہ ہے -
رسول خدا صلعم اُن کفار کو جواب تک روح کی راہ سے
بچپن کی حالت میں تھے - شفیق باپ اور مہربان اُستاد
کی طرح نرمی اور ملائمت سے اُن کے اخلاق کے سنوارنے
اور دین حق کی طرف راہ یاب ہونے کے لئے دل وجان
سے کوشش کرتے رہے - اور درصورت کفران اور انکار
کے سخت وعید میں فرماتے رہے - اور آخرکار اسلام
کی نصرت اور کفار کی ترغیب و ہلاکت کے وعدے بڑے
جزم اور وثوق کے ساتھ بیان فرماتے رہے - اور قرآن

شریف میں اُن کی نسبت صرف تنبیہ اور عفو ہی کا حکم
ہوتا رہا۔ لیکن باوجود اس قدر سمجھاتے بجھاتے پیغام
الٰہی کے پہونچانے۔ حکم پر حکم سنانے اور کامل اتمام حجت
کے جب اُنہوں نے ایسے ناصح مشفق کی بات کو پس پشت
ڈال دیا۔ تو آخر کار وعدہ الٰہی نے کام لیا۔ خدا کا
غضب بھڑک اُٹھا۔ اور سیاست شدید کے سزاوار ہوئے
شکستیں کھائیں۔ دام میں پھنسے۔ اور گرفتار ہوئے اور
اللہ کے وعدے سچے اور پورے ہوئے ۞ ولا مبدل
لکلمات اللہ۔ فاعتبروا یا اولی الالباب ۞

قرآن شریف تحریف سے بکلی محفوظ ہے

دفعہ ۱۲۔ علمائے مسیحی اختلاف قرأت کو سبب تحریف

قرآن کا بتاتے ہیں۔ یا بعض مردود شیعہ شنیعہ کے اقوال
اپنے دعوے کی تائید میں لاتے ہیں۔ سو پہلے امر کی نسبت
انہیں یہ خیال کرنا چاہیے۔ کہ یہ سات متفرقہ قرائتیں
لوگوں کی طرف سے ہیں۔ یا خدا کی طرف سے۔ بصورت
اول ثابت کرنا چاہیئے۔ اور بصورت دویم جبکہ ساتوں
قرائتیں خدا ہی کی طرف سے ہیں۔ اور خود حضرت نے ہی
بہ امر الٰہی اُمت کی آسانی کے واسطے مقرر فرمائی ہیں۔
(کذا فی صحیح مسلم وغیرہ)*
اور اس اختلاف قرائت سے ذرا کسی مضمون میں بھی فرق
نہیں آتا۔ مثلاً سورہ فاتحہ میں مالک یوم الدین بھی درست
ہے۔ اور ملک یوم الدین بھی (مالک دن انصاف کا۔ بادشاہ
روز جزا کا) اور دونو صحیح ہیں۔ معنے میں کچھ فرق نہیں تو
اس اختلاف قرائت کو تحریف سے وہی متعلق سمجھے گا۔ جو
عقل سے مطلق بے علاقہ۔ اور انصاف سے بکلی بے بہرہ
ہوگا۔ البتہ اگر پیچھے کسی غیر کی طرف سے یہ اختلاف ہوتا
تو بھی کچھ اعتراض کی گنجائش تھی۔ لیکن جبکہ احادیث صحیحہ
مسلمہ سے ثابت ہے۔ کہ یہہ ساتوں قرائتیں خدا کی طرف سے

ہیں۔ اور ساتوں کی ساتوں کلام الٰہی ہیں۔ اور کسی قرایت سے معنے میں بھی فرق نہیں آتا۔ تو اسکو تحریف کہنا جاہلوں کو دھوکا دیناہے۔ یہ اختلاف قرایت ایسا نہیں ہے جیسا کہ انجیل میں کسی تثلیث گرنے اتنا بڑھا دیا ہے۔ کہ تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں۔ باپ و کلام و روح القدس (نامہ اول یوحنا ۵ باب ۷) دیکھو کس قدر چالاکی کی ہے۔ کہ عقیدہ تثلیث کے تراشنے کے لئے ایک آیت جعلی داخل کر دی۔ اور نہ صرف یہی بلکہ تحریف انجیل کا زیادہ حال دیکھنا ہو۔ تو پادری عمادالدین کی ہدایت المسلمین صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۳ تحقیق الایمان مطبوعہ ۱۸۶۱ء صفحہ ۱۴۲ و ۱۶۳۔ اور پادری فنڈر صاحب کی اختتام دینی مباحثہ ۱۸۵۹ء صفحہ ۵۵ و ۵۸ تک ملاحظہ کریں۔ جہاں انہوں[1] نے خود محرف آیات گنوادی ہیں۔ اور سینکڑوں ہزاروں بلکہ ڈیڑھ لاکھ تک اختلاف پہونچا (دیکھو اغلاط نامہ وارڈ صاحب) چنانچہ پادری فنڈر صاحب اختتام دینی مباحثہ ۱۸۵۵ء صفحہ ۱۳۰ میں

---

[1] کتاب عیسائیوں کی دینداری کا نمونہ دیکھو۔ اُس میں عیسائیوں کی تحریف کی خوب قلعی کھولی گئی ہے ×

لکھتے ہیں کہ یہ بات سچ ہے - ویرولیس ریڈنگ دسہو
کاتب) بہت ہیں - اور کہ ہر حال میں یقین سے نہیں کہہ
سکتے - کہ صحیح کون ہے - انتہی - پھر خود دینداروں کا تحریف
کرنا - دیکھو ھارن صاحب کی تفسیر جلد ۲ مطبوعہ لنڈن
۱۸۲۲ء صفحہ ۳۳۱ ۔

پھر سب سے بڑھکر یہ کہ ابتداءً بیسیوں مختلف جعلی انجیلیں
تالیف ہوئیں جن میں سے ۲۷ مروجہ حال چھانٹ کر الہامی
قرار دی گئیں اور باقی ۱۳۳ جعلی ٹھہریں (از انٹروڈکشن
ہارن صاحب اوپر علوم بیبل کے مطبوعہ ۱۸۲۵ء لنڈن
جلد ۱ صفحہ ۴۳۶) اب منصف آدمی خیال کر سکتا ہے - کہ
ابتدا میں اس قدر جعلی انجیلیں تیار ہوئیں - جن میں سے
۲۷ کتابیں اصلی ٹھہراکر باقی جعلی قرار دی گئیں - ڈیڑھ لاکھ
غلطیوں تک نوبت پہونچی - ۷ خط مشکوک ٹھہرائے گئے -
(اختتام دینی مباحثہ صفحہ ۳۸) اناجیل اربعہ کے مصنف نامعلوم
(از نوید جاوید) ۔

پس انجیل کو محرف سمجھنا چاہئے - یا قرآن شریف کو - جس
کی نسبت خود خداوند تعالے فرماتے ہیں انا نحن نزلنا

الذکر وانالہ حافظون (حجر رکوع ۱) ہم نے اُتارا ہی اس
قرآن کو۔ اور ہم ہی اُس کے محافظ ہیں (تغیر و تبدیل سے)
پھر یہ کہ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ
تنزیل من حکیم حمید۔ نہیں دخل ہے اُس میں باطل
(تحریف و تناقض) کا۔ آگے سے نہ پیچھے سے (یعنی کسی طور
سے کسی وقت میں) اتارا ہوا ہے۔ حکمت والے سراہے
گئے کی طرف سے (حم سجدہ رکوع ۱) پس اختلاف قرایت
جس سے ذرا بھر معنے میں فرق نہیں پڑتا۔ کسی غیر الشارع
کی طرف سے نہیں ہے۔ کہ تحریف کا موجب ہو۔ یہ آں
حضرت نے ہی اصحاب کو تعلیم کر دیا تھا۔ کہ یہہ لفظ اس
طرح بھی پڑھ لینا۔ اور اس طرح بھی کچھ فرق نہیں۔ اس
امر کی تشریح ہم ایک مثال سے کئے دیتے ہیں۔ بلا
شبہ اختلاف قرایت کی مثال یوں ہے۔ کہ بکر کا قاصد
ایک رقعہ خالد کے پاس اس صنعت کا لایا کہ اُس کے
الفاظ کئی طرح سے پڑھے جا سکتے ہیں اور اس کئی طرح
کے پڑھے جانے سے نہ تو عبارت مختل ہوتی ہے اور نہ
فصاحت و بلاغت میں کچھ نقصان آتا ہے اور نہ راقم

کا مطلب اُس سے فوت ہوتا ہے۔ پھر خالد نے اپنے تمام
دوستوں کو اس صنعت مذکور سے آگاہ کر دیا اور اُنہوں
نے تمام ملک میں مشہور کر دیا۔ اب جو اُس کو دیکھے گا
سوائے صنعت کے اختلاف کوئی منظر نہیں آئے گا۔ برخلاف
انجیل کے کہ اُس کی مثال یوں ہے۔ کہ مثلاً خالد پھانسی
سے مارا گیا۔ ساٹھ ستر برس کے بعد اُس کے چیلوں زید
عمرو بکر وغیرہ نے ارادہ کیا۔ کہ اُس کے حالات عمری قلمبند
کئے جائیں۔ جب یہہ سب کچھہ تحریر ہو چکا۔ تو بعض
حالات تحریر شدہ جعلی مقرر ہوئے۔ اور باقی ایسے باہم
مختلف ہوئے۔ کہ جن میں بموجب کہنے مفسرین کے اصل
اور ساختہ میں شناخت نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر سال کمی
و زیادتی کی گرم بازاری رہتی ہے۔ اس حد تک کہ ڈاکٹر
گرلیسباخ نے ۳۵۵ نسخہ انجیل کا مقابلہ کیا۔ تو ڈیڑھ
لاکھ اختلاف نکالا۔ جس کو شک ہو۔ اب چند نسخے مختلف
سنین کے مقابلہ کر کے اس امر کی تصدیق کر لے ۔
اسی واسطے فاضل اجل آنریبل ولیم میور صاحب بہادر
کتاب تواریخ محمدی جلد اول مطبوعہ لنڈن ۱۸۶۱ء صفحہ ۱۵

کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا اپنی خاص کتاب کا ہماری کتب مقدسہ کے اختلاف عبارت سے مقابلہ کرنا۔ ایسی چیزوں کا باہم مقابلہ کرنا ہے۔ جن کے حالات۔ اور اصلی امور میں کچھ بھی مناسبت نہیں ہے۔ انتہی ۔

امر دوئم کی نسبت۔ ہم معتبر شیعوں کے اقوال در باب حفظ و صون قرآن شریف کے لکھے دیتے ہیں۔

(۱) صراط مستقیم میں۔ جو شیعوں میں ایک معتبر تفسیر ہے۔ آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے آگے لکھا ہے۔ اے انا لحافظون من التحریف والتبدیل والزیادۃ والنقصان یعنے ہم حافظ ہیں تحریف اور تبدیل اور زیادتی اور کمی سے ۔

(۲) ملا محمد صادق شارح کلینی کا قول ہے ویظہر القرآن بھذا الترتیب عند ظہور الامام الثانی عشر ویشہر بہ یعنے ظاہر ہوگا قرآن اسی ترتیب سے۔ بروقت ظاہر ہونے بارھویں امام کے۔ اور مشہور ہوگا اسی ترتیب سے ۔

(۳) حدیقہ سلطانی میں ہے نقلاً عن مجمع البیان فی تفسیر انا لہ لحافظون والزیادۃ فی القرآن بطلانھا مجمع علیہ

واما النقصان فرواہ قوم من اصحابنا و بعض الحشویۃ من العامۃ والاصح خلافہ کما نص بہ سید المرتضیٰ۔

(۴) قاضی نور اللہ شوستری کی کتاب مصائب النواصب میں مرقوم ہے ما نسبہ الی شیعۃ من قولھم لوقوع التغیر فی القرآن لیس مما قال بہ جمہور الامامیۃ وانما قال بہ شرذمۃ قلیلۃ لا اعتبار لھم فیما بینھم۔ یعنے جو لوگ نسبت کرتے ہیں ہماری طرف کہ شیعہ قایل ہیں اس بات کے کہ قرآن میں کچھ تغیر ہوا۔ سو یہ قول جمہور امامیہ کا نہیں اُس کے قایل گروہ قلیل ہیں جن کا اعتبار نہیں ۔

(۵) شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں اعتقادنا فی القرآن ان القرآن الذی انزل اللہ تعالیٰ علی نبیہ ھو ما بین الدفتین۔ وھو ما فی ایدی الناس لیس باکثر من ذلک یعنے اعتقاد ہمارا قرآن میں یہ ہے۔ کہ تحقیق قرآن جس کو اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا۔ وہی ہے جو دو دفتوں میں موجود ہے۔ اور وہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں پایا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ انتہی ۔

(۶) محمد بن الحسن حر عاملی - جو بڑا محدث شیعوں میں گذرا ہے لکھتا ہے :-

ہر کسے کہ تتبع اخبار و تفحص تواریخ و آثار نمودہ بعلم یقینی مے داند - کہ قرآن در غایت و اعلےٰ درجہ تواتر بودہ - و آلاف صحابہ حفظ و نقل مے کردند - آن در عہد رسولِ خدا مجموع مؤلف بود - انتہٰے ۔

ان چھ شواہد سے ظاہر ہے - کہ محقق شیعوں کے نزدیک قرآن شریف کمی بیشی تبدیل و تحریف سے بہ کلّی محفوظ ہے اور جو شرذمہ قلیلہ اس کے نقصان کے قایل ہیں - اُن کا قول جمہور محققین کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتا ۔

پھر یہ کہ امام عسکری نے اسی قرآن مروجہ کی تفسیر لکھی ہے - اگر ناقص ہوتا - تو اس کی کبھی تفسیر نہ لکھتے اُس کے قراین و ربط عبارت پر کبھی بھروسا نہ کرتے ۔

پھر حضرت علی اور تمام آیمہ کرام کا بھی اسی قرآن مروّجہ پر عمل رہا ہے - اگر یہ قرآن ناقص اور محرّف ہوتا - تو وہ حضرات کیوں اسپر عمل کرتے - اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر حضرت عثمان کی طرف سے - اس قرآن

میں کچھ نقصان وقوع میں آیا ہوتا۔ تو حضرت علی اپنی خلافت کے زمانہ میں ۔کبھی تکمیل کئے بغیر نہ رہتے۔ جب کہ اسی کی تکمیل دین و ایمان کی تکمیل تھی۔ اور خصوصاً جب کہ حضرت کے اصحاب میں سے اکثروں اور خود حضرت علی کو بھی قرآن شریف ازبر یاد تھا۔ پس یہاں سے ظاہر ہے۔ کہ یہ قرآن مروج موافق تنزیل۔ اور وہی قرآن شریف ہے۔ جو حضرت پیغمبر علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھا۔ کچھ کم و بیش نہیں ہے۔

اب ہم علمائے اہل کتاب کے اقوال۔ در بارہ حفظ وصون قرآن شریف کے نقل کرتے ہیں ॥

(۱) ایڈورڈ گبن صاحب مورخ رومی اپنی کتاب کی جلد ۶ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں۔ کہ قرآن کی بہت سی نقلوں سے وہی اعجاز کا سا خاصہ یگانگت اور عدم قابلیت تحریف کا متن ثابت ہوتا ہے۔

(۲) آنریبل میور صاحب اپنی کتاب کی جلد اول صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں۔ کہ نہایت قوی گمان پر ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ ہر ایک فقرہ قرآن کا صحیح اور بلا تبدیل محمد

ہی کا کہا ہوا ہے ۔ اور اُس کے نتیجہ میں جیسا کہ وآن
ہمیر نے کہا ہے ۔ یہہ کہتے ہیں ۔ کہ قرآن کو ہم بالیقین ایسا
ہی محمدؐ کا کلام سمجھتے ہیں ۔ جیسا کہ مسلمان اُس کو کلام
الٰہی سمجھتے ہیں ؁

(۳) ولیم میور صاحب اپنی کتاب سیرت محمدی الموسوم
بہ لایف آف محامد جلد ۱ صفحہ ۵ مطبوعہ لنڈن ۱۸۶۱ء میں
لکھتے ہیں ۔ کہ محمدؐ صلعم کی حیات میں قرآن کی حفاظت
صرف اُن متفرق تحریروں ہی میں منحصر نہیں تھی ۔ یہی
وحی الٰہی تمام مسلمانوں کا نبی تھا ۔ ہر ایک جماعت عام
میں قرآن پڑھنا ضروری تہا ۔ اور خلوت میں قرآن کی
تلاوت اور ذکر باعث ثواب اعظم تہا ۔ یہہ مضمون تمام
روایات قدیم میں متواتر المعنے ہے ۔ اور خود قرآن ہی
سے یہی پایا جاتا ہے اسی کے مطابق ہر ایک مسلمان
اس کو کم و بیش حفظ کرتا تہا ۔ اور مسلمانوں کی قدیم
سلطنت میں جو شخص جس مقدار تک قرآن پڑھ سکتا تہا
اُسی اندازہ کے موافق اُس کی قدر و منزلت ہوتی تھی
اور عرب کی رسم سے اُس کی زیادہ تائید ہوتی ۔ وہ لوگ

نظم کے تو از حد مشتاق تھے - اور فن کتابت کا سامان
کافی اُن کے پاس تہا - کہ خطبوں کو لکھ رکھتے - اس لئے
عادت سے وہ لوگ اس کے عادی ہو رہے تھے - کہ اشعار
اور خطاب کو اپنے دل کی زندہ تختیوں پر منقش کر رکھتے تھو
قوت حافظہ اُن کی انتہا کے درجہ پر تھی - اور اُس کو وہ
لوگ قرآن کی نسبت بہ کمال سرگرمی کام میں لاتے تہے
اُن کا حافظہ ایسا مضبوط اور اُن کی محنت ایسی قوی تھی
کہ حسب روایات قدیم - اکثر اصحاب محمدؐ صلعم پیغمبر کی حیات
ہی میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے
تھے - اور عرب کا حافظہ کیسا ہی دیرپا کیوں نہو - تاہم اُن
تحریروں کو جو صرف یاد ہی سے لکھی جاتیں - ہم بے اعتبار
سمجھ لیتے - لیکن اس امر کے باور کرنے کی وجہ معقول
ہے - کہ بہت سی مجرّی نقلیں جن میں کل قرآن شامل
تہا - یا جو تقریباً کل پر محتوی تہیں - مسلمانوں نے پیغمبر کی حیات
میں لکھ لی تہیں - جبکہ اُن لوگوں کو لکھنے کی استعداد
حاصل تھی - تو صحیح نتیجہ نکل سکتا ہے - کہ جو چیز ایسی
حفاظت شدید سے یاد کی جاتی تھی - وہ اسی طرح بہ کمال

احتیاط لکھی بھی جاتی ہوگی - انتہی ہ

(۴) پھر آنرِیبل ولیم میور صاحب فرماتے ہیں کہ ہم کو یہہ بھی معلوم ہے - کہ جب کوئی قبیلہ مسلمان ہوتا تھا - تو محمد صاحب کی عادت تھی - کہ اپنے اصحاب میں سے کسی ایک یا دو اصحابی کو اُن کے پاس بھیجتے تھے - تا کہ اُن کو قرآن اور ضروریات دین سکھلا دیں - اور اکثر خبر ملتی ہے - کہ وہ اپنے ساتھ مذہبی امور کی تعلیم کے لئے تحریریں لے جایا کرتے تھے - پس لاجرم یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ قرآن کی ضروری سورتیں بھی ہمراہ لے جایا کرتے ہونگے بالتخصیص وہ اجزاء قران جنپر مذہبی رسوم موقوف تہیں اور جو نماز میں اکثر پڑھی جاتی تہیں - علاوہ اُن تصریحات کے جو قرآن ہی میں خود اُس کے مکتوب ہونے کی کیفیت مروی ہے قرآن کے بیسویں سورہ کی نقل کا تذکرہ ہے جو عمرؓ کی بہن کے گھر میں اُن کے ذاتی مصرف کیلئے تھی - یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جو ہجرت سے ۳ یا ۴ برس پیشتر گذرا تو اس قدر قدیم زمانہ میں قرآن کی نقلیں لکھی جاتی تہیں - اور عام تہیں - دراں حالیکہ مسلمان کم اور مظلوم

تھے۔ تو یقینی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جب پیغمبر صلعم کو فوت ہوئی
اور یہ کتاب اکثر ملک عرب کے لئے شریعت قرار پائی۔ تو
اُس وقت قرآن کے نسخے کثرت سے بڑھ گئے ہوں گے۔
(لائیف آف محامد جلد اول مطبوعہ لنڈن ۱۸۶۱ء صفحہ ۹ و ۱۰)
پھر اُسی کتاب لایف آف محامد کے حاشیہ صفحہ ۳ پر لکھا ہے
کہ یہ بات بدیہی ہے کہ وحی لکھا جایا کرتی تھی۔ کیونکہ خود
قرآن میں بارہا اس کا کتاب نام رکھا گیا ہے ؂

(۵) پادری جے ایم راڈویل صاحب اپنی کتاب
کے صفحہ ۷۴ میں سورۃ قیامہ اور طٰہٰ کی بعض آیات سے
استنباط کرتے ہیں۔ کہ شروع ہی سے محمد صلعم نے ایک
لکھی ہوئی کتاب کے مشتہر کرنے کا منصوبہ کر لیا تھا۔ پھر
پادری جے۔ ایم راڈویل صاحب صفحہ ۴۶۳ لا یمسہ الا
المطہرون کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ آیت اس امر
پر متضمن ہے۔ کہ لا اقل قرآن کے اجزاء کی نقلیں عام
کے استعمال میں موجود تھیں۔ اور جب عمرؓ ایمان لائے
اور اُنھوں نے اپنی بہن کے ہاتھ سے بیسویں سورت کی
نقل لینی چاہی۔ تب اُن کی بہن نے اسی آیت کا

حوالہ دیا تھا۔

(۲) پھر آنریبل ولیم میور صاحب اپنی کتاب کی جلد اول صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰ میں فرماتے ہیں۔ کہ عثمانؓ کا نسخہ ہم تک بلا تحریف چلا آیا ہے۔ درحقیقت اُسی احتیاط سے اُس کی حفاظت ہوئی ہے۔ کہ قرآن کے بے شمار نسخوں میں جو اسلام کی کثیر الوسعت مملکت میں منتشر ہیں۔ بڑے اختلاف نہیں ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ بالکل اختلافات نہیں ہیں۔ محمد صلعم کی وفات کے بعد ایک چہارم صدی میں قتل عثمانؓ کے وقت سے مسلمانوں میں تنازع اور شدید مخالفتیں پیدا ہوئے سے مسلمانوں میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ تاہم اُن میں ایک ہی قرآن ہمیشہ سے جاری رہا ہے۔ اور سب میں بالاتفاق اسی ایک ہی قرآن کا استعمال میں رہنا اس بات کے ثبوت کی ایک لاجواب دلیل ہے۔ کہ ہمارے پاس اب وہی کتاب ہے جو اُس مظلوم خلیفہ کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ غالباً دنیا میں کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہے جو بارہ سو برس تک ایسی صحیح النص رہی ہو۔ انتہیٰ۔

(۷) پادری عمادالدین نے جس نے اپنی تصنیفات میں
اسلام کی مذمت اور توہین میں کوئی مخالفت باقی نہیں
رکھی - اپنی کتاب ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۶۸ء صفحہ ۱۰
میں لکھا ہے - کہ طرح طرح کی شرارتیں اور قسم قسم کے مضامین
جو محمدؐ صاحب کو معلوم بھی نہ تھے - ان مولویوں نے
مذہبی کتابوں میں لکھ کر دین محمدی کی شکل کچھ کی کچھ
بنا دی ہے - لیکن یہی قرآن آج تک وہی قرآن ہے جو
محمدؐ صاحب کے عہد میں تھا انتہیٰ

(۸) پادری صفدرعلی اپنی کتاب نیاز نامہ مطبوعہ
۱۸۸۱ء صفحہ ۱۰۳ میں لکھتے ہیں - کہ اب جس قدر قرائتیں
پائی جاتی ہیں - اور جو اختلافات ہیں جزئیات اور
خفیف باتوں میں ہیں - باقی تمام اصول ایمانیہ اور ارکان
اسلام و تعلیمات و اخبار وغیرہ جملہ مطالب و مقاصد
دو انھوں اور قرائتوں کے بموجب یکساں ہیں - کچھ اختلاف
نہیں ہے - بلکہ جیسا نسخہ عثمان رض نے ترتیب اور جمع کرکے
لکھا تھا اب موجود ہے - انتہیٰ "

مخفی نہ رہے - کہ قرآن شریف کی سند کتابی اور زبانی

دونو ایسی مستحکم اور صحیح ہمارے پاس ہے - کہ کوئی ہمارا
مخالف اپنی اُس کتاب کی جسے وہ کتاب اللہ جانتا ہے
ہرگز نہیں لا سکتا ۔

قرآن کی سند کتابی کے یہ معنے کہ حضرت نے اپنے
روبرو تمام قرآن مجید لکھوایا - اور پھر اُنہیں کے دیکھنے
والوں اور قرآن کے حافظوں نے اُس تمام لکھے ہوئے
کو جمع کیا - اور نقلیں کراکر جابجا منتشر کیں - اور اسی
طرح ہمیشہ اُس کی نقلیں تمام ملکوں اور دیاروں میں
ہوتی رہیں - اور رفتہ رفتہ ہم تک پہونچیں اور وہ اصل
نسخہ جو حضرت کے دیکھنے والوں نے اُن تحریروں سے
نقل کیا تھا - جو حضرت کے روبرو ہوئی تھیں - اب تک
کعبہ شریف میں موجود ہے - امام اُس کا نام ہے - اور
دوسری نقلیں اور مقامات پر بھی ہوں گی - مجھے اس
وقت تحقیق نہیں ہے - کیونکہ کئی نقلیں صحابہ نے کر کے
جابجا بھیجی تھیں ۔

اور زبانی سند کا یہ حال ہے - کہ سینکڑوں صحابہ
یعنے حضرت کے دیکھنے والوں نے حضرت سے سُنا - اور

زبانی یاد کیا۔ اور ایک ایک حرف کی تحقیق کی۔ اور باوجودیکہ
لکھا ہوا موجود تھا مگر لوگوں کی تحقیق و احتیاط کا یہہ حال تھا
کہ تمام قرآن مجید کو بیس بیس اور تیس تیس مرتبہ بلکہ اس
سے بھی زیادہ اُن لوگوں کے روبرو پڑھ پڑھ کر سُناتے
تھے۔ جنہوں نے خود آں حضرتؐ سے یاد کیا تھا۔ اور
آپ کی زبان مبارک سے سنا تھا۔ اور پھر حضرت عمرؓ
نے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے چوتھے
برس قرآن مجید کی حفاظت کی ایک عمدہ تدبیر یہہ نکالی۔
کہ رمضان کے مہینے میں ابی بن کعب صحابی کو جو مشہور
حافظ قرآن تھے۔ اور اول سے آخر تک حضرت سرور عالم
کے روبرو اُنھوں نے قرآن مجید کو خوب زبانی یاد کر رکھا تھا
یہہ حکم دیا کہ مجمع عام میں نماز کے اندر تم امام بن کر
قرآن مجید سنایا کرو۔ اور دوسرے صحابی جنہوں نے
آں حضرت سے قرآن مجید یاد کیا ہے۔ یا وہ لوگ جنہوں نے
حضرت کے دیکھنے والوں سے یاد کیا ہے وہ سب سُنا
کریں۔ تاکہ کسی کو قرآن مجید کے کسی لفظ بلکہ کسی حرف
میں شک نہ رہے۔ پھر یہہ نماز جس میں مجمع عام میں

قرآن مجید پڑھا جاتا تھا - ہر شہر اور دیہات میں پھیل گئی اور
اُن تمام ملکوں میں جہاں اہل اسلام تھے - یہہ طریقہ جاری
ہوگیا - چنانچہ آج تک یہہ دستور جاری ہے - کہ ہر شہر
و دیار کی مسجدوں میں جماعت عام کے روبرو ایک مہینہ
کامل قرآن مجید پڑھا جاتا ہے - اور بہت سے سننے والے
نہایت توجہ سے اس امر کا خیال رکھتے ہیں - کہ ایک حرف
کی بھی غلطی نہونے پاوے - ملت محمدیہ میں کتاب اللہ
کے حفظ اور یادگار کا اس قدر اہتمام کیا گیا جس کی کچھہ
انتہا نہیں - ہر زمانہ اور ہر وقت میں لاکھوں قرآن مجید
کے حافظ ہوتے چلے آئے اور چلے جاتے ہیں - بالفرض اگر
اس وقت تمام عالم سے قرآن شریف کے کل نسخے ناپید
کردیئے جائیں تو اسی وقت حفاظ کے سینے سے وہی قرآن
شریف جس میں ایک حرف یا ایک لفظ کا فرق نہو موجود
ہوسکتا ہے -

اور صحابہ اور تابعین کے وقت میں بھی تھا - کہ بعض
حافظان قرآن نہایت مشہور و معروف ہوتے تھے اور
دور دور سے لوگ اُن کے پاس قرآن کی سند لینے اور

پڑھنے کو آیا کرتے تھے - اور اُن کے بعد بھی یہ طریقہ جاری رہا - یہ جو سات قاری مشہور ہیں یہ اسی وجہ سے مشہور ہوئے کہ یہ لوگ خاص اسی کام کے ہو گئے تھے - اور شب و روز قرآن مجید ہی کی خدمت میں رہتے تھے - اُن سے بہت خلقت نے قرآن مجید پڑھا - ان ساتوں میں بعض تو صحابہ کے دیکھنے والے ہیں اور بعض اُن کے شاگرد - غرضکہ اسی طرح ہر قرن میں دستور چلا آیا - دافع التلبیسات صفحہ ۲۶ و ۲۷ وغیرہ
اور اب تک قرآن شریف کے حفظ کرنے کا دستور برابر جاری ہے اور ہزاروں حافظ و قاری دنیا میں موجود ہیں - بخلاف اور مذاہب کے کہ اُن میں کوئی اپنی آسمانی کتاب کا حافظ نہیں - قرآن شریف میں پھر تحریف کا کیا خدشہ ہے - اگر تمام جہان میں ایک جلد بھی قرآن شریف کی نہ رہے تاہم اندیشہ کا مقام نہیں - حافظوں کے لوح دل پر سے نقل اُتار سکتے ہیں - چونکہ اسکا خدا حافظ ہے اس واسطے ہزاروں حافظ دنیا میں موجود ہیں - اور لاکھوں قرآن خواں حاضر ہ

جان ڈیونپورٹ صاحب صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں
کہ ایسے بھی متقی مسلمان ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی
زندگی میں ستر ہزار مرتبہ قرآن کو تمام و کمال پڑھا ہے۔

علم حدیث کے معتبر ہونیکا بیان

دفعہ ۱۳ - قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت اور سلسلہ اسناد تو پچھلی دفعات میں بہ تفصیل بیان ہو چکا۔ اب احادیث[1] کے معتبر ہونے اور سلسلہ اسناد کا کچھ حال

[1] علم حدیث کے معتبر ہونے کا بیان مفصل دیکھنے کے لئے کتاب دفع البلیات مصنفہ مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ جہاں سے یہ مضامین مقتبس ہوئے۔ اور استادی مولوی غلام اللہ صاحب قصوری کی کتاب تائید الاسلام اور حیات الانسان حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری مرحوم میں بھی احادیث کا معتبر ہونا واضح طور سے ثابت کیا گیا ہے۔ محمد فیروز الدین +

سنئے

احادیث صحیحہ کی روایت زبانی کی کیفیت یہ ہے

کہ آں حضرت ص کے دیکھنے والوں نے آں حضرت سے سُنا اور اُس کو یاد کرلیا - اور پھر جو حضرت ص کے بعد ہوئے اُنہوں نے اُن کے دیکھنے والوں اور سننے والوں سے یاد کیا - غرضکہ اسی طرح یاد کرتے ہوئے چلے آئے - چونکہ اُس وقت عرب میں یاد کرنے کا دستور بہت زیادہ تھا - قصیدے کے قصیدے اور خطبے کے خطبے زبانی یاد کرتے تھے - اس لئے اُنہوں نے اپنے دستور کے موافق احادیث کو بھی یاد کیا - نہیں بلکہ اس میں اور بھی زیادہ کوشش کی - چنانچہ اُنہیں اپنی یاد کی تنقیح اور تحقیق کا یہ شوق تھا کہ اگر کسی محقق اور محدث کو سنتے تو منزلوں اُس کی تحقیق کے لئے جاتے - مگر جو محدث یا جو متلاشی کسی سے حدیث روایت کرتا پہلے اُس کو چال ڈھال اور صدق و دیانت کا حال بخوبی معلوم کرلیتا تھا - اور اس کی صحبت میں رہ کر اُس کی تصدیق کرتا تھا - اگر ذرا بھی اُس میں کذب - یا دوسرے بُرے افعال کا شائبہ پاتا تو فوراً اُس کی روایت کو ترک کرتا - اور سمجھ دیتا کہ فلاں

شخص ایسا ہے اُس کی روایت قابل اعتبار نہیں ہے اسی وجہ سے ہمارے یہاں علم رجال کا بڑا فن ہو گیا جس میں بتفصیل روایت کرنے والوں کا حال مذکور ہے۔ یعنی محدثین نے لکھ دیا ہے۔ کہ فلان راوی فلان کا بیٹا اور اُس کا پوتا فلان شہر میں پیدا ہوا فلان مقام پر مر گیا۔ اس قدر اُس نے سفر کئے فلان فلان اشخاص سے اُس نے علم حاصل کیا اور صدق و دیانت فضل و کمال میں ایسا تھا۔ غرضکہ اُس کی سوانح عمری خصوصاً وہ امور جو روایت کے وثوق اور عدم وثوق پر مبنی ہیں سب لکھ دیئے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہو گیا۔ کہ ہمارے پاس سلسلہ سند کے لئے بھی سند موجود ہے اور ہم ہر ایک راوی کا حال بخوبی بیان کر سکتے ہیں :

حدیث کی سند کتابی کا یہ حال ہے - کہ اگرچہ حضرت کے دیکھنے والوں کی کوئی تحریر ہم تک نہیں پہونچی۔ اُس وقت صرف زبانی یاد پر مدار رہا جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا۔ مگر اُن کے دیکھنے والوں نے جنہیں ہماری اصطلاح میں تابعین کہتے ہیں۔ علاوہ یاد کے قلمبند کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔ اور سلسلہ لکھنے کا جاری ہو گیا تھا۔ یہہ لوگ ایسے ہوئے ہیں۔ جیسے عیسائیوں

صیبن مرقس اور لوقا۔ البتہ کل حدیثیں اُس وقت میں
جمع نہیں ہوئی تہیں۔ اور چونکہ یاد رکھنے کا بہت رواج
تہا۔ اس لئے پہر بہی زبانی روایت بڑی احتیاط کی ساتھ
رہی۔ دوسری صدی میں اکثر اور تیسری صدی میں سب
مجتمع ہوگئیں۔ اور اناجیل کا تحریری وجود بہی اخیر دوسری
صدی میں پایا جاتا ہے۔ غرضکہ صحابہ کا زمانہ ایسا گذرا
کہ صرف زبانی یاد پر مدار رہا اور پہر تو زبانی اور تحریری
دونوں سندیں ہوگئیں ؛

دفعہ ۱۳۔ اب ہم کچھہ اصول جامعین علم حدیث کے
بیان کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ جو محدث جس شخص سے
روایت کرتا تہا۔ وہ اُس کے پہلے حالات دیکھتا تہا۔ کہ
یہہ راوی اپنے اقوال و افعال میں دیانتدار اور
سچا ہے یا نہیں۔ اگر اُس محدث نے اُس کی صحبت میں
رہ کر یا اُس کے صحبت یافتہ لوگوں سے معلوم کرلیا کہ یہ
راوی جو مجہہ سے حدیث بیان کرتا ہے۔ ہر ایک بات
میں سچا ہے کبہی لغو یا جہوٹی بات نہیں کہتا۔ اور
[illegible] جہوٹ کے دوسرے گناہوں سے بہی بچتا ہے۔

اُس وقت وہ محدث اُس کی روایت کو لے گا اور اُس
حدیث کو بیان کرے گا - اگر اُس کے نزدیک ایک مرتبہ بھی
اُس کا جھوٹ ثابت ہو جائے گا - یا کسی دوسرے گناہ کا
مرتکب پائیگا - تو یہہ محدث ہرگز اُس سے روایت نہ کریگا
اگر کرے گا تو کہہ دے گا کہ روایت ہرگز قابل اعتبار نہیں
اُس کا فلان راوی کذاب یا فاسق ہے - پس ایک مرتبہ
کے [illegible] یا فسق سے اُس کی تمام روایتیں غیر معتبر سمجھی
جاوینگی - اور پھر محدثین اتنی ہی تحقیق پر اکتفا نہیں
کرتے بلکہ بعد دیکھنے چال چلن کے قوت حافظہ پر بھی نظر
کرتے ہیں - اگر اُسے قوی الحفظ پاتے ہیں اور جان لیتے
ہیں کہ اُسے نسیان کا مرض نہیں ہے - اور اُسے یاد رکھنے
کا شوق ہے - لاپرواہی نہیں کرتا ہے - اُس وقت اُس
کی روایت کو صحیح کہتے ہیں - علےٰ هذا القیاس - وہ راوی
بھی اپنے اُستاد کو اسی طرح جانچے گا - اگر موافق شرایط
مذکورہ کے پائے گا - تو روایت کرے گا ورنہ نہیں - اسی
طرح جے واسطے درمیان میں حضرت تک ہوں گے اُن کی
تحقیق اسی طرح کیجائے گی - اُس وقت اُس حدیث کی صحت

اور عدم صحت پر حکم کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۴۴۔ مخفی نہ رہے کہ اہل اسلام پہلی ہی قرن میں درپئے اہتمام احادیث نبویہ ہو گئے تھے۔ اور یہہ اہتمام اُن کا بہ نسبت مسیحین کے کئی درجہ اچھا تھا۔ جیسا کہ قرآن کو حفظ کرنے میں اہتمام اُن کا آج تک بہ نسبت کتب مقدسہ کے بہ نظر انصاف کتنا بھاری ہے۔ مگر اصحاب نے بہ سبب احتیاط و اختلاط کلام الٰہی اور کلام رسول کے حدیثوں کو جمع نہیں کیا تھا۔ پھر تابعین نے امثل زہری وغیرہ جمع کرنا احادیث کا شروع کیا تھا۔ مگر اُن کو ابواب فقہ کی ترتیب کے مطابق لکھا نہیں تھا۔ جس صورت میں یہہ ترتیب احسن تھی۔ تبع تابعین نے ایسا ہی انکو ضبط کیا۔ چنانچہ امام مالک رض نے جو ۹۵ھ میں تولد ہوئے کتاب موطا مدینہ میں لکھی۔ اور سفیان ثوری نے کوفہ میں وغیرہ ذلک۔ پھر بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین کو احادیث کے لانے اور ضعیفہ کے چھوڑنے کی شرط پر لکھا۔ اور محدثین نے حدیث کی بابت بہت بڑی کوشش کی۔ چنانچہ اسماء الرجال ایک فن خاص حدیث کیواسطے

تصنیف ہوا کہ جس سے راویانِ احادیث کا حال کہ حفظ
اور دیانت میں وہ کیسے تھے معلوم ہوتا ہے - اور صحاح
ستہ کی حدیثوں کا اسناد آں حضرتؐ تک برابر پہونچتا ہے
اور بعض حدیثیں بخاری کی ثلاثی ہیں جو تین وسیلہ سے
حضرت تک پہونچتی ہیں - اور صحیح حدیث تین قسم پر ہے
۱۹ متواتر اور مشہور اور خبر واحد -

متواتر وہ ہے جس کو ہر زمانہ میں اتنا بہ کثرت لوگوں نے
روایت کیا ہو کہ عقل اُن کی جھوٹ بولنے کو محال جانے
جیسا کہ نماز کی رکعتوں کی تعداد اور زکوٰۃ کا مقدار اور
اکثر معجزات آں حضرت وغیرہ - اور **مشہور** وہ ہے جو
اصحاب کے زمانہ میں مثل تواتر کے مشہور نہ تھی - مگر
تابعین کے زمانہ یا تبع تابعین کے زمانہ میں اُس کا اشتہار
ہو گیا اور اخیر کے دونوں زمانوں سے کسی نے اُمت میں قبول
کر لیا ہو پس یہ بھی متواتر ہی کی طرح ہوتی ہے - جیسا کہ
حکم رجم در باب زنا وغیرہ - اور **خبر واحد** وہ ہوتی ہے کہ
جس کو ایک نے ایک سے یا ایک نے جماعت سے یا جماعت
نے ایک سے نقل کیا ہو - متواتر میں علم قطعی واجب

اور انکار اُس کا کفر ہے۔ اور مشہور میں علم طمانیت واجب
اور انکار اُس کا بدعت اور فسق ہے اور خبر واحد میں
دونو علم مذکورہ سے کوئی بھی واجب نہیں۔ اثبات
عقاید اور اصول دین میں اسکو کچھ دخل نہیں۔ مگر عملیات
میں اعتبار اُس کا باقی ہے۔

دفعہ ۱۵۔ فاضل اجل جناب سر ولیم میور صاحب

اپنی کتاب لایف آف محمدؐ کی پہلی جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

اس میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ محدثین اپنے کام میں راستباز اور دیانت دار تھے۔ یہہ بھی اچھی طرح قبول کیا جائے کہ جو روایتیں اُس وقت رایج تھیں۔ اُنہوں نے نیک نیتی سے اُنہیں تلاش کیا۔ اور جن اسناد پر وہ قایم تھیں اُن میں بڑی احتیاط سے تحقیق کی اور نہایت احتیاط و صحت سے اُنہیں قلمبند کیا۔ اُن کے جمع کرنے والوں کے سبق ظن نے تو بیشک کسی روایت کے اسناد کے قبول یا رد کرنے میں اثر کیا ہوگا۔ مگر ایسے گمان کی کوئی وجہ نہیں۔ کہ اُنہوں نے خود روایتوں میں کسی

طرح دست اندازی کی ہو۔ مثلاً ایک شیعی المذہب محدث
ایسی روایت کو جو بنی اُمیہ کے سلسلہ سے عائشہ سے مروی
ہو ترک کر دیگا۔ اور اُنہوں کا ہوا خواہ ہر ایک سلسلہ
روایت کو جس میں وہ خاندان علی کا کوئی خفیہ دوست
پائیگا ترک کر دیگا۔ لیکن بہ ظن غالب نہ یہ نہ وہ کسی روایت
میں جس کے سلسلہ اسناد کو بلا تعرض تسلیم کریگا۔ الحاق
یا اختلاق کسی مضمون یا محمول کا ہو نہ کرے گا۔ ان جامعین
کی دیانت داری اُن کی کتابوں کے طرز تحریر اور مضمون
سے ثابت ہوتی ہے۔ ایک کامل سلسلہ اسناد کا جس کے
واسطے سے ہر ایک روایت کے ہر ایک طبقہ میں اصحاب
رسول میں سے کسی شخص تک سیاقت ہوتی ہے ہمیشہ
روایت کے قبل رہتا ہے اور جو نام اس سلسلہ کے لااقل
آخری گواہ بھی بیان کرتے ہیں۔ اُن کی صحت تسلیم کرنی
ضرور ہے۔ یہہ نام محض بناوٹ کے نہ تھے۔ بلکہ واقعی اشخاص
کے نام تھے۔ اکثر اُن میں سے ارباب شہرت تھے۔ مجموعہ
روایات عموماً مشتہر ہوتے تھے۔ اور ایسی اسناد میں اختلاف
کرنے سے جامعین کے اعتبار میں نقصان آتا تھا۔ اور

محدثث عموماً دار العلم حدیث کا مرکز ہوتا تھا اور جا سہ اناس
اُس کی اسناد پر تنقید کرتے تھے۔ پس جہاں تک اسس
قسم کی تنقید کو اعتبار ہو سکتا ہے۔ اُسی قدر اعتبار یہاں
بھی فوراً تسلیم ہو سکتا ہے۔ پھر جس سادگی سے نہایت
ہی متخالف روائیتیں قبول کی گئیں اور برابر لگائی گئیں۔
یہہ باتیں اُن محدثوں کی راستبازی کی ضامن ہیں۔ جو کچھ
جمع ہوسکا وہ سب محتاط سادگی سے انبار کیا گیا۔ ہر ایک
روایت کو خواہ محض تکرار ہی ہو۔ یا وہ ایک وزن اگلی
روایتوں کے صریح خلاف ہو یعنی اسناد مخصوص بلا اعتراض
لکھا گیا اور ان شدید غیر متحمل الوقوع امر اور محض افسانہ
بلکہ صریحی اختلافات کا بھی کچھ اعتداد نہ کیا۔ پس اس سے
اور کچھ نہیں تو صدق نیت تو لامحالہ ظاہر ہے۔ ایسا نہ ہوتا
تو روایات مختلفہ کے رفع کرنے یا تطبیق دینے میں تکلیف
گوارا کرتے اور اس قدر روائیتیں جن میں یا تو اِدھر یا اُدھر
جمع کرنے والے کی رائے اور سبق ظن کو دخل ہوا تھا۔ ہم کو
معتبر نظر آئیں۔ اگر ہم اُن کی نیت تصور کریں تو ساتھ ہی یہ
بھی تصور کریں کہ متخالف روایتوں کو اُنھوں نے بلا تعصب

قبول کرلیا۔ انتہےٰ۔

مسلمانوں کے علم اسماء الرجال اور درایت میں جو کچھ خوبی اور حسن رکھا گیا ہے۔ اُس کے بارہ میں ایک محقق انگریز کی رائے پر اب ہم یہاں اکتفا کرتے ہیں ڈاکٹر اسپرنگر صاحب جن کی مہارت علوم عربیہ میں مشہور ہے۔ اور بڑے صاحب نظر تھے۔ اُنہوں نے کورٹ آف ڈائرکٹر کی ہدایت اور کلکتہ ایشیاٹک کے زیر اہتمام کتاب الصحابہ فی تمیز الصحابہ تصنیف شیخ حجر بن عسقلانی دباب (۸۰) چھاپنی شروع کی۔ تو اُس کے دیباچہ میں بزبان انگریزی یہ مضمون لکھا ہے کہ **مسلمانوں کے علوم کی عزت علم اسماء الرجال ہے** نہ تو کوئی قوم ایسی گذری اور نہ کوئی اب ہے۔ جس نے مسلمانوں کی مانند ۱۲ سو برس کے عرصہ میں ہر ایک اہل علم کے حالات زندگی قلمبند کئے ہوں۔ اگر مسلمانوں کی کتب رجال جمع کی جاویں۔ تو غالباً ہم کو پانچ لاکھ علمائے مشاہیر کا تذکرہ مل جاوے۔ اُن کی تاریخ میں کوئی قرن یا نامی جگہ ایسی نہیں ہے جس کا کوئی آدمی اس تذکرہ میں نہو۔ انتہےٰ۔

پادری عماد الدین صاحب کی تواریخ محمدی کے دیباچہ کا ردّ

پادری عماد الدین صاحب اپنی تواریخ محمدی کے شروع میں اس کتاب کا اسباب تالیف یوں بیان کرتے ہیں :-

(۱) پہلا سبب اس کتاب کی تالیف کا یہہ ہے ۔ کہ جب ہم نے استفسار ۔ اعجاز عیسوی ۔ ازالۃ الاوہام کا رد بخوبی کر دیا ۔ اور ظاہر کر دیا ۔ کہ وہ کتابیں دین محمدی کو ہرگز ثابت نہیں کرتیں ۔ بلکہ اُن کی تطبیق بھی غلط ہے ۔ چنانچہ نیاز نامہ و قرآن الحق و تحقیق الایمان و ہدایت المسلمین وغیرہ پر غور کرنے سے یہہ بات بخوبی معلوم ہو سکتی ہے تو اب بعض مسلمانوں نے یہہ کہنا شروع کیا کہ خاص اُمور میں اگر مسلمان سکتا کھا گئے ۔ تو کیا ہوا ۔ ساری شریعت محمدی و فضایل احمدی جو کتب اہل اسلام

میں ہیں ہرگز رد نہیں ہو سکتے - اس لئے یہہ کتاب بنائی گئی - الخ -

الجواب ہم نہیں جانتے کہ وہ کون مسلمان تھا جس نے آپ سے کہنا شروع کیا کہ نیاز نامہ وغیرہ کتب سے مسلمان لوگ خاص امور میں سکت پا گئے - مسلمان لوگ تو اس نیاز نامہ - قرآن الحق - تحقیق الایمان وغیرہ کو بالکل نکارہ اور واہیات سمجھتے ہیں - اور وہ ایک آن میں انکا جواب دے سکتے ہیں - پھر وہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ ان کتابوں سے کسی قدر فضایل احمدی اور مسایل دین محمدی رد ہو گئے - اسلام ایک مضبوط چٹان ہے جس کو اللہ تعالی کے فضل سے جنبش ممکن ہی نہیں - پھر کون مسلمان ہے جو آپ کے روبرو اسلام کی شکست کھا جانے کا قایل ہو گیا - اسلام کا تو ایک مسئلہ بھی ساری دنیا سے رد نہیں ہو سکتا تو کوئی مسلمان اسلام کی شکست کو کیونکر مان سکتا ہے ؟ نیاز نامہ - قرآن الحق وغیرہ جن کا آپ ذکر کرتے ہیں انکا تو دنداں شکن جواب مسلمان عرصے سے دے چکے ہیں - اور عیسائیوں کی نادانی اور غلط فہمیوں کو طشت از بام

کر چکے ہیں۔ پھر ان کتابوں سے مسلمان لوگ ہار کیسے مان سکتے ہیں۔ کوئی کتاب عیسائی لوگ تیار نہیں کرتے۔ جس کے کئی کئی دنداں شکن جواب اہل اسلام کی طرف سے شایع نہ ہوتے ہوں (چنانچہ آپ کا دل اس امر کو بخوبی جانتا ہے) تو پھر مسلمان عیسائیوں سے کیسے دب سکتے ہیں۔ مباحثہ امرت سر میں حافظ ولی اللہ صاحب کی خود بدولت کا شکست پانا اور مباحثہ سے بھاگ جانا بھی حضور کو معلوم ہے۔ تو پھر ایسا لکھتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی۔ حضرت اہل اسلام نے تو باوجود تنگ دستی اور کم مائیگی کے عیسائیوں کا ناطقہ وہ بند کیا ہے کہ عیسائیوں کو مجبور ہو کر اپنے اخباروں میں چھپوانا پڑا کہ مسلمان لوگ ہمارا خوب مقابلہ کرتے ہیں۔ اور ان کے سامنے ہماری کچھ پیش نہیں جاتی جب حال یہ ہے تو مسلمان لوگ اسلام پر شکست کا دھبہ کس طرح لے سکتے ہیں۔ اور شکست پانے کا کیسے اعتراف کر سکتے ہیں؟

آپ کی کتاب تحقیق الایمان کے تین جواب تو اہل اسلام کی طرف سے چھپ چکے ہیں۔ یعنی تریاق مسموم

تزہیق البطلان - ہفوات الانسان جن کے جواب
الجواب میں آپ لب تک نہیں ہلا سکے - اور ایسا
کانوں میں تیل ڈال کر بیٹھ گئے کہ گویا دنیا ہی میں نہیں -
تو پھر آپ کس زبان سے کہہ رہے ہیں کہ مسلمان بعض
مسایل میں شکست کھا گئے -

آپ کی ہدایت المسلمین یا ضلال المسلمین کے جواب میں مرآۃ
الیقین - عقوبت الضالین - تنبیہ القرآن وغیرہ
شایع ہو چکے - جن سے آپ نے اپنی بے انتہا غلطیوں کا
اقرار و اصلاح ہدایت المسلمین صرف تعویذ میں کی ہے
اور سوائے آئیں بائیں شائیں ہانکنے کے زبان نہیں
ہلا سکے -

میزان الحق جس کو ساری عمر خاک چھان کر پادری
فانڈر صاحب نے تیار کیا - اس کا جواب چند روز میں
میزان المیزان نام مولوی ابوالمنصور صاحب نے دیا
ہے - جس کے دیکھنے سے عیسایوں کے اوسان خطا ہوتے
ہیں -

نیاز نامہ کا جواب دقیقۃ الوداد ۲ دن میں [illegible]

نے تیار کر کے شایع کر دیا ہے۔ جس کے جواب کے لیے ۲۰۰ روپیہ کا انعام بھی مشتہر ہوا۔ مگر پھر پادری صفدر علی ایسے چپ ہوئے کہ گویا جیتے جی مر گئے۔

آپ کی تعلیقات کا جواب دفع تلبیسات۔ اور نغمۂ طنبوری کا جواب لحن داؤدی مع ترجمۂ عقاید پوری ترانۂ حجازی چھپ چکے ہیں۔ جس کا جواب آپ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ تو پھر آپ کس زبان سے ایسا بڑا بول بول رہے ہیں۔ خداوند سب چاپلوسی کے لب اور وہ زبان جس سے بڑا بول نکلتا ہے۔ کاٹ ڈالے گا۔ (۱۲ زبور ۳)۔

آپ کی مرتبہ کتابوں کو تو خود علماء عیسائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تو مسلمان لوگ ان سے اپنے مذہب کی شکست کیسے مان سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بھائی پادری رجب علی صاحب آپ کی کتاب ہدایت المسلمین پر مفصلہ رائے دیتے ہیں۔

۱۸۶۸ء کے درمیان ہمارے معزز اور بزرگ برادر مولوی پادری عماد الدین نے اعجاز عیسوی کا جواب لکھا جس کا نام مولوی صاحب نے ہدایت المسلمین رکھا ہے

اپنے بزرگ بھائی کا شکریہ ادا کیا تھا کہ جنہوں نے کسی
نہ کسی سبب سے جس کا تذکرہ ہم یہاں مناسب نہیں سمجھتے
(اس جعلی جملے کو ناظرین ملاحظہ کریں کہ پادری صاحب کی
کس حالت پر شہادت دیتا ہے) اپنا ولولہ تو دکھایا اگرچہ
ہمارے مولوی صاحب نے انگریزی زبان سے نابلد محض
ہونے کی وجہ سے بعض انگریزی دان کمینوں سے بھی
اس میں مدد لی۔ تب بھی قطع نظر اہل انصاف اور صاحب
نظر اہل اسلام کے خود مسیحی محققوں کے نزدیک الزامی
جوابوں کے سوائے تحقیقی جوابوں کا اس میں پتہ تک نہیں
ہے۔ علاوہ اس کے ہمارے لاہوز برادر نے جہاں کہیں
تحقیقی جواب کے لئے قلم اٹھایا ہے۔ وہاں سچا تحقیقی
جواب کے جس کو بے سروپا کہتے ہیں ذرا بھی تامل نہیں
ہوسکتا غلط جواب دئیے ہیں۔ جو لوگ حکیمانہ مزاج رکھتے ہیں وہ
ہدایت المسلمین کے شان دار نام کو ایشیائی گپ سے
زیادہ نہیں سمجھتے (دیکھو مقدمہ اظہار عیسوی میں پادری
حبیب علی صاحب کا ریمارک)۔
پادری صاحبوں کے شمس الاخبار مطبوعہ امریکن مشن پریس

۱۵- اکتوبر ۱۸۶۵ء نمبر ۱۵ جلد ۵ سے جو اہتمام پادری کریون صاحب صفحہ ۱ میں لکھا ہے - کہ نیا نامہ جس کے مصنف صفدر علی صاحب بہادر ہیں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع ساگر ممالک متوسط ہیں - عماد الدین کی تصنیفات کی مانند نفرتی نہیں - کہ جس میں گالیاں لکھی ہوئی ہوں اور اگر ۱۸۵۷ء کی مانند پھر غدر ہوا تو اسی شخص کی بدزبانیوں اور بیہودگیوں سے ہوگا - جب اُن کو باہر پندرہ روپیہ کو بھی کوئی نہ پوچھے - اور مشن میں ستر روپیہ ماہواری اور کوٹھی ملے - جس کے احاطہ کے اندر چاہیں تو تیل نکالنے کا کولھو بھی بنا لیں - ایسے لالچیوں کو کیا کہنا چاہیئے - انتہی بجنسہٖ نقل کالاصل -

چونکہ پادری عماد الدین امرتسر میں پادری کا کام کرتے ہیں - اس لیئے مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ وہاں کے اخبار ہند و پرکاشش (جلد ۲ نمبر ۴ - مطبوعہ ۱۲- اکتوبر ۱۸۷۴ء صفحہ ۱۰-۱۱) سے بھی جو اہل ہنود کی طرف سے جاری ہے پادری عماد الدین کی تصنیفات کی نسبت رائے لکھی جائے سوائے ہند و پرکاش امرتسر و آفتاب پنجاب لاہور

کہ ان دونوں کے مالک ہندو صاحبان ہیں۔

وھوھذا

کیا پادری عماد الدین امرتسری کی تصنیفات تاریخ محمدی وغیرہ کچھ اُس کتاب سے شورش انگیزی میں کم تر ہیں کہ جس نے بمبئی کے مسلمانوں اور پارسیوں کے صدہا سالہ اتفاق اور محبت کو نفاق اور عداوت سے بدل کر دیا اور دونوں کو یک لخت ہلاکت کا مُنہ دکھایا۔ یہاں پادری صاحب کی تصانیف یعنے تاریخ محمدی اور ہدایت المسلمین اور تفسیر کا شفاشت امن عامہ کی خلل انداز ہیں کس لئے ناکام رہیں۔ پنجابی مسلمان مفلس۔ کم ہمت اور اکثر جاہل ہیں۔ یا وہ اُن کو سمجھتے ہیں۔ اور صرف مسلمانوں کا انگریزی گورنمنٹ سے دل پھاڑنے کی علت غائی پر تصنیف کی گئی ہیں۔ اگر بفرض محال وہ ساری الزامات سچے بھی سمجھے جاویں۔ تاہم ہمارے پادری صاحب کے کام تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۴ کے اعتراض سے محفوظ نہیں۔ کیونکہ اُس میں ہر ایسے فعل کا رفاہ عام کی نیت سے ہونا مستثنیٰ کے لئے مشروط ہے۔ مورخہ بالا

فقرے ہم نے اخبار آفتاب پنجاب جلد ۴ نمبر ۵۴ سے
انتخاب کئے ہیں جنہیں بنا پر اخبار مذکور کے اڈیٹر صاحب
نے وہ تمام مضمون لکھا ہے۔ ہم اُس سے صرف اکتیس
فقروں کی نسبت اپنا اتفاق ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو
شکایت صاحب موصوف پادری عماد الدین کی تصنیفات
کے بارہ میں کرتے ہیں۔ بلحاظ ملکی مصلحتوں کے ہم اتنا زیادہ
کہتے ہیں۔ کہ اُس کی تصنیفات سے جن کا حوالہ اوپر درج
ہے۔ بلاشبہ ملکی امن میں خلل پڑ سکتا ہے۔ اور وہ کچھ
عجیب ڈھنگ سے مرتب ہوئی ہیں۔ کہ جن کو فی الجملہ
شرارت انگیز بلکہ شر خیز کہنا ذرا بھی غیر حق بات
نہیں ایسے ایسے ملکی شور و شر کے حق میں جو اس قسم
کی کتابوں سے پیدا ہوتا ہے۔ بقول تاریخ نگار موصوف
کے سرکار کی طرف سے مناسب انتظام لابد ہے۔
ہم بتلا سکتے ہیں۔ کہ دانشمند گورنمنٹ نے اس طرح کے
معاملات میں دخل دیا ہے چنانچہ اس ہندوستان کے
اندر لارڈ ولزلی صاحب سابق گورنر جنرل نے سنہ ۱۷۹۹ء

میں ہندوؤں کی رسم جل پرا کو بکلی بند کردیا اور سنہ ۱۸۳۵ء
کے اندر لارڈ ولیم بنٹنگ صاحب گورنر جنرل نے ہندی
کی قدیم رسم کو قانون مرتب کرکے موقوف کرادیا۔ اور
اسباب کو معلوم کرتے کہ کیوں ہندوستان کے مسیحی
مصنفوں میں سے تمام لوگ پادری عماد الدین ہی کو
انگشت نما کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی بڑی
چاہتا ہے کہ میری تالیفات سے عام لوگ مذہبی ولولہ
میں آکر اور حرارت سے مغلوب ہوکر بلوے اور اشتیاں کریں
اور سرکار میں مفسد شمار ہوجاویں۔ ہم نے سنا
ہے کہ پنجاب ٹریکٹ سوسائٹی کی پبلشنگ کمیٹی نے شورش
انگیز کتاب مذکور کے دوسرے حصہ کو اس وجہ سے چھاپنا
نامنظور کیا ہے کہ اس میں پہلے حصہ سے زیادہ دل شکن
باتیں درج ہیں۔ اگر یہ بات سچ ہے۔ تو بہت خوب کیا۔
انتہیٰ۔ بعینہٖ نقل کالاصل۔

دوسرا سبب تالیف پادری صاحب یہ لکھتے
ہیں۔ کہ اکثر محمدی ہم پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اپنے
گھر سے واقف نہیں۔ اس لئے میں نے تاریخ محمدی لکھی۔

تاکہ لوگ محمد صاحب کے احوال سے واقف ہوں۔ اور معلوم کرلیں۔ کہ ہم کس شخص کے پیچھے چلے جاتے ہیں اور ہمارا جانا درست ہے یا نہیں۔ انتہے ملخصاً۔

فاالجواب۔ پادری عماد الدین صاحب کا یہ کہنا کسی قدر ٹھیک ہے۔ بلاشبہ اکثر مسلمان آنحضرت صلعم کی سوانح عمری سے واقف نہیں۔ جس سے واقفیت پیدا کرنا انپر فرض تھا۔ اگر وہ آنحضرت صلعم کے حالات زندگی سے واقف ہوتے تو کبھی اسلام میں ضعف نہ آتا **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**۔ یقیناً اہل اسلام کے لئے آنحضرت صم کی زندگی ایک اعلے نمونہ تھی۔ لیکن افسوس کہ ہم میں سے اکثر آنحضرت صم کی لایف سے کم واقف ہیں۔ اگر رسول خدا صم کے استقلال۔ جانفشانی۔ محنت اور ہمت کی ہم لوگ پیروی کرتے۔ تو دنیا میں ایک بھی عیسائی نظر نہ آتا۔ ساری دنیا کو مسلمان کرلیتے۔ وعظ اور منادی کرنا جو رسول کریم صلعم کا اُسوۂ حسنہ تھا۔ اور عیسائیوں نے اختیار کرلیا۔ اور دنیا کو راہ حق سے بہکانا

سلہ قرآن شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر

شروع کر دیا۔ اگر مسلمان آنحضرت ؐ کی اس سنت کو مضبوط پکڑتے۔ تو کسی مسلمان کا عیسائی ہو جانا تو ایک طرف رہ گیا۔ دنیا میں چراغ لیکے ڈھونڈنے سے ایک عیسائی باقی نظر نہ آتا۔ باوجود اس قدر خستہ حالی اور کم مائیگی کے اہل اسلام آئے دن جوق جوق لوگ مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ تو اگر اہل اسلام عیسائیوں کی طرح اپنے واعظ کھڑے کرتے اور استقلال کے ساتھ اپنے رسول کریم ؐ کی اقتداء کرتے تو ساری دنیا میں اسلام ہی اسلام نظر آتا۔ افسوس کہ ہماری سستی اور کاہلی کی وجہ سے غیر قوموں کو ہم پر اعتراض کرنے کا موقعہ ملا۔

اللہ کا شکر ہے کہ باوجود ہماری سستی اور کاہلی کے اسلام ساری دنیا پر چھاتا چلا جاتا ہے۔ انگلستان میں اسلام کا جھنڈا جا گڑا۔ امریکہ میں آئے دن اسلام پھیلتا جاتا ہے

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۲۰۹ - یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر چاہیئے کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا ہو۔ جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائیں۔ اچھے کام بتائیں۔ اور برے کاموں سے منع کریں۔ انتہے

افریقہ قریب ہے کہ سارا مسلمان ہو جائے - جاپان کا بادشاہ ملکی مذہب اسلام کو قرار دینے والا ہے - اور قریب ہے کہ پادری عماد الدین صاحب کی آنکھیں کھل جائیں گی - کہ ہمارا کیا خیال تھا اور کیا ہو گیا -

تیسرا سبب یہہ ہے - کہ بعض مسلمان لوگ جو دین عیسائی قبول کرکے ہمارے پاس آتے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ اُنکو بلا تحقیق و بلا مقابلہ کئے اُن کا مذہب چھوڑا دیں - اسلئے یہہ کتاب لکھی گئی تا کہ لوگ مقابلہ کر سکیں - الخ ملخصاً -

الجواب - کسی ایک آدھ مسلمان کے عیسائی ہو جانے کی یہی تو وجہ ہے - کہ وہ آنحضرت صلعم کے اصلی حالات اور قرآن شریف کی سچی ہدایات سے واقف نہیں ہوتا - اس لئے وہ عیسایوں کی ابلہ فریبی میں آکر اور مبلغات علیہ السلام کی جھنکار پا کر عیسائی دین میں چلا جاتا ہے - اگر اس شخص کو رسول خدا صلعم کے حالات معلوم ہوتے اور قرآن شریف

سکا نور اُس کے دل پر اثر کرتا تو بھو کا مرجاتا - لیکن ظلمت کدۂ
عیسائیت میں نہ جاتا - اور ابدی موت اختیار نہ کرتا -
اگر عیسائیوں کے جعلی دین کے ساتھ اپنے سچے دین کا
مقابلہ کرتا - تو جیتے جی دین عیسائی کی طرف منہ نہ کرتا -
اگر وہ اسبات پر غور کرتا - کہ ؎

ایک اُمّی یتیم اور بے کس
بے زر و زور اور ہو بے بس
مال دنیا کی بھی نہ رکھتے ہوں + نہیں حق کی طرف سے گردہ تو پس
چڑھ گیا کیسے چرخ عظمت پر
قوتِ حق نہ تھی اگر یاور

تو ہرگز ہرگز اپنے دین مبین کے عروہ وثقےٰ اور حبل
متین کو ہاتھ سے چھوڑنے نہ پاتا -
اور یہہ جو پادری عماد الدین صاحب فرماتے ہیں کہ
ہم عیسائی لوگ ایسے شخص کو جو بدون سمجھے اور سوچے
کسی بات کو قبول کرے یا چھوڑ دے پسند نہیں کرتے
ہیں - الخ
یہہ بیسیوں تیلی تنبولی اور چوہڑے چمار جو لالچ پر عیسائی

کئے جاتے ہیں۔ ضرور تثلیث اور کفارہ کو سمجھ ہی لیتے ہونگے
جب کہ تمام بڑے بڑے فضلائے نصارا ان عقائد کی
تشریح و تفصیل میں حیران و سرگردان ہیں۔جس کا ذکر
ہم الوہیت مسیح اور تثلیث کے رد میں مفصل بیان کر
چکے ہیں۔

اس کے بعد پانی پتی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے اس
عرصہ میں یہ بات معلوم کی ہے کہ بعض مسلمان
گرجا میں آکر عیسائی تو ہوئے مگر تاریکی کی
خاصیت سے ناواقف ہونے کے سبب روشنی کی
قدر نہ جانی الخ۔

ان بعض مسلمانوں میں پادری عماد الدین صاحب کے والد
ماجد مولوی سراج الدین صاحب اور ان کے برادر
بزرگ مولوی خیر الدین صاحب بھی ہیں۔ جو کچھ عرصہ
عیسائی رہ کر تاریکی کی قباحت سے واقف ہوکر مذہب
عیسائی کو خیرباد کہہ بیٹھے۔ اور پھر اسلام کے سراج منیر
سے مستفیض ہوئے۔ چنانچہ ان کے اسلام کا ذکر کوہ نور
لاہور مطبوعہ ۱۸ ستمبر ۱۸۶۹ء صفحہ ۷۶۸ میں اس طرح لکھا ہے

قولہ

صبح کا بھولا شام کو گھر آ گیا۔ تو بھولا نہیں

مولوی سراج الدین صاحب جو ایک عرصہ ہوا۔ امرتسر میں آن کر عیسائی ہوئے تھے اور جن کا ذکر اسی وقت کوہ نور میں بھی درج کیا گیا تھا۔ اب ایک دوست کی تحریر سے معلوم ہوا کہ ۶۔ اگست ۱۸۶۹ء کو وہ پھر دولت اسلام سے از سر نو بہرہ یاب ہوئے۔ اس موقعہ پر سب علماء لاہور کی دعوت جن میں سے بعض کے نام نامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ مولوی کریم الدین صاحب کی طرف سے ہوئی۔ خلیفہ حمید الدین صاحب۔ مولوی سعید الدین صاحب۔ خلیفہ احمد بخش صاحب۔ مولوی صاحب نگے والے وغیرہ۔ انتہی۔

اور نہ فقط مولوی سراج الدین صاحب بلکہ مولوی عماد الدین صاحب کے حقیقی برادر بزرگ مولوی خیر الدین صاحب بھی جو ایک مدت سے عیسائی تھے۔ لاحول پڑھ کر کلیسیا سے نکل آئے۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور پادری پیٹ

ہیں اب تک موجود ہیں ۔ اور مضامین رد نصاریٰ تصنیف
کرکے کئی اخباروں میں چھپوا چکے ہیں (عقوبت صفحہ ۱۷۲)
پس اگر یہہ بات سچ ہے ۔ کہ مولوی سراج الدین صاحب
پادری عماد الدین کے باپ اور مولوی خیر الدین صاحب
اُن کے برادر بزرگ تھے ۔ تو یہہ صریح جھوٹ ہے کہ
بعض مسلمان گرجا میں آکر عیسائی تو ہوئے ۔ مگر تاریکی
کی قباحت سے ناواقف ہونے کے سبب راستی کی
قدر نہ جانی ۔ ہاں یہہ بات سچ ہے کہ بعض مسلمان بہ طمع
زر عیسائیوں کے بہکانے اور ورغلانے کے سبب عیسائی تو
ہو گئے ۔ لیکن تاریکی کی قباحت سے واقف ہونے کے
بعد پھر راستی کی قدر جاننے لگے اور فوراً ظلمت کدہ
عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کے شمس منیر کی روشنی کے
نیچے جگہ لی ۔ فاعتبروا یا اولی الالباب ۔

احادیث نبویہ پر اعتراضات کے جواب

پادری عمادالدین اپنی تواریخ محمدی کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں۔

واضح ہو کہ یسوع مسیح کی تواریخ کلام الٰہی اور رسولوں کی تحریر سے لکھی گئی۔ محمد صاحب کی تواریخ صرف قرآن سے مسلمان لوگ نہیں لکھ سکتے کیونکہ قرآن میں انکی تواریخ موجود نہیں ہے۔ بلکہ حدیثوں سے لکھتے ہیں۔ اس لئے پہلے حدیثوں پر نظر ڈالنا مناسب ہوا الخ۔

قولہ۔ یسوع مسیح ؑ کی تواریخ کلام الٰہی اور رسولوں کی تحریر سے لکھی گئی ہے۔ الخ۔

اقول یسوع مسیح ؑ کی تواریخ ہرگز کلام الٰہی اور رسولوں کی تحریر سے نہیں لکھی گئی۔ متی و مرقس و لوقا وغیرہ ہرگز خدا کے رسول نہ تھے۔ یہہ صرف آپ کا اعتقادی امر ہے

لوقا اور مرقس کے رسول نہ ہو سکے تو آپ بھی قایل ہیں۔ سچ ہے متی و یوحنا جو انجیلیں اُن کی طرف منسوب کردی گئی ہیں وہ بھی ہرگز اُن کی تصنیف نہیں ہیں۔ چنانچہ اُن کا طرز بیان اسبات کی شہادت دیتا ہے۔

دیکھو انجیل متی ۹ باب ۹۔ پھر یسوع وہاں سے آگے بڑھا تو متی نامی ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا۔ اور اُسے کہا میرے پیچھے آ۔ وہ اُٹھ کے اُس کے پیچھے چلا۔ انتہے۔

ظاہر ہے کہ یہہ وہی متی حواری ہے۔ جس کے نام سے یہہ انجیل مشہور ہے۔ اگر اُسکی تصنیف یا تالیف ہوتی تو اپنے آپ کو ضرور ایسے طور پر لکھتا۔ جیسا کہ محاورہ ہے۔ مثلاً مجھ کو۔ یا مجھ متی کو۔ یا کم از کم متی کو دیکھا۔ نہ یہہ کہ ایک شخص کو دیکھا جس کا نام متی تھا۔ ایسا لکھنا۔ تو بالکل ایک اجنبی آدمی کے لئے طرز بیان ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہہ متی کوئی اور ہے اور انجیل متی کا مصنف کوئی اور۔

عیسائیوں کا یہہ مقولہ ہے۔ کہ یہہ کتابیں اللہ کی طرف سے

الہام ہیں۔ لیکن عبارت و الفاظ رسولوں کے ہیں۔ پس جبکہ عبارت و الفاظ رسولوں کے ہیں تو کیا وہ اس کلام کو محاورہ عام کے موافق نہیں کر سکتے تھے۔

یہ بات بھی غلط معلوم ہوتی ہے۔ کہ متی نامی محصول لینے والا مسیحؑ کے کہتے ہی پیچھے ہو چلا۔ نہ اُس نے استعفا لیا نہ اپنے افسر کو خبر کی۔ بے پوچھے۔ بے کہے۔ بے مسیحؑ کا حال دریافت کئے اُس کے پیچھے ہو چلا۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ سرکاری ڈیوٹی کو بے اطلاع چھوڑ کر پیچھے ہو لینا۔ حضرت مسیحؑ جیسا محتاط نبی۔ بلکہ خدا کا بیٹا ہرگز اس امر کو روا نہیں رکھ سکتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ متی پہلے سے یسوع کا ضرور لنگوٹیا یار ہوگا۔ ورنہ بمجرد کہنے کے پیچھے نہ ہو لیتا۔ پس جب کہ مسیحؑ متی کو پہلے سے جانتا تھا۔ تو مسیحؑ کی واقفیت کے رو سے بھی متی کو متی نامی ایک شخص کہنا غلط ہوگیا۔

اگر ان الفاظ کو الہی الہام سمجھا جائے تو وہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ متی سے ناواقف نہ تھا۔ جو متی کو ایک اجنبی آدمی کے پیرایہ میں بیان کرتا۔ اللہ تعالےٰ تو

علیم و خبیر ہے - پس اسی قدر اللہ تعالیٰ کو فرمانا کافی تھا - کہ متی کو ملا - نہ کہ متی نامی ایک شخص کو ملا - جس سے معلوم ہوتا ہے - کہ اللہ تعالیٰ بھی متی سے آگاہ نہ تھا - اگر اللہ تعالیٰ نے مسیح ؑ کی ناواقفیت کے لحاظ سے ایسے پیرایہ میں ادا کیا - تو یہہ بھی غلط - کیونکہ مسیح ؑ خدا اور خدا اکا بیٹا ہو کر متی سے ناواقف نہیں ہو سکتا -

اب لیجئے دوسرے حواری یعنے یوحنا کی انجیل جس کو سب انجیلوں سے زیادہ معتبر خیال کیا جاتا ہے - اور مصلح مذہب عیسوی لوتھر صاحب اسکو سب سے معتبر اور اصلی انجیل قرار دیتے ہیں -

اس انجیل کے ۲۱ باب ۲۴ میں لکھا ہے - یہہ وہ شاگرد ہے کہ جس نے ان کاموں کی گواہی دی - اور ان باتوں کو لکھا - اور ہم کو یقین ہے - کہ گواہی اسکی سچی ہے - پس یہہ الفاظ (وہ شاگرد اور اسکی گواہی) یوحنا کے حق میں بہ صیغہ غایب اور یہہ الفاظ (ہم کو یقین ہے) بہ صیغہ متکلم جو اس انجیل میں واقع ہوئے ہیں - اسبات پر صاف دلالت کرتے ہیں - کہ مصنف اس کتاب کا کوئی

اور شخص سوائے یوحنا حواری کے ہے۔ جو گواہی کی تصدیق
کرتا ہے۔ ورنہ اس عبارت کو اپنے حق میں ہرگز نہ لکھتا
ایسا ہی ١٩ باب ٣٥ میں ہے۔ حالانکہ یہی یوحنا مکاشفات
اور مناجات میں اپنی نسبت مجھ یوحنا کا لفظ لکھتا ہے
جیسا کہ متبادر ہے۔ یہی باعث ہے کہ استاڈلن اپنی
کتاب میں لکھتا ہے۔ کہ انجیل یوحنا بلاریب اور یقیناً کسی
طالب علم مدرسہ اسکندریہ کی تصنیف ہے دہرلڈ کی
کتاب جلد ۲ مطبوعہ ١٨٤٤ء صفحہ ٢٠٥۔

پھر یہی یوحنا ٢٠ باب ٣٠ میں لکھا ہے کہ اور بہت سے
معجزات جو اس کتاب میں لکھے نہیں گئے۔ یسوع نے
اپنے شاگردوں کے سامنے دکھائے۔ لیکن یہ لکھے گئے
تاکہ تم ایمان لاؤ۔ اگر اس انجیل کا مصنف وہی یوحنا
حواری ہوتا۔ تو کبھی نہ لکھتا کہ شاگردوں کو دکھائے۔ بلکہ
یوں لکھتا کہ ہم کو دکھائے یا ہم شاگردوں کو دکھائے
کیونکہ خود بھی تو وہ شاگردوں میں داخل تھا۔

اب آگے چلئے اُن معجزات کی نسبت جو انجیل پر
اس نے لکھے ہیں۔ یوں مبالغہ کرتا ہے دیکھ اور بھی بہت سے

کام ہیں جو یسوع نے کئے۔ اور اگر وے جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں۔ کہ کتابیں جو لکھی جاتیں۔ تو دنیا میں سما نہ سکتیں) یہہ صریح شاعرانہ مبالغہ ہے۔ نہ الہامی کتاب کا طرز بیان۔ مسیح ؑ نے صرف تین سال نبوت کی۔ اور تین سال کے کام گو لاکھ کروڑ ہوں۔ تاہم اتنے نہیں ہو سکتے۔ کہ کتابیں جو لکھی جاتیں۔ دنیا میں نہ سما سکتیں۔ کیونکہ دنیا بہت بڑی ہے۔

ان آخری آیات میں یوحنا نے محاورہ کے موافق (میں گمان کرتا ہوں) لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اُس زمانہ میں بھی مصنف اپنی نسبت متکلم کا صیغہ استعمال کرتا تھا۔ پس باقی انجیل یوحنا ضرور کسی اور شخص کی تصنیف ہے اور آخری دو آیتیں کسی اور شخص نے مصنف کی طرز تحریر ثابت کرنے کے لئے الحاق کر دی ہیں۔

خیر اگر ہم سب باتیں جانے دیں اور بفرض محال مان بھی لیں۔ کہ یہہ دونوں انجیلیں متی و یوحنا کی ہیں۔ تاہم اُن کا الہامی ہونا محض وہم و خیال اور بالکل محال ہے۔ کیونکہ رسالت کے لئے معجزات اور پیشین گوئیوں وغیرہ

کا ہونا ضروری ہے۔ اور متی اور یوحنا کا کوئی معجزہ یا پیشین گوئی روایات متواترہ سے ثابت نہیں۔ بلکہ انجیل سے انکا ایمان تک ثابت نہیں۔ دیکھو متی ۱۷ باب ۱۹۔۲۱۔ تب شاگردوں نے الگ یسوع پاس آکے کہا ہم کیوں نہ دیو نکال سکے۔ یسوع نے انہیں کہا اپنی بے ایمانی کے سبب کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہیں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا۔ تو وہ چلا جاتا۔ اور کوئی بات تمہاری ناممکن نہ ہوتی۔ مگر اس طرح کے دیو بغیر نماز و روزہ کے نہیں نکالے جاتے۔

اور اُن لوگوں کا ذہن ایسا کند تھا کہ مسیح تمثیلیں دے دے کر مضمون سمجھایا کرتے تاہم اُن کے فہم شریف میں ذرا نہ آیا کرتا۔ پس جب اُن لوگوں کا ایمان اور فہم اور حقایق شناسی کا یہہ حال ہے تو اُن لوگوں کے کلام کو الہام الٰہی وہی سمجھ سکتا ہے۔ جس نے خدا کو جان نہ دیئی ہو۔

لوقا اور مرقس کا حواری اور رسول نہ ہونا ہم

پیشتر بیان کر چکے - ان لوگوں کا نام بارہ حواریوں میں ظاہر ہے - نہ اُنہوں نے حضرت مسیح عم کو کبھی دیکھا - چنانچہ لوقا اپنی انجیل کے شروع میں خود لکھتا ہے - چونکہ بہتوں نے کمر باندھی - کہ اُن کاموں کا جو فی الواقع ہمارے درمیان انجام ہوئے بیان کریں - جس طرح سے اُنہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے ہم سے روایت کی - میں نے بھی مناسب سمجھا کہ سب کو سرے سے صحیح طور پر دریافت کر کے تیرے لئے اپنے بزرگ تھیوفلس لکھوں - تاکہ اُن باتوں کی حقیقت کو جن کی تو نے تعلیم پائی ہے جانے (لوقا ۱ باب ۱-۴)

یہاں سے کئی باتیں معلوم ہوئیں -

اول یہہ کہ مسیح عم کے حالات کو لکھنے کے لئے بہت سے اشخاص نے کمر باندھی تھی - لیکن جب کہ پہلی انجیل سنہ ۳۸ء میں دوسری سنہ ۶۰ء میں تیسری سنہ ۶۴ء میں چوتھی سنہ ۹۸ء میں تالیف ہوئی ہے - جیسا کہ هارن صاحب مفسر نے اپنی تفسیر انجیل میں بیان کیا ہے - تو ہم پوچھتے ہیں - کہ لوقا کی انجیل کی تالیف کے وقت جب زیادہ سے زیادہ

صرف دو انجیلیں متی و مرقس ہی موجود تھیں - تو وہ بہتوں
کی انجیلیں کونسی ہیں اور کہاں ہیں - اور اگر بہتوں کی
انجیلوں سے صرف مرقس و متی کی اناجیل مراد ہیں - تو
مرقس و متی کی الہامی انجیلوں کے ہوتے لوقا ایک غیر
الہامی شخص کو تحقیقات کرکے لکھنے کی کیا ضرورت تھی ؟
اس سے تو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ متی و مرقس کی انجیلوں
کو صحیح نہیں سمجھتا تھا - نہ اُس کا اُنپر ایمان تھا - اگر ان
اناجیل کو صحیح اور تحقیقات شدہ سمجھتا تو اُسے نئے سر
سے تحقیقات کرنے اور تکلیفات اُٹھانے کی کیا ضرورت
تھی ؟ اس سے متی و مرقس کی انجیلوں کا غیر معتبر اور
الہامی نہ ہونا اظہر من الشمس ہو گیا - بلکہ لوقا کے اس بیان
سے متی و مرقس کا وجود بھی ثابت نہیں ہو سکتا -

دوسرے یہہ کہ اگر یہہ انجیل الہامی ہوتی - یعنی خدا لوقا
کے دل میں اس کا مضمون ڈالتا - تو لوقا کو اس بات کے
کہنے کی کیا ضرورت تھی ؟ کہ میں نے خود دیکھنے والوں
اور کلام کی خدمت کرنے والوں سے سنکر اُسے لکھا اور
نئے سرے سے صحیح طور پر تحقیقات کی - کیونکہ جس شخص کو

الہام ہو رہا ہے۔ اب الہام کے بعد آسے تحقیقات کرنے اور صحیح طور پر دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا الہام پر آسے اعتبار نہیں تھا۔ کہ باوجود ملہم ہونے کے پھر اُن مضامین کو نئے سرے سے تحقیقات اور صحیح کرتا پھرتا تھا پھر اگر باوجود الہام ہونے کے پھر تحقیقات کرنا ضروری ہے۔ تو متی و مرقس و یوحنا وغیرہ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ اور میں پوچھتا ہوں۔ کہ جب باوجود الہام ہونے کے پھر تحقیقات و تصحیح کے تکلیف اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ تو الہام کا کیا فایدہ؟

تیسرے یہہ کہ لوقا لکھتا ہے۔ کہ میں نے اس انجیل کو صرف بزرگ تھوفلیس کے لئے لکھا ہے۔ پس جب کہ یہ انجیل ساری دنیا کے لئے رہنما نہیں ہے۔ بلکہ پرائیویٹ طور پر صرف بزرگ تھیوفلیس کے لئے لکھی گئی ہے۔ تو عیسائیوں نے اسے کہیں سے اُٹھا کر الہامی اناجیل میں کیوں شامل کر لیا۔ اس ساری انجیل لوقا میں کوئی لفظ ایسا نہیں۔ جس سے معلوم ہو کہ یہہ انجیل ساری دنیا کے لئے رہنما ہے۔ صرف ایک خاص شخص کے لئے لوقا نے

مسیح ؑ کے حالات لکھے ہیں۔ سو اُس شخص کے واسطے یہہ انجیل خاص ہے۔ اوروں کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ چوتھے لوقا کے بیان سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ؑ کے عروج کے بعد ہی سے لوگوں نے جعلی او مصنوعی انجیلیں بنانی شروع کردی تھیں۔ جبھی تو لوقا نے یہہ طوفان بے تمیزی دیکھکر نئے سرے سے مسیح ؑ کے حالات میں انجیل لوقا لکھی۔ جس کو وہ سب سے معتبر اور تصحیح شدہ قرار دیتا ہے۔ پس جس مذہب کا یہہ حال ہے کہ اوایل ہی سے اُن کی آسمانی کتابوں کے ہم نام اور بہتسی جعلی کتابیں بنی شروع ہوگئیں۔ اس وقت اس مذہب کی اصلیت کا پتا لگانا محال بلکہ سراسر وہم و خیال ہے۔

عیسائی لوگ اکثر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و التحیات کے معجزات قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ صرف حدیث میں آئے ہیں۔ اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ لیکن اہل انصاف لوگ لوقا کی تحریر کو حدیث سے زیادہ کیا وقعت دے سکتے ہیں۔ جو خود اپنی انجیل کے شروع میں کہتا ہے۔ کہ میں نے سب حال سنے سنائے

لکھے ہیں - اور کسی شخص کا نام نہیں لیتا - جس سے سُنے
ہیں تاکہ مصنف محقق کو پڑتال کرنیکا موقع ملتا کہ لوقا کے راوی
کہاں تک ثقاہت اور اعتبار رکھتے ہیں - صرف کتاب کی
شروع میں لکھدیا ہے کہ میں نے کلام کی خدمت کرنے والوں
سے سُنکر لکھا ہے - اعتبار کے لئے کافی نہیں ہوسکتا -

اب یہاں وہی سلسلہ اعتراضات کا شروع ہوجاتا ہے کہ
۱ جو عیسائی لوگ معجزات محمدیہ کی نسبت کرتے ہیں - کہ
حضرت عیسیٰ ؑ کے معجزات کا ثبوت انجیلوں کے کلام الٰہی
ثابت ہونے پر منحصر ہے - اور انجیلوں کا کلام الٰہی ثابت ہونا
مصنفان انجیل کی رسالت کے ثبوت پر منحصر ہے اور جبکہ
اُن کی رسالت بلکہ ایمان تک ثابت نہیں ہے تو جو کچھ انہوں
نے انجیل میں لکھا ہے وہ بھی قابل اعتبار نہ رہا - جب
اُن کی تحریر کا اعتبار نہ رہا تو عیسائی مذہب کی بنیاد خود
جڑ سے اُکھڑ گئی -

پھر یہ کہ عیسائی لوگ کسی طرح پر ثابت نہیں کرسکتے
کہ ضرور یہ انجیلیں انہی لوگوں کی تصنیف سے ہیں جن کا
۲ نام عنوان پر لکھا ہے - کوئی صحیح اور متواتر سند اُن کے

پاس اس امر کی نہیں ہے جس کا سلسلہ حواریوں تک پہونچ
جاتا ہو - بلکہ لوقا کی انجیل سے تو معلوم ہوتا ہے - کہ اُس کے
زمانہ میں متی و مرقس کی انجیل کا وجود تک نہ تھا - اگر ایسی
الہامی معتبر انجیلوں کا وجود ہوتا تو وہ کیوں نئے سرے
سے تحقیقات کرنے کی تکلیف گوارا کرتا - ان ہی انجیلوں کو
تھیوفلس کے پاس نہ بھیج دیتا - پس حق الامر یہی ہے کہ
اوائل مذہب مسیحی سے کئی سو برس تک ان انجیلوں
کے وجود کا کہیں پتہ نہیں لگتا - نہ کوئی سند ملتی ہے بعد
میں انقلاب و حوادث میں عیسائیوں سے حضرت مسیح ؑ
کی اصل انجیل تو گم ہوگئی - اور پھر اضطراب کی حالت میں
بہت سے اشخاص نے اُن مقولوں اور حالات کو جو زبانی
یاد تھے اپنے طور پر لکھ کر اناجیل نام رکھ لیا یہی
باعث ہے - بے شمار اناجیل کی تالیف کا - ورنہ اگر اصل
انجیل مسیح دنیا میں موجود رہتی - تو آسمانی کتاب کے مروج
ہوتے پر کبھی کوئی شخص جرأت نہیں کرسکتا کہ اپنی آسمانی
کتاب کے نام پر کتابیں تصنیف کرے اور رواج دے -
دنیا میں اور مذاہب بھی موجود ہیں - لیکن یہہ بات کسی

مذہب ہیں نہیں کہ اُن کی آسمانی کتاب کے نام پر
اُنہی کے مذہب ہیں اور کتابیں بھی ہوں۔ یہودیوں
میں سوائے توریت مروجہ کے کوئی کتاب بنام توریت نہیں
آریوں میں سوائے وید کے اور کسی کتاب کا نام وید نہیں
اہل اسلام میں سوائے قرآن کے اور کسی کتاب کا نام
قرآن نہیں۔
پس جعلی اناجیل کے وجود کا سبب عیسائیوں میں سوائے
اس کے اور کوئی نہیں۔ کہ اُن کی اصلی کتاب مقدس
(انجیل مسیح ؑ) تو کسی حادثہ میں کھوئی گئی۔ اور پھر اضطراب
کی حالت میں کئی اشخاص نے حواریوں کے نام پر جعلی انجیلیں
مرتب کر لیں۔
اسبات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اصلی انجیل ضرور کوئی
اور انجیل تھی جو اُن اناجیل مروجہ کے سوا تھے اور وہ وہی
انجیل تھی جو حضرت مسیح ؑ پر نازل ہوئی اور جس کا قرآن
میں ذکر ہے۔ یہہ بات ہرگز عقل میں نہیں آسکتی کہ حضرت
مسیح ؑ کا سا الوالعزم رسول صاحب کتاب بھی نہ ہو۔
یعنی ایسا عظیم الشان رسول آسمانی کتاب سے بھی محروم رہے

اگر وہ خود صاحب کتاب نہیں ہیں۔ اور صرف توریت کی
ہدایات و احکام کی پابندی کراتے آئے تھے۔ تو حضرت
مسیح رسول بھی نہیں ہو سکتے۔ اور انبیاء بنی اسرائیل کی
طرح صرف ایک معمولی نبی ٹھیر سکتے ہیں۔ رسول تو وہی ہو سکتا
ہے جو صاحب کتاب ہو۔ جب اُن پر کوئی کتاب تک نازل
نہیں ہوئی تو عیسایوں کا اُن کو رسول کہنا بھی مناسب
نہیں۔ اور عیسائیوں کا یہہ شور مچانا۔ کہ وہ سید المرسلین
اور خاتم النبیین اور دنیا کا منجی ہوکر آیا ہے۔ یہہ تو بات
ہی بڑی ہے۔ حضرت مسیح م سے تو متی اور مرقس اور
پولوس وغیرہ اچھے رہے۔ جن کی طرف جھوٹی سچی
کوئی نہ کوئی کتاب تو منسوب ہے۔

عیسائی لاکھ انکار کریں۔ مگر ہم ہرگز یقین نہیں کر
سکتے کہ حضرت مسیح م سا الوالعزم رسول آسمانی کتاب سے
محروم رہے۔ ہم لوگ جیسا کہ بموجب قرآن شریف ہمارا
اعتقاد ہے۔ یقین رکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح م پر ضرور آسمانی
کتاب نازل ہوئی اور وہی اصلی انجیل تھی۔ جس کا پتہ
ان اناجیل مروجہ سے بھی لگتا ہے۔ چنانچہ مرقس اباب ۱۴ و ۱۵

میں ہے - پھر یوحنا کی گرفتاری کے بعد یسوع نے جلیل میں آ کے منادی کی اور کہا - کہ وقت پورا ہوا - اور خدا کی بادشاہت نزدیک ہوئی - توبہ کرو اور انجیل پر ایمان لاؤ انتہے -

پھر اُسی مرقس ۱۰ باب ۲۹ میں حضرت مسیح ؑ کا قول یوں منقول ہے - یسوع نے جواب میں کہا - میں تم سے سچ کہتا ہوں - ایسا کوئی نہیں جس نے گھر یا بھائیوں یا بہنوں یا باپ یا ماں یا جورو یا لڑکے بالوں یا کھیتوں کو میرے اور انجیل کے لئے چھوڑ دیا ہے - اسی طرح متی کے ۲۶ باب ۱۳ میں مسیح ؑ کا قول ہے - جہاں کہیں اس انجیل کی منادی ہوگی الخ -

ظاہر ہے کہ جس انجیل کی طرف حضرت مسیح ؑ اشارہ کرتے ہیں وہ یہہ مجموعہ نہیں ہو سکتا ہے - کیونکہ ان اناجیل کو حضرت مسیح ؑ نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا - پس لامحالہ اُس وقت کوئی اور انجیل تھی جس کی طرف حضرت مسیح ؑ اشارہ کرتے ہیں -

پس ضرور ہے کہ وہی اصلی انجیل ہو - جس کی نسبت

اللہ تعالے قرآن شریف میں فرماتا ہے وآتیناہ الانجیل
اور حضرت مسیح ؑ کو ہم نے انجیل عطا فرمائی ۔

بعض علماء مسیحیہ کے اقوال سے بھی پتہ لگتا ہے کہ ان اناجیل اربعہ سے پہلے بھی ایک انجیل تھی ۔ چنانچہ ھارن صاحب کے انٹروڈکشن کی چوتھی جلد میں لیکلرک ۔ کوپ ۔ میکاییلیس لسنگ ۔ مارش وغیرہ علماء متقدمین کی رائے اس طرح منقول ہے ۔ کہ شاید متی اور مرقس اور لوقا کے پاس ایک کتاب عبری زبان میں تھی ۔ جس میں حضرت مسیح ؑ کے حالات لکھے گئے ۔ اُس میں سے متی نے زیادہ نقل کیا ۔ اور مرقس اور لوقا نے کم انتہے ۔

اگرچہ ہارن صاحب اس رائے کو پسند نہیں کرتے ۔ مگر ان کی پسندی اور ناپسندی سے کیا غرض ۔ یہہ بہرحال ثابت ہے ۔ کہ بعض قدیم علماء کے نزدیک بھی ان انجیلوں سے پیشتر ایک انجیل تھی ۔

بشپ مارش و اکھارن وغیرہما کہتے ہیں ۔ کہ مسیح ؑ کے حالات میں ابتداءً ایک تحریر تھی ۔ جس کی نقلیں متبدلہ مؤلفین اناجیل کے پاس تھیں ۔ انہیں نقول سے ان لوگوں نے

اناجیل ترتیب دیں - اور کچھ اپنی طرف سے اضافہ کیا -
چنانچہ فاضل نورٹن نے جو کتاب علم اسناد میں لکھی ہے
اور شہر بوسٹن میں ۱۸۳۷ء میں چھپی - اُس کے دیباچہ
میں لکھا ہے - کہ اکہارن نے اپنی کتاب میں کہا ہے - کہ
دین مسیحی کے شروع میں ایک مختصر رسالہ تھا - حضرت مسیح ؑ
کے حالات میں ہو سکتا ہے - کہ اُسی کو اصل انجیل کہا
جائے - اور غالباً یہہ رسالہ اُن مریدوں کے لئے بنایا گیا
تھا - جنہوں نے مسیح ؑ کی باتیں اپنے کانوں سے نہیں سُنی
تھیں - اور نہ اُن کے حالات اپنے کانوں سے دیکھے تھے
اور یہہ رسالہ بمنزلہ قالب کے تھا - اور اُس میں مسیح ؑ کے
حالات ترتیب وار نہیں لکھے تھے - انتہے - اب فاضل
نورٹن لکھتا ہے - اکہارن کے قول کے بموجب یہہ رسالہ
اناجیل مروجہ کے بہت مخالف تھا اور یہہ رسالہ تمام اُن
انجیلوں کا ماخذ تھا - جو پہلی اور دوسری صدی میں رائج
تھیں - اور انجیل متی اور مرقس اور لوقا کے لیے بھی ماخذ
تھیں - الخ -
پھر وہی فاضل نورٹن لکھتا ہے - کہ کوئی یہہ خیال نہ کرے

کہ یہہ راے صرف اکھارن کی ہے۔ اس واسطے کہ اکھارن کی کتاب سے بڑھکر کوئی کتاب ملک جرمن میں ابتک مقبول نہیں ہوئی۔ بلکہ بہت علماء متاخرین جرمن نے انجیلوں کے بارہ میں اور اُن امور میں جن سے انجیل کی صحت پر الزام آتاہے۔ اکھارن کی راے سے اتفاق کیا ہے۔ انتہے۔

چیمبرس نے اکھارن کے قول کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو اصلی تحریر تھی۔ اور اُس کی پہلی نقل سینٹ متی کے استعمال میں تھی۔ اور دوسری نقل متغیرہ سینٹ لوقا کے استعمال میں تھی۔ اور تیسری وہ نقل جو دونوں نقول مذکورہ سے لی گئی تھی۔ اور سینٹ مرقس کے استعمال میں تھی۔ اور چوتھی وہ نقل جو سینٹ متی اور لوقا دونوں کے استعمال میں تھی انتہے (چیمبرس ایسا ئیکلوپیڈیا) جلد ۵۔ مطبوعہ ۱۸۶۸ء لنڈن۔ بیان گاسپل)۔

اور جن مسلمانوں کا یہہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیحؑ

کی اصلی انجیل - کوئی اور انجیل تھی - بالکل درست ہے - جس کو اکھارن وغیرہ علماء مسیحی کے اقوال سے پوری تقویت ملتی ہے -

پہلے زمانہ میں چھاپہ تو تھا ہی نہیں - اوایل مذہب مسیحی میں ایک آدھ اصلی انجیل مسیح کی نقل موجود ہوگی - جو اُن حوادث اور مصائب میں جو عیسائیوں پہ پڑے - گم ہوگئی - اور پیچھے عیسائیوں نے بیسیوں کتابیں بنام نہاد انجیل تالیف کرلیں - جس میں کچھ تو اصل اقوال مسیح ہیں جو اُن لوگوں کو زبانی یاد رہے کچھ سن سناکر اور کچھ اپنی طرف سے اِدھر اُدھر کی باتیں درج کر بیسیوں انجیلیں تالیف کرلیں - جن میں سے کبھی کوئی قایم کی گئیں - کبھی کوئی خارج کی گئیں - اور اواخر ایام میں یہ چاروں انجیلیں - اور چند پرائیویٹ[لہ] چٹھیاں اور وعظ کے خطوط

لہ اناجیل اربعہ کے بعد اعمال - لوقا ہی جس کے اندر باب ۱ سے ۱۲ تک میں پطرس حواری کا حال لکھا ہے اور ۱۳ باب سے ۲۸ آخر تک پولوس حواری کا - لیکن اُس نے اپنی کتاب اعمال الرسل میں جو معجزات پطرس پولوس کے لکھے ہیں - اُن کا اعتبار کوئی دانشمند آدمی نہیں کر سکتا - کیونکہ لوقا الہامی شخص نہیں کہ اُسکی تحریر کا اعتبار کیا

کلام الٰہی اور رسولوں کی تحریر قرار دی گئی۔ جس کی نسبت پادری عماد الدین لکھتے ہیں۔ کہ مسیح کی تواریخ کلام الٰہی اور رسولوں کی تحریر سے لکھی گئی۔

اس امر کا کامل ثبوت کہ اناجیل مروجہ الہامی نہیں

ہیں۔ خود علماء مسیحی کے اقوال سے ظاہر ہے۔ چنانچہ ابراہام ریس نے سائیکلوپیڈیا کی انیسویں جلد میں لکھا ہے۔ کہ لوگوں نے کتب مقدسہ کے تماماً الہامی ہونے کی نسبت

حاشیہ متعلق صفحہ ۲۴۳) جائے۔ اگر کوئی عیسائی لوقا کو رسول یا حواری ثابت کرے تو البتہ اُس کی گواہی سے پطرس اور پولس رسول ٹھہر سکتے ہیں لیکن جب وہ خود حواری اور رسول نہیں تو اُسکے لکھنے سے دوسرا شخص کیسے حواری اور رسول ہو سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوقا کو ایک مورخ کا رتبہ دیا جا سکتا ہے۔ لیکن صرف ایک مورخ کے لکھنے سے کوئی مذہبی اصول یا اعتقاد ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ پولس و پطرس کے حالات و معجزات اُن کی اپنی یا کسی غیر کی الہامی کتاب سے ثابت نہیں ہیں۔ تو اُن کے خطوط و ناجیات وغیرہ کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ نہ وہ الہامی قرار دیے جانے کے قابل ہیں ایسا ہی تمام تواریخ و خطوط وغیرہ و مکاشفات کا حال ہے کہ جب انکے لکھنے والوں کا رسول ہونا بلکہ اُنکا ایمان تک ثابت نہیں تو اُنکی کتابیں بدرجہ اولیٰ غیر معتبر ہو گئیں۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

گفتگو کی ہے۔ اور دے کہتے ہیں ۔ کہ اُن لوگوں یعنی مؤلفین کے افعال اور ملفوظات میں غلطیاں اور اختلاف ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حواری لوگ ایک دوسرے کو صاحب وحی نہیں سمجھتے تھے دیگر اس وقت کے مشنری اپنا پیٹ پالنے کے لئے اُنہیں صاحب وحی ظاہر کرتے ہیں ۔ (جیسے پادری عماد الدین) جیسا کہ یروشلم کی کونسل کی آپس کی بحث سے اور پولوس کے پطرس کو الزام دینے سے ظاہر ہے ۔ اور ہم نہیں پاتے ہیں ۔ کہ حواری لوگ ایسے طور پر گفتگو کرتے ہیں ۔ جیسے پیغمبر لوگ شروع کرتے تھے ۔ پھر لکھا ہے کہ میکالس نے اُس ہوشیاری اور خیال سے جو ایسے بڑے مطلب کے لئے ضروری تھا ۔ طرفین کی دلایل کو تولکر اس اعتراض کا یوں فیصلہ کرنا مناسب جانا ۔ کہ ناموں دستیوں کے لئے تو الہام البتہ مفید ہے ۔ لیکن[1] تاریخی کتابوں کے واسطے یعنی چاروں انجیلیں اور اعمال اگر الہام سے بالکل قطع نظر کی جائیں ۔ تو کچھ نقصان نہیں ۔ بلکہ کچھ فایدہ ہی ہوگا انتہی

[1] پادری عماد الدین صاحب اس قول پر غور کریں +

بعض علما صرف تعلیمات کو الہامی کہتے ہیں اور باقی کو غیر الہامی
مولفین انسائکلوپیڈیا برٹینکا نے گیارھویں جلد میں الہام
کے باب میں لکھا ہے۔ کہ اس امر میں خلاف واقع ہوا ہے
کہ کتب مقدسہ کے کل اقوال الہامی ہیں یا نہیں جیروم
اور ارازمس اور پیرو کوبیس اور بہت سے دوسرے
علماء یہہ کہتے ہیں۔ کہ کتب مقدسہ کا یہہ قول الہامی نہیں
ہے۔ اور پھر جلد اونیس ۱۹ میں لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی ہم سے
تحقیق کی راہ سے دریافت کرے۔ کہ تم عہد جدید کی
کون سی جزو کو الہامی مانتے ہو۔ تو ہم کہیں گے کہ مسایل
اور احکام اور آیندہ کی خبریں جو ملت مسیحیہ کی جڑ ہیں۔ اُنسے
الہام جدا نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرے حالات کے لئے
حواریوں کی یاد کافی تھی انتہے۔

اور ڈاکٹر بیلی لکھتے ہیں۔ کہ اناجیل کے نفس مسایل
اور نتایج تو الہامی ہیں اور اُن کے دلایل اور مقدمات
غیر الہامی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۳۲۳ میں لکھتے
ہیں۔ حواریوں کے ملفوظات میں اُن کے مسایل اور دلایل
میں امتیاز کرنا چاہئے۔ اُن کے مسئلے تو الہامی ہیں۔ لیکن

وسے لوگ اپنے ملفوظات اور گفتگو میں اُن مسایل کی توضیح اور تقویت کے لیئے مناسبتیں اور دلیلیں ذکر کرتے ہیں - لیکن حمایت دین عیسوی میں حواریوں کی ہر دلیل کی صحت اور ہر تشبیہ کے درست ہونے کا حامی ضرور نہیں - میری راے میں یہہ بات خوب مضبوط ہے کہ جب ربانی لوگ کسی بات پر اتفاق رکھیں - تو جو اُن کے لیئے مقدمات سے نتیجہ نکلے - وہ ہم پر واجب التسلیم ہے لیکن ہم پر واجب نہیں - کہ تمام مقدمات کو قبول کریں انتہے ملخصاً -

ان شدید اختلافوں سے دو باتیں ثابت ہوئیں - اول یہہ کہ جس طرح عیسائیوں کے پاس انجیل کے وجود کی کوئی یقینی سند نہیں ہے - اسی طرح اُن کے الہام یعنی روح سے لکھے جانے کی بھی اُن کے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے - ہر ایک اپنے گمان سے جس جزو کو چاہتا ہے - الہامی قرار دے لیتا ہے - اور جس جزو کو چاہتا ہے غیر الہامی کہتا ہے - دوسرے یہہ کہ بعض کے نزدیک تو یہہ چاروں انجیلیں غیر الہامی ہیں - اس قول پر تو انجیلیں معمولی تاریخ کی

کتابوں کے مرتبہ پر رہیں گے۔ بعض کے نزدیک ان کتابوں
میں الہامی اور غیر الہامی کلام مخلوط ہے۔ اس تقدیر پر بھی
ان انجیلوں کو الہامی نہیں کہہ سکتے۔

اب ناظرین حق پسند خود فرماویں کہ عیسائیوں کے مذہب
کی بنیاد کس قدر ضعیف ہے۔ ان کی کتابوں کا الہامی ہونا
تو ایک طرف رہ گیا۔ کسی صحیح سند سے حواریوں تک پہنچنا
ثابت نہیں ہوتا۔ تو پھر پادری عماد الدین کو شرم نہیں
آتی۔ جو کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کی تواریخ کلام الٰہی اور
رسولوں کی تحریر سے لکھی گئی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ
یہی پادری عماد الدین انجیل کے الہام سے نہ لکھے جانے
کے قایل ہیں۔ چنانچہ نسب نامہ مسیح کی غلطیوں کے اقرار
سے لاچار ہو کر آپ ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۶۸ء صفحہ
۱۰۷ میں نسب نامہ متی و لوقا کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ
یہ کچھ الہامی بات نہیں ہے۔ خاندانی نسب ناموں میں
سے اور کچھ بائیبل میں سے نام لکھ دیئے۔ انتہٰی۔

اب آپ کا وہ جوش خروش کہاں گیا۔ کہ مسیحی حالات
الہام سے لکھے گئے ہیں۔

اگر آپ یہہ کہیں کہ یہہ امر خاص نسب نامہ میں ہوا ہے اور جگہ نہیں۔ تو اُس کی دلیل ارشاد ہو۔ کہ انجیل کے ایک باب لکھتے وقت خدا کی روح جو اُن میں ساتھی ہوتی تھی کہاں چلی گئی تھی۔ باقی کتاب لکھتے وقت موجود رہی۔ جس طرح یہہ بات باوجود انجیل کا جزو ہونے کے انجیل سے نہیں لکھا گیا۔ اگر ساری انجیل ایسے ہی سن سنا کر لکھی ہو۔ تو کیا محال لازم آتا ہے۔ فتفکروا یا اولی الالباب

مسیح کے حواریوں اور عیسائیوں کی کتاب مقدس کی نسبت ہم نے اپنی کتاب ایک سچے مسیحی کی مناجات میں ایک نظم لکھی ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے اُسے بلفظہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

مسیح مصلوب کے چیلے

ایمان میں ضعیف تھے چیلے مسیح کے

شک ہے کہ دیندار بھی تھا کوئی یا نہیں

رہتے ضرور پاس تھے حضرت مسیحؑ کے
صحبت سے اُن کو فایدہ پر کچھ ہوا نہیں!
اک دن جب اک مریض کا نکلا نہ اُن سے دیو
کہنے لگے یہہ ہم سے نکل کیوں سکا نہیں؟
عیسیٰ[1] نے یہہ کہا۔ کہ سبب ہے فقط یہی
ایمان کا تمہارے ٹکا ذرا نہیں
ایمان تم میں ہوتا برابر جو رائی کے
کہتے جو اُٹھ پہاڑ سے جاتا چلا نہیں؟
جب آسمان[2] پہ جانے لگے حضرت مسیحؑ
پکا کچھ اُن کا تب بھی تو ایمان تھا نہیں

---

[1] متی ۱۷ باب ۲۰۔ یسوع نے اُنہیں کہا اپنی بے ایمانی کے سبب کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تمہیں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر پہاڑ سے کہتے یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا اور کوئی بات تمہاری ناممکن نہ ہوتی۔

[2] آخر وہ اُن گیارھوں کو جب وے کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا۔ اور اُن کی بے ایمانی اور سخت دلی پہ ملامت کی۔ کیونکہ وے اُن کی باتوں پہ جنہوں نے اُس کے جی اُٹھنے کی بابت اُسے دیکھا تھا یقین نہ لائے تھے (مرقس ۱۶ باب ۱۴) ❊

کرتے رہے ہیں پھر بھی ملامت انہیں مسیح
مجھ کو پتا تمہارے کچھ ایمان کا نہیں؟
دل سخت ہے تمہارا بہت ابھی جوا پڑا
جی اُٹھنے پہ یقین تمہیں ابتک ہوا نہیں

پطرس جو سارے چیلوں کا سرتاج خاص تھا
اسرارِ حق کا اُسکو بھی تھا کچھ پتا نہیں
باتیں تھیں اسکی ساری وہ انسان کے خیال
اونچا خیال اُس کا ذرا بھی ہوا نہیں
شیطان اُس کو کہہ کے پکارا مسیح نے
ہو مجھ سے دور اور نظر مجھ کو آ نہیں
بے شک تو میرے واسطے ٹھوکر کا ہی سبب
باعث یہہ ہے کہ تجھ کو خیالِ خدا نہیں

لہ اُس نے پھر کے پطرس سے کہا۔ اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو۔ تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے۔ کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ انسان کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔ (متی باب ۲۳) ×

تعریف کیجیے کیا فہم[1] شریعت کی

مادہ کچھ اُن کو بات سمجھنے کا تھا نہیں

کرتے کبھی جو وعظ جناب مسیح تھے

کچھ بھی سمجھ میں اپنے تو آیا ذرا نہیں

پوچھتے تھے[2] بعض اُن سے کوئی اُن سے یا بگیر

عالی دماغ اُن میں سے تھا ایسا کا نہیں

عیسیٰ نے جب کہا کہ یہودوں کی سلطنت

دیکھو۔ ابھی بحال میں کرتا ہوں یا نہیں

لالچ میں آکے ساتھ مسیحا کے ہو لئے

[3] مدِّ نظر سوائے طمع اُن کو تھا نہیں

---

[1] دیکھو متی ۱۶ باب ۹ سے ۱۲۔ مرقس ۸ باب ۱۴ سے ۲۱۔ لوقا ۹ باب ۴۴ سے ۴۵ و ۱۸ باب ۳۴۔ یوحنا ۴ باب ۱۵ سے ۳۲ و ۱۱ باب ۱۱ سے ۱۳ میں حواریوں کی فہم شریف کی حقیقت ۔

[2] متی ۱۸ باب ۱ مقابلہ کیجیے متی ۹ باب ۹ متی محصول لینے والا تھا ۔

[3] متی ۱۹ باب ۲۷ میں ہے تب پطرس نے جواب میں اُس کو کہا دیکھ ہم نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ اور تیرے پیچھے ہو لیے پس ہم کو کیا ملے گا۔ یسوع نے اُنہیں کہا میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تم جو میرے پیچھے ہو لیے ہو جب نئی خلقت میں ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھو گے۔ اور اسرائیل کے بارہ فرقوں کی عدالت کرو گے۔ ایسا ہی لوقا ۲۲ باب ۳۰ وغیرہ میں ہے ۔

امیدوار اُس کے رہے تین سال تک
دن[1] رات فکر انکو تھا اس کے سوا نہیں

آخر کو دیکھا جب وہ مسیحا کا حال یہ
انجیل سے بھی جس کا کہ نقشہ کھچا نہیں

دیکھا کہ[2] وہ جو کہتا تھا ہوں شاہ اسرائیل
سر[3] رکھنے کے لئے اُسے خود ملتی جا نہیں

سب ہو گئے جدا وہیں عیسیٰ مسیح[4] سے
ہادی کا اپنے ساتھ اُنہوں نے دیا نہیں

سب نے دکھائی پیٹھ مسیحا کو چھوڑ کر
افسوس ایک نے بھی وہاں کی وفا نہیں[5]

---

[1] اعمال ۱ باب ۶ میں ہے تب اُنہوں نے جو اکٹھے تھے اس سے پوچھا۔ کہ اے خداوند کیا تو اسی وقت اسرائیل کی بادشاہت کو بحال کیا چاہتا ہے؟ ۔

[2] یوحنا ۱۸ باب ۳۷ میں ہے۔ یسوع نے اُسے جواب دیا۔ کہ جیسا آپ فرماتے ہیں میں بادشاہ ہوں۔ لوقا ۱۹ باب ۱۵ وغیرہ ٭

[3] لومڑیوں کے لئے ماندیں اور ہوا کے پرندوں کے لئے بسیرے ہیں پر ابن آدم کے لئے جگہ نہیں۔ جہاں اپنا سر دھرے۔ متی ۸ باب ۲۰ ٭

[4] سب شاگرد اُسے چھوڑ کے بھاگ گئے۔ متی ۲۶ باب ۵۶ ٭

[5] انہیں سے ایک نے (اُسے پکڑوا دیا) ۔ صحبت سے اسکی سمجھا جو کچھ فایدہ نہیں

پطرس[1] ابھی جو پیچھے تھا اس بات کیلئے
دیکھے کہ حال ہوتا ہے کیا اور کیا نہیں

پوچھا گیا جو اس سے تو بے درست سچ[2]
کہنے لگا کہ مجھ کو تعلق بھی تھا نہیں

آخر کو[3] جب کہ تنگ انہوں نے کیا اسے
ظاہر تو اپنی بولی سے کیا ہو رہا نہیں

پطرس[4] نے لعن طعن کیا تب سچ مچ
کھائی قسم کہ میں تو اسے جانتا نہیں[5]

انکار تین بار کیا زور و شور سے
تھی بانگ مرغ کی ابھی آئی صدا نہیں

---

[1] پطرس دور دور اسکے پیچھے سردار کاہن کے گھر تک چلا گیا اور اندر جا کے نوکروں کے ساتھ بیٹھا۔ کہ دیکھیں آخر کیا ہوتا ہے (متی ۲۶ باب ۵۸)

[2] متی ۲۶ باب ۷۰ پر اس نے سب کے سامنے انکار کر کے کہا میں نہیں جانتا کہ تو کیا کہتی ہے۔

[3] انہوں نے پاس آکے کہا۔ بے شک تو بھی ان میں سے ہے کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے (متی ۲۶ باب ۷۳)

[4] تب اس نے لعنت بھیجکر اور قسم کھا کر کہا۔ کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ وہیں مرغ نے بانگ دی (متی ۲۶ باب ۷۴ ۷۵)

تاثیر تھی مسیح کے پند و وعظ کی عجیب
ایمان میں ایک شخص بھی کامل ہوا نہیں
لالچ کے واسطے تھے سبھی ساتھ ہو لئے
کی ایک نے بھی اُن سے ہے ہرگز وفا نہیں

سلہ آنریبل ولیم میور صاحب اپنی اُردو تواریخ کلیسیا کے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے حواریوں اور شاگردوں نے اب تک اُسکی تعلیم کی حقیقت کو بالکل نہیں سمجھا تھا اور اُن کا سلسلہ ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی امید میں لگا ہوا تھا۔ اُس کے گرفتار ہوتے ہی وے سب بھاگ گئے اور پطرس نے جو عدالت میں گیا وہاں اپنے خداوند کا انکار کیا۔ پھر مسیح کی مصلوبی کے بعد سب بالکل مایوس اور نومید ہوگئے [illegible] اور عجیب بات [illegible] مسیح [illegible] سکتا تھا۔ ہنوز اُنہوں نے نہیں سمجھی تھی کہ اُس کا مرنا دنیا کی زندگی اور نجات ہوگی۔ اسکاٹ مفسر اپنی مدرسی تفسیر جلد اول کے صفحہ ۲۴۳ میں یوں لکھتے ہیں کہ حواریوں کے نہ سمجھنے کا سبب یہ تھا کہ چند دن کیا اُنکے بہت تک وے یہودیوں کی طرح یہ خیال نہیں چھوڑ سکتے تھے کہ مسیح ایک عالی شان بادشاہ ہوکر داؤد علیہ السلام کے تخت پر بیٹھ کر یہودیوں اور سب قوموں سے بدلا لیگا دیکھو اعمال ۱ باب ۶ ۷

سلہ گاڈفری ہیگنس صاحب اپنی کتاب اپالوجی مطبوعہ ۱۸۲۹ کی دفعہ حاشیہ صفحہ ۴۴ پر

حضرت مسیح چرخ پہ جب کر گئے عروج
ایمان درست پھر بھی تو اُن کا ہوا نہیں
پطرس نے حکم حق سے ہی کی پھر بھی سرکشی
حالانکہ اُس سے کوئی حواری بڑا نہیں
پولوس اُسکو کہتا ہے مکّار بار بار
اور یہہ کہ وہ کتاب پہ سیدھا چلا نہیں

دفعہ ۳۴ میں فرماتے ہیں کہ عیسائی ہمکو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمدؐ کے مقابل سے وہ درجہ نثار مریدی کا اپنے پیروؤں میں پیدا کیا جسکو عیسیٰ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فایدہ ہے اور آپ کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا جسکی نظیر دین عیسوی میں نہیں چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالی شان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا - جب عیسیٰ کو صلیب پر لٹکے تو اُنکے پیرو بھاگ گئے - برعکس اسکے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپکے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈالکر کل دشمنوں پر آپکو غالب کیا - انتہیٰ -

؎ اعمال ۱۰ باب ۳ -- آگے دیکھو - اُسوقت آواز آئی کہ جسکو ہم حلال کہیں تو حرام مت کہہ - مگر پطرس نے ہرگز نہیں مانا -

؎ نامہ گلتیاں ۲ باب ۱۱ - ۱۴ تک دیکھو - پطرس کو ملامت کے لایق دو رنگا اور ریاکار لکھا ہے - اور ایسا ہی برناباس کو الخ ....

ہے برنباس بھی تو شریک رہا ہوا
انجیل پر تو ٹھیک عمل ایک کا نہیں
ہیں جب بڑے حواری کا ہی حال اس طرح
چھوٹوں کا کیا بتایئے حاجت ذرا نہیں
مومن ہوئے نہ جب وہ مسیحا کے روبرو ل
کچھ بھی ٹھکانا بعد کے ایمان کا نہیں
دھو رکھو ہاتھ زندگی سے اُس مریض کے
عیسیٰ کے ہاتھ سے ہوئی جس کو شفا نہیں

ل وارڈ صاحب نے اپنی کتاب اغلاط نامہ میں لکھا ہے - کہ پطرس نے بعد نزول روح القدس کے ایمان میں غلطی کی ہے - اور برنشس کرتا ہے - کہ پطرس سردار حواریوں نے اور برنباہ نے بھی بعد نزول روح القدس کے سر کلیسیا یروشلیم کے غلطی کھائی ہے + پادری عماد الدین صفحہ ۱۲۷ میں مانتے ہیں - کہ ضرور حواریوں سے غلطی وقوع میں آئی - بلکہ صفحہ ۱۲۹ میں لکھتے ہیں - کہ روح القدس سے مستفیض ہونا اور صدور کرامات دلیل نبوت بلکہ ایمان کا نہیں ہے فتفکروا یا اولی الالباب +

عیسائیوں کی کتاب مقدس

انجیل[1] جو کہ اُتری تھی حضرتِ مسیح پہ
افسوس اُس کا ملتا جہاں میں پتا نہیں
کہتے ہیں سب کتاب ہی تھے حضرتِ مسیح
اُن پہ کوئی صحیفہ اُتارا گیا نہیں
ایسا رسول[2] ہو سکے نہ ہو صاحبِ کتاب
عیسائیو سمجھ میں یہ آتا ذرا نہیں
موسیٰ کو جب کتابِ الٰہی ہوئی عطا
عیسیٰ پہ اُتری کوئی کتابِ خدا نہیں
کہتے ہو کس لئے کہ مسیحا ہے الرسول
اُتری کتاب اُس پہ اگر مطلقاً نہیں

---

[1] اصل انجیل جو حضرت مسیح پہ نازل ہوئی اور جس کا قرآن شریف میں ذکر ہوا اسکا دنیا میں کہیں پتہ نہیں لگتا

[2] رسول اور نبی میں فرق ہی یہی ہے کہ رسول نئی شریعت والا اور صاحب کتاب ہوتا ہے اور نبی پچھلی کتاب کا متبع پس اگر حضرت مسیح پہ کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور وہ بے کتاب ہیں۔ تو وہ صرف ایک نبی ہوئے۔ پھر عیسائی اُنہیں رسول کیوں کہتے ہیں؟ رسول نبی سے بڑا ہوتا ہے۔ دیکھو متی ۱۱ باب ۹ ×

کچھ شک نہیں کہ اصلی بھی انجیل تھی ضرور
اتری جو تھی مسیح پر اس میں خطا نہیں

ؔ چنانچہ عیسائیوں کے اقوال سے بھی اس اصلی انجیل کا کچھ پتہ لگتا ہے - بشپ مارش و اکھارن وغیرہ کہتے ہیں کہ مسیح ؑ کے حالات میں ابتداء ایک تحریر تھی جس کی نقلیں قدیم تا مؤلفین اناجیل کے پاس تھیں - انہیں نقول سے ان لوگوں نے اناجیل مرتب کیں - اور کچھ اپنی طرف سے اضافہ کیا -

چنانچہ فاضل نورٹن اپنی کتاب کی جلد اول کے دیباچہ میں لکھتا ہے - کہ اکھارن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابتداءً مسیح کے حالات میں ایک چھوٹا سا رسالہ تھا - ممکن ہے کہ اسکو اصلی انجیل کہا جاوے - اور یہہ رسالہ تمام ان انجیلوں کا ماخذ تھا جو پہلی اور دوسری صدی میں رائج تھیں اور انجیل متی اور لوقا اور مرقس کے لئے بھی ماخذ تھیں -

اس قول کی تفصیل دیکھو - چیمبرس انسائیکلوپیڈیا جلد ۵ مطبوعہ ۱۸۶۸ء لنڈن - بیان گاسپل) خود انجیل سے یہی ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں کوئی انجیل تھی - چنانچہ مرقس ۱ باب ۱۴ - ۱۵ میں ہے - پھر یوحنا کی گرفتاری کے بعد یسوع نے جلیل میں آ کر منادی کی اور کہا کہ وقت پورا ہوا اور خدا کی بادشاہت نزدیک آئی - توبہ کرو - اور انجیل پر ایمان لاؤ - پھر مرقس ۱۰ باب ۲۹ میں ہے یسوع نے جواب میں انہیں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں - ایسا کوئی نہیں - جس نے گھر یا بھائیوں (بقیہ حاشیہ ۲۵۲ صفحہ پر)

انجیل تم سے کھوئی گئی حادثات[1] ہیں
پھر اس کے بعد تم کو پتہ کچھ لگا نہیں

یا بہنوں یا ماں باپ یا ماں یا جورو یا لڑکوں یا کھیتوں کو میرے اور انجیل کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح متی ۲۶ باب ۱۳ میں ہے جہاں کہیں اس انجیل کی منادی ہوگی۔ ہارن صاحب کے انٹروڈکشن کی چوتھی جلد میں لیکلرک۔ کوپ۔ مکاہلیس۔ لیسنگ۔ ہارش وغیرہ علماء متقدمین کی رائے اس طرح منقول ہے کہ شاید متی اور مرقس اور لوقا کے پاس ایک کتاب عبری زبان میں تھی جس میں حضرت مسیح ؑ کے حالات لکھے تھے اُن میں سے متی نے زیادہ نقل کیا اور مرقس و لوقا نے کم۔ اب جبکہ خود انجیل اور عیسائیوں کے روایات سے پتہ لگتا ہے کہ اصل انجیل کوئی اور اُن اناجیل اربعہ کے سوا تھی تو مسلمان لوگ ان اناجیل مروجہ کو کس طرح باور کریں۔ راڈویل صاحب مترجم قرآن کے صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں کہ انجیل کے لفظ سے یہ مجموعہ عہد جدید کا یا اُسکا کوئی حصہ نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ وہ وحی سمجھنی چاہیئے جو خدا کی طرف سے عیسیٰ پر بھیجی گئی۔ انتہیٰ

[1] پادری عماد الدین صاحب اپنی کتاب ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۶۵ء کے صفحہ ۶۱ میں لکھتے ہیں کہ بعد زمانہ کے سبب اور مختلف مقاموں میں جدی جدی انجیلیں جاری ہونے کے سبب اور رات دن مصیبتیں عیسائیوں پر آنے کے سبب روایات متفق علیہ محققین کو نہ ملیں اسلئے اختلاف واقع رہے۔ پس ان حادثات میں نہ صرف روایات متفق علیہ نہیں بلکہ خود اصلی انجیل ہی کھوئی گئی (بقیہ حاشیہ ۲۵۳ صفحہ پر)

چوتھا باب۔ زبانی مقولے مسیح کے
وہ تم لئے لکھے گئے ہیں شک اسمیں ہے انہیں

اور اسکے بعد عیسائیوں نے اپنی ایمانی کتاب کے ضایع ہونے سے گھبرا کر بیسیوں انجیلیں تالیف کیں اور حواریوں کے نام منسوب کر دیں۔ اگر اصلی انجیل دنیا میں موجود ہوتی تو کبھی بیسیوں انجیلوں کے تالیف ہونے کی نوبت نہ پہونچتی اور نہ اُن چار اناجیل کا وجود پایا جاتا بلکہ ایک ہی انجیل ہوتی چار کی کیا ضرورت تھی اور چار کا فایدہ کیا تھا؟ کیا ایک حواری پر اعتبار نہ تھا اور ایک پر فقط اسے کمل الہام نہ کیا جو دوسروں کو تین اور انجیلیں تالیف کرنے کے ساتھ جوڑنی پڑیں فتفکروا یا اولی الالباب ✻

عیسائیوں پر شدید مصایب کا پڑنا سخت انقلابات کا واقع ہونا کال قلت کتاب مطبع آلات زمانہ جہالت و تاریکی عیسائیاں۔ کثرت جہلا زان اندرونی و بیرونی دشمنوں کی طرف سے تحریف کے واقع ہونے کا مفصل حال جس صاحب کو دیکھنا ہو تو وہ کتاب نوبہار یہ کا کلیسیا سے مطالعہ کرے۔ . . . .

لہ چنانچہ ان جملوں کے ملاحظہ سے اظہر من الشمس ہے کہ کسی قدر کلام حضرت مسیح ع کا ہے اور کچھ مصنفین نے اپنی طرف سے مخلوط کر دیا ہے اس بات کی کلی تصدیق نامہ قرنتی ۷ باب ۱۰-۱۲ سے ہوتی ہے جہاں پولوس فرماتے ہیں کہ جنہ انکو جنکا بیاہ ہوا ہے میں نہیں بلکہ خداوند حکم کرتا ہے کہ جورو اپنے خصم کو نہ چھوڑے مگر باقیوں کو خداوند نہیں میں کہتا ہوں کہ اگر بہائی کی جورو بے ایمان ہو الا یہ میں کہتا ہوں کا لفظ قابل غور ہے اور ایسا ہی کئی جگہ اس مجموعہ عہد جدید میں آیا ہے؟

منسوب کردیئے ہیں بنامِ حواریاں
ہو کر دلیر خوفِ خدا کچھ کیا نہیں
قولِ بشر سے قولِ الٰہی ہیں خلط ملط
الہام سے کسی نے بھی اُن کو لکھا نہیں
تصنیف کی گئی ہیں اناجیل بیسیوں
کچھ فرق جعلسازی[۲] میں تم نے کیا نہیں

[۱] سوا اُن ۲۷ کتب عہد جدید کے ۳۳ کتب اور ہیں جنہیں کئی انجیلوں کے نام سے مشہور ہیں انکی فہرست ہارن صاحب نے اپنی انٹروڈکشن مطبوعہ لندن ۱۸۲۵ء جلد ۱ صفحہ ۳۴۲ میں لکھی ہے اُن میں کتنی کتابیں کسی وقت میں الہامی تصور کی گئیں اور پھر دوسرے وقت خارج کی گئیں۔

[۲] جعلی انجیلیں اپنے مسلمہ عقاید و مقاصد کے موافق بنالینا یہہ امر عیسائیوں میں فلسفہ افلاطون کی بدولت رایج ہوا جنکا یہہ اصول تھا کہ سچ کی تائید جھوٹ سے جائز بلکہ مستحسن ہے چنانچہ آنریبل ولیم میور صاحب اپنی کتاب اردو تواریخ کلیسیا مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۵ میں لکھتے ہیں کہ قدیم فلسفیوں کے درمیان یہہ رسم ایک عرصہ سے جاری تھی۔ کہ اپنی تصنیف کسی دوسرے ایسے شخص کے نام سے مشہور کردیں جس کو سب مانتے ہوں تاکہ لوگ اُن کے مضامین کو دل دیکر پڑھیں لیکن جب اُس نے دین عیسوی میں راہ پائی تو بجز اسکے اور کیا نتیجہ نکل سکتا تھا۔ کہ عمداً بدگمانی (بقیہ حاشیہ ۲۵۵ صفحہ پر

ہوتی رہی ہیں کونسلیں[1] پھر بعد میں بہت
آیا فلاں کتاب ہے اصلی کہ یا نہیں

اور تکرار پیدا ہوا۔ اُسکی اسوقت کی صفائی میں داغ لگے اور آئندہ کیلئے بڑی بڑی خرابیوں کا سامان پیدا ہوا یعنی ان جعلی انجیلوں کی۔ اعمالوں کی۔ مکاشفاتوں کی جڑ ہوگئی جو لوگوں نے کسی نہ کسی حواری کے نام سے مشہور کردی ہیں۔ جو کہتا ہیں کہ بہت دنوں کے بعد لکھی گئی لوگوں نے مسیح کے حواریوں کی تصنیف بتلا دیں۔ اور جن کے وقت میں جعلی کتابیں تصنیف کرکے حواریوں کے نام سے مشہور کرنے کا دستور زیادہ رائج ہوا اور چھ سو برس تک رہا۔ اب ایسے اندھیرے میں کون انصاف کرسکتا ہے کہ یہ اناجیل مروجہ جعلی اور مصنوعی انجیلوں میں سے نہیں ؟ ۔

[1] سب سے پہلی کونسل جو قسطنطین کے حکم سے شہر نائیسس میں منعقد ہوئی تھی۔ اُس میں ایک کتاب یوڈتھ بھی کتب الہامیہ میں شامل کی گئی تھی۔ پھر ۳۶۴ء میں ایک کونسل لوڈیسیا نام سے قایم ہوئی۔ جس نے علاوہ کتاب یوڈتھ کے اور سات کتابیں شامل کیں۔ یعنی کتاب آستر نامہ یعقوب۔ نامہ ۲ پطرس۔ نامہ ۲۔۳ یوحنا۔ نامہ یہودا۔ عبرانیوں کا خط اور اُس حکم کو جا بجا مشتہر کرادیا۔ پھر ۳۹۷ء میں ایک اور کونسل قایم ہوئی۔ جس کو کارتھیج کہتے ہیں جس میں علاوہ اسطن کے جو بڑا عالم تھا۔ ۱۲۶ اور بڑے بڑے عالم تھے۔ اس کونسل نے یہ سات کتابیں اور شامل کیں۔ کتاب وزدم کتاب ٹوبیا۔ کتاب بارق کتاب ایکلیزیاستیکس۔ کتابیں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۶ پر)

چھانٹی گئیں یہہ چاروں اناجیل آخرش
اور یہہ خطوط جو تھے کلامِ خدا نہیں

اول و دوم مکاشفات یوحنا اس کے بعد تین کونسلیں اور ہوئیں جس کو کونسل ترید کونسل فلارنس کونسل ٹرنٹ کہتے ہیں ان کونسلوں نے کونسل کارتھیج کے حکم کو بحال رکھا۔ پس یہہ کتابیں بارہ سو سال تک واجب التسلیم رہیں یہاں تک کہ فرقہ پروٹسٹنٹ نے جو ۱۵۱۲ء میں قائم ہوا۔ آتا بیا یا روق۔ کتاب ٹوبیاس۔ کتاب جوڈتھ۔ کتاب وزدم۔ کتاب ایکلزیاسٹیکس و مقابیس اول و دوم کو رد کر دیا اور لغو سمجھا اور کتاب آسترکے بھی چند بابوں کو الحاقی بتاتا اور اسکے ۱۶ بابوں میں سے اب ۹ باب اور دسویں کی بعض آیات کو مانتے ہیں اور باقی سب جعلی بتاتے ہیں ۱۲-۹-۱۰ اسکا مفصل حال ہماری کتاب عیسائیونکی دینداری کا نمونہ میں دیکھو کونسل نائیس نے جو عجیب و غریب طریقہ کتب الہامی و غیر الہامی کی شناخت کا ایجاد کیا تھا وہ بھی سننے کے لائق ہے۔

فاضل پینیس اپنی کتاب سائنوڈیکن میں لکھتا ہے۔ کہ جب بہت سی انجیلیں اکٹھی ہو گئیں تو اس کونسل نے انکے الہامی اور غیر الہامی ہونے کے لئے یہہ تصفیہ کیا۔ کہ گرجا میں بیز کے نیچے کل کتابیں گڈ مڈ کرکے رکھ دی جائیں۔ اور تمام بشپ اس طرح دعا کریں کہ اے خداوند! جو کتابیں الہامی ہیں۔ وہ میز پر چڑھ جائیں۔ اور جو غیر الہامی ہیں نیچے پڑی رہیں اور اسی کے موافق واقع ہوا۔

ڈرائیبطلس انزیلیٹ صفحہ ۱۵ ۲ جلد ۲ مطبوعہ نیویارک ۱۸۷۷ء مولفہ ایچ۔ پی۔ بلاوسٹکی۔

دیکھا جو دعا کے موافق وہ ٹھیک ہے
ٹھیرایا اُس کو پوچ جو حسب ہوا نہیں
تحریف[۱] تب سے جاری ہو اسمیں بھی دائمًا
محفوظ اُس کتاب کو بھی پھر رکھا نہیں
بازار جعل سازی کا گرم اب تلک
ہے کون جعل تم نے جو اس میں کیا نہیں
عیسائیو تمہاری وہاں ہوگی کیا نجات
جب اصل یہ تمہاری کتاب خدا نہیں

[۱] ہارن صاحب مفسر اپنی تفسیر کی جلد ۴ میں لکھتے ہیں کہ تیسرا سبب اختلاف عبارت کا ایسی خرابیاں یا تبدیلیاں ہیں جو کسی فرقہ کی مطلب براری کے لئے دانستہ کی گئی ہیں خواہ وہ فرقہ درست مذہب رکھتا ہو یا بدعتی ۔
یہہ بات محقق ہے کہ ان لوگوں نے بھی جو دیندار کہلاتے ہیں ۔ قصداً بعض خرابیاں یا تبدیلیاں اس دور اندیشی سے کیں کہ جو مسئلہ تسلیم کیا گیا ہے اسکو تائید ہو یا جو اعتراض اس مسئلہ پر ہوتا ہو وہ نہ ہو سکے انتہیٰ ۔ ۔ ۔ ان خرابیوں اور تبدیلیوں سے ایک یہہ ہے کہ کسی تثلیث کرنے نامہ اول یوحنا باب ۵ ۔ ۷ میں یہہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس اور یہہ تینوں ایک ہیں ۔ الخ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھو کسی دیندار صاحب نے کسقدر چالاکی کی ہے کہ صریحًا تثلیث کا عقیدہ انجیل میں داخل کر دیا ۔ مفصل دیکھو عیسائیوں کی دینداری کا نمونہ ۔

گھر فاری کا ہے نہ نجات اسے کر سمجھو
گر قوت الہی - اُس پہ دعوی روا نہیں
منہ دھو رکھو نجات سے گھر ہے تمہارا نار
کہتا ہوں صاف صاف شک اس میں ذرا نہیں

کنت وجہ کا ذکر

انجیل[1] جو ہے متی سے منسوب کی گئی
متی کی ہو ہی سکتی کبھی مطلقاً نہیں

[1] فاسس جو چوتھی صدی کا تھا - لکھتا ہے کہ انجیل متی جو متی کی طرف منسوب ہے اسکی تصنیف نہیں و علیٰ ہذا اور کئی علماء کی بھی یہی رائے ہے (ہدایت المسلمین صفحہ ۵۱) پادری عماد الدین کا ان لوگوں کو غیر معتبر لکھنا بالکل غلط ہے - مارٹین لوتھر سوائے انجیل یوحنا کے تینوں انجیلوں کو جھوٹا اور نامہ یعقوب کو گھاس پھوس بتاتے تھے (لوتھر کی کتاب جلد ۱۲ - مرآت الصدق مطبوعہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۹۲ ٭

ہاٹین صاحب اپنی کتاب تذکرہ مسیح ۳ صفحہ ۶ میں لکھتے ہیں - کہ ان اناجیل اربعہ کی شرح اور ان کے صحیح ہونے سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ یہ انکی تصنیف سے ہیں بلکہ قدیم علماء عیسائی نے ان آیات کو ان حواریین سے مروی سمجھا ہے - انتہیٰ ملخصاً ٭

سلے متی کا نام اُس میں خلاف محاورہ
جیسا لکھ رکھا ہے متی کی کہنا روا نہیں

۱۵ دیکھو متی ۹ باب ۹ - پھر جب یسوع وہاں سے آگے بڑھا تو متی نامی ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اُسے کہا میرے پیچھے آ - وہ اُٹھ کے اسکے پیچھے چلا - اس آیت میں متی نامی ایک شخص کے الفاظ صریح الدلالت ہیں - اسپر کہ متی اس کتاب کا مصنف ہرگز نہیں ہے ورنہ وہ اس طرح لکھتا کہ مجھ متی کو دیکھا - جیسا کہ محاورہ ہے نہ کہ متی نامی ایک شخص کو جو بالکل ایک اجنبی آدمی کے لئے طرز بیان ہے -

پھر متی ۱۲ باب ۱۰ - ۲ میں دیکھو -

تب یسوع نے اُن سے کہا پھر اُنہوں نے اپنے دل میں گمان کرکے کہا پھر اُن سے اور اُنہوں نے کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ متی کی تصنیف سے ہرگز نہیں - اگر اسکی تصنیف ہوتی تو وہ بھی منجملہ حواریوں کے تھا اس طرح لکھتا جیسا کہ محاورہ ہے - ہم نے کہا پھر ہم نے کہا الخ غرضیکہ اس ساری انجیل میں کہیں متی کا لفظ اس طرح مندرج نہیں جس سے ثابت ہو کہ اسکی تصنیف سے ہے -

عیسائی لوگ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اُس زمانہ کا محاورہ ہی ایسا تھا کیونکہ مکاشفات یوحنا اور ناجیات وغیرہ میں صریحاً محاورہ کے موافق مصنفین کا نام ہے ....

انجیل[۱] جو یوحنا سے منسوب کی گئی
یہہ بات بھی درست عزیزو ذرا نہیں
اس میں[۲] ہے شاعرانہ بڑا عجب مبالغہ
کہہ سکتا اس کو کوئی کلام خدا نہیں

---

۱ انجیل یوحنا ۲۱ باب ۲۴ میں ہے یہہ وہ شاگرد ہے کہ جس نے ان کاموں کی گواہی دی اور ان باتوں کو لکھا اور ہمکو یقین ہے کہ گواہی اسکی سچی ہے پس یہہ الفاظ (وہ شاگرد اور اسکی گواہی) یوحنا کے حق میں بصیغہ غائب اور یہہ لفظ (ہمکو یقین ہے) بصیغہ متکلم انجیل میں واقع ہوئے ہیں اسبات پر صاف دلالت کرتے ہیں کہ مصنف اس انجیل کا کوئی شخص سوائے یوحنا حواری کے ہے جو گواہی کی تصدیق کر رہا ہے ورنہ وہ اس عبارت کو اپنے حق میں ہرگز نہ لکھتا ایسا ہی یوحنا ۱۹ باب ۳۵ میں ہے حالانکہ یوحنا مکاشفات میں بار بار جابجا میں مجھ یوحنا کا لفظ لکھتا ہے۔ اسٹاڈلن اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ انجیل یوحنا بلا شک اور یقیناً کسی طالب علم مدرسہ اسکندریہ کی تصنیف ہے (ہارن کی کتاب جلد ۴ مطبوعہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۲۰۵)

۲ انجیل یوحنا ۲۱ باب ۲۵ میں لکھا ہے پر اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیے اور اگر وے جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں تو دنیا میں نہ سما سکتیں۔ اب دیکھیے یہہ شاعرانہ مبالغہ ہے۔ نہ الہامی کتاب کی طرز کلام۔ مسیح نے صرف تین سال نبوت کی اور تین سال کے کام کو گو لاکھ کہے مشہور تاہم اتنے نہیں ہو سکتے کہ کتابیں جو لکھی جائیں دنیا میں نہ سمائیں۔

باقی دو ہیں جو مرقس[1] و لوقا[2] جہاں ہیں
الہام سے کوئی بہی اُنہیں مانتا نہیں

[1] روزمن مفتاح الکتاب مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶ء کے صفحہ ۱۴۲ میں لکہا ہے - کہ ایسا گمان کیا جاتا ہے کہ مرقس پطرس کی منادی سے مرید ہوا چنانچہ پطرس نے اُسکو بیٹے کا خطاب دیا (اول پطرس ۵ باب ۱۳) بہرحال پطرس حواری نہیں تہا نہ اُس نے مسیح کو کبہی دیکہا اُسکا سب عیسائیوں کو اقرار ہے اسلئے اُسکا کلام اگر سند صحیح اُس تک بہی پہنچ جائے تاہم الہامی نہیں ہو سکتا یہہ بہی ہے کہ مرقس خود رومی تہا جیسا کہ اُسکے نام سے ظاہر ہے اور اُس نے اپنی انجیل روم میں لکہی (مفتاح الکتاب صفحہ ۲۲۰) پس ممکن ہے کہ رومی زبان میں لکہی ہو جیسا کہ بڑے بڑے علماء نصاری بہی خیال کرتے ہیں پس وہ اصل رومی انجیل مرقس صفحہ دنیا سے نیست و نابود ہو گئی اور صرف اُسکا یونانی ترجمہ باقی ہے اور ترجمہ اور اصل کتاب میں جو فرق ہوتا ہے دنیا پر روشن ہے اور یہہ انجیل مرقس نے پطرس کی وفات کے بعد لکہی ہے اُسکو سنائی نہیں اُسکا بیان توجیہ جاوید صفحہ ۷۹ میں دیکہو +

[2] لوقا کی بابت مفتاح الکتاب مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶ء صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴ میں لکہا ہے لوقا کا وطن انطاکیہ تہا اور وہ پیشتر طبابت کا کام کرتا تہا بعضوں نے ایسا گمان کیا ہے کہ وہ عیسی مسیح کے ستر شاگردوں میں سے تہا - لیکن اُسکی انجیل کے دیباچہ میں اُنکا یہہ گمان نادرست معلوم ہوتا ہے - واٹسن کی چوتھی جلد رسالہ الہام (بقیہ صفحہ ۲۶۲ پر)

اعمال کو جو لوقا کی تصنیف مان لیں الہام سے کبھی اُسے کہنا روا نہیں

ہیں جو ڈاکٹر بنسن کے پارا فریز یعنی تفسیر سے لیا گیا ہے یوں لکھا ہے کہ لوقا کا الہام سے نہ لکھنا اس سے ظاہر ہے جو خود دیباچہ میں لکھتا ہے انتہیٰ یعنی اگر لوقا کو الہام ہوتا۔ تو دیباچہ کے شروع میں یہہ نہ لکھتا کہ جس طرح اُنہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے ہم سے روایت کی ہے مجھے بھی مناسب جانا کہ سب کو سرے سے صحیح طور پر دریافت کرکے تیرے لئے اے بزرگ تھیوفلس بہ ترتیب لکھوں کیونکہ الہام کے بعد روایتوں کو صحیح طور پر دریافت کرکے لکھنے کے کچھ معنے نہیں ہیں اور علماء نصاریٰ کا یہہ کہنا کہ لوقا نے یہ انجیل پولوس کو سنائی ہے بالکل غلط ہے کیونکہ اگر وہ سنا لیتا تو ضرور اپنی انجیل کے دیباچہ میں اس بات کا بھی ذکر کرتا جہاں اُسنے اعتبار پیدا کرنے کے لئے اتنی عبارت لکھی کہ خود دیکھنے والوں اور کلام کے خادموں سے تحقیق کرکے لکھا ہے۔

لہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ اعمال لوقا ضرور لوقا ہی کی تصنیف ہے اور اگر ہو بھی تو وہ بھی غیر الہامی اور نامعتبر ہے اور اس لئے اُسکے اندر جو پولوس وغیرہ کے حالات اور معجزات لکھہ رکھے ہیں وہ بھی قابل اعتبار نہیں۔ اور جب وہ قابل اعتبار نہ ہوئے تو پولوس وغیرہ کا رسول ہونا بھی ثابت نہوا۔ اور جب وہ رسول ثابت نہ ہوئے۔ تو اُن کی تحریریں آپ غیر الہامی ہوگئیں ....

لوقا نہیں ہے آپ حواری تو لا کلام
جو اُس کا ہے کلام کلامِ خدا نہیں
اُس کا کلام جب نہ کلامِ خدا ہوا
رتبہ یقین کا اُسے دینا روا نہیں
باقی جو ہیں خطوط وہ ہیں سب پرائیویٹ[له]
الہام سے کسی نے کبھی خط لکھا نہیں

له اول تو اُن خطوط کا کچھ ثبوت نہیں کہ ضرور انہوں نے ہی لکھے جن کی طرف منسوب ہیں اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تاہم الہامی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ عیسائی اس امر کے قایل ہیں کہ نبیوں کی سب تحریریں الہامی نہیں تہیں۔ دیکھو ہدایت المسلمین صفحہ ۱۲۶ میں پادری عماد الدین کا اعتراف کہ یہہ ہمارا سچا اور درست عقیدہ ہے پس جب سب تحریریں الہامی نہیں ہوتیں تو یہہ خطوط جو سینٹ پولوس وغیرہ نے لکھے ہیں کیسے الہامی اور کلام الٰہی ہو سکتے ہیں ہم نے آجتک کسی نبی کی نسبت نہیں سنا کہ اس نے چٹھیاں بہی الہامی لکہی ہوں پہر کیا یہہ الہامی کلام کی طرز ہے کہ یہہ باتیں کو خداوند نہیں بلکہ میں کہتا ہوں (۱ قرنتی ۷ باب ۱۲) اور یہہ کہ اے نادان گلتیو کس کی جادو بہری آنکہوں نے تمہیں مارا (گلتی ۳ باب ۱) اور یہہ الہام پکار رہا ہے کہ وہ لبادہ جسے میں نے ترواس میں چہوڑا لیتے آو (۲ طیمطاؤس ۴ باب ۱۳)
عبرانیوں کے نامہ کا مصنف تاحال معلوم نہیں تو بہی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۴ پر)

ہیں جو اسکا شہادات سراسر ہیں بہتانات
آپ نے کسی کی وہ تو سمجھ میں ذرا نہیں

اسکو الہامی کتب میں عزیز کہا ہے چنانچہ اس خط کے اوپر اسکو اسکی مصنف کا نام درج نہیں
صرف اسیقدر لکھا ہے۔ جیسا انجیل کا خلاصہ یوسی بیوس مورخ اپنی تاریخ کی
چھٹی کتاب کی پچیسویں باب میں نقل کرتا ہے کہ اریجن نے پانچویں باب شرح انجیل یوحنا
میں لکھا ہے کہ پولوس نے تمام گرجوں کو کچھ لکھکر نہیں بھیجا اگر بعض کو جو لکھا تو بھی دو چار
سطر عبارت۔۔

وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ میں لکھتا ہے کہ ڈنگلیس اسے اوپر پروٹسٹنٹ کہتے ہیں
کہ نامجات میں سب کلام پاک نہیں اور چند جزوں میں اسکی غلطی کی ہے سب سے عجیب
اور قابل غور بات یہ ہے کہ اعمال ۱۳ باب سے ۲۸ باب تک میں پولوس رسول کے سب
احوال و اعمال کی خبر ہے لیکن پولوس کا وہ سب حال جو پولوس کے خطوں میں مندرج ہو بلکہ
اُن خطوط کو لکھنے کا بھی ذکر ہی تاکہ معلوم ہو کہ وہ سب خطوط پولوس ہی کے لکھے ہیں کتاب اعمال
سے ثابت نہیں ہے مثلاً انطاکیہ میں اسکا پطرس سے مباحثہ۔ اسکی منادی المرقوم میں
وغیرہ وغیرہ ×

لے یوسی بیوس مورخ اپنی تاریخ کی ساتویں جلد کے ۲۵ باب میں لکھتا ہے کہ ڈیونیسیس
کہتا ہے کہ بعض نے ہم سے پہلے تمام کتاب مشاہدات کو علیحدہ کر دیا اور اُس کے
رد میں کوشش کی ہے کہ یہ سب بے معنے اور بے عقلی (بقیہ حاشیہ ۲۶۵ صفحہ پر

کہتے ہو کس زبان سے ہے تحریف یہہ کتاب
لاؤدیقیہ کے خط کا نام بھی پتا نہیں

اور یہہ ہماری جناب جہالت کا اثر تھے۔ چنانچہ اُس کے مضامین سے خود ظاہر
ہے بطور نمونہ دیکھو مکاشفات یوحنا ۱۲ باب میں ہے اور بڑا نشان آسمان پر نظر آیا
ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوئے اور چاند اُس کے پاؤں تلے اور اُس کے سر پر بارہ ستاروں کا
تاج (۲) وہ عورت حاملہ تھی اور درد سے چلاتی اور تڑپتی تھی۔ معلوم نہیں کہ وہ عورت
کون سی تھی جو آسمان پر چلی گئی اور سورج کو سر پر اوڑھے تھی اور یہہ حمل کس کا تھا جس
نے آسمان پر جا کر ایسی بہادری کی۔ یا روح القدس کی عنایت ہوئی یا کسی فرشتہ کی تخم ریزی
کا نتیجہ تھا۔ غرضکہ ساری کتاب میں ایسے ہی خیالات بیہودہ بھرے ہیں جن کی اوٹ پٹانگ
تفسیریں کی جاتی ہیں ۔

(۱) کلسیوں کے ۴ باب ۱۶ میں ہے جب یہہ خط تم میں پڑھا جاوے تو ایسا کرو کہ لاؤدیقیہ کی
کلیسیا میں بھی پڑھا جاوے۔ اور لاودیقیوں کا خط تم بھی پڑھو۔ لیکن یہہ لاؤدیقیوں کا خط جو
خدا جانے کس قدر ضروری تھا جس کی پڑھنے سے پولس مقدس نے تاکید کی
مجموعہ عہد جدید میں شامل نہیں ہے ۔ قرنتی ۱ باب ۹ میں ہے کہ میں نے خط میں تم کو
لکھا۔ کہ تم حرام کاروں میں مت ملو۔ یہہ خط بھی انجیل سے غائب ہے اور
افسیوں کے نام کا پہلا خط جس کا ذکر افسیوں کے ۳ و ۴ میں ہے وہ بھی اس مجموعہ
انجیل میں شامل نہیں ۔

داخل ہوئی[۱] جو آیت تثلیث بعد ہیں
قائم بہ اصل پھر اُسے کہنا روا نہیں

تحریر سب جو نبیوں کی الہام سے نہیں
انجیل بھی تمام کلام خدا نہیں

ایمان حواریوں کا جو ثابت نہیں ہے کچھ
لکھنے کا اعتبار بھی اُن کے ذرا نہیں

عیسائیو تمہاری ہے انجیل کا یہ حال
فکرِ نجات اس پہ تمہیں مطلقاً نہیں

افسوس زندگی کو یہ برباد کر رہے
کچھ تم کو خوف مالکِ روزِ جزا نہیں

سر پہ اجل کھڑی ہے کہاں تک یہ مکر و جعل
اللہ سے تم ڈرو کہ ہمیشہ بقا نہیں

---

[۱] تین ہیں جو آسمان پر ہیں - باپ بیٹا روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں (نامہ اول یوحنا ۵ باب ۷) یہ الفاظ کسی قدیم نسخہ میں نہیں ملتے کسی تثلیث گر نے داخل کر دیئے -

بقیہ ربہارک

اور یہہ جو پادری عماد الدین کہتے ہین کہ مسلمان لوگ
آن حضرت م کی تواریخ صرف قرآن سے بیان نہیں کرسکتے
ہم لوگ کلام الٰہی سے بیان کرسکتے ہین -

اگر پادری عماد الدین کو شرم ہو - تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرے
ہم لوگ اگر احادیث نبویہ سے بالکل قطع نظر کریں تو صرف
قرآن شریف سے آنحضرت م کی ضروری سوانح عمری مفصل
بیان کرسکتے ہیں - جس سے آنحضرت صلعم کی نبوت آفتاب
نصف النہار سے واضح تر دنیا پر ثابت کرسکتے ہیں - سارا
قرآن شریف آنحضرت م کی حالات زندگی ہو بہو ہے - جس کو
مورخانہ طور پر بھی علماء نصاری اور غیر قومیں دنیا بھر کی
کتابوں سے بڑھ کر قابل اعتبار سمجھ سکتے ہیں -

لیکن عیسائیوں کا حال بہت برا ہے - کہ کوئی کتاب حضرت
عیسیٰ ع کی تصنیف یا ان کے وقت کی ان کے پاس ہرگز
نہیں ہے - جس سے حضرت مسیح ع کے حالات مثل سرور کائنات

کے واقعات کے یقینی اور قطعی طور پر قابل وثوق معلوم ہو سکیں
ہمارے رسول کریم صلعم دنیا میں ایک الہی کتاب چھوڑ گئے
ہیں۔ جو ہم لوگوں کو آنحضرت صلعم کے مفصل حالات کے
دریافت اُن کی نبوت و رسالت کے ثبوت۔ تمام امور معاش
و معاد کے لئے کافی و مکتفی ہے (حسبنا کتاب اللہ)۔
قرآن شریف ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا کوڈ ہے جس کی نسبت
مسٹر گبن جیسا اول درجہ کا مورخ قائل ہے کہ وہ اوقیانوس
سے گنگا تک مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔ یہہ نہیں۔ کہ اس میں
صرف فقہی مسایل ہوں۔ بلکہ قوانین دیوانی و فوجداری اور
اور مضامین بھی اس میں درج ہیں الخ
لیکن عیسائیوں کے پاس ایک جزو کی کتاب بھی نہیں۔
جو حضرت مسیح ؑ پر نازل ہوئی ہو۔ یا اُنہوں نے خود تصنیف
کرکے چھوڑی ہو۔ اور ان اناجیل اربعہ پر جو پانی پتی صاحب
بھروسا کرتے ہیں یہہ اُن کی سخت غلطی ہے۔ یہہ انجیلیں
تو مسلمانوں کی حدیثوں کے برابر درجہ نہیں رکھتیں۔ بلکہ
احادیث اسلام کو اناجیل پر بدرجہا فضیلت ہے۔ کئی وجوہ سے۔
(۱) احادیث کا سلسلہ اسناد موجود ہے۔ لیکن ان اناجیل

کا کوئی سلسلہ اسناد موجود نہیں جس سے ثابت ہو - کہ
ضرور یہہ اناجیل حواریوں کی تصنیف سے ہیں -

(۲) عیسائیوں کے پاس ان اناجیل اربعہ کے سوائے اور
بہی کئی کتابیں انجیل کے نام سے موجود ہیں - جو اوایل زمانہ
مسیحی میں تصنیف ہوئیں - عیسائیوں کے پاس بجز غذا ومخوا
کلیسا کی تسلیم کر لینے کے اور کوئی دلیل نہیں - جس سے
ثابت ہو - کہ یہہ اناجیل اربعہ تو الہامی ہیں - اور باقی اناجیل
موضوعات کا تودۂ انبار - لیکن مسلمانوں میں موضوعات
اور صحیح احادیث کی شناخت کے لئے قواعد موجود ہیں - جن کو
عقل سلیم بلا تامل تسلیم کر سکتی ہے -

(۳) اناجیل موجودہ میں سے بہی کوئی فرقہ کسی حصہ کو
نہیں مانتا - کوئی کسی کو نہیں مانتا -

(۴) ان اناجیل میں مصنف کا نام بعینہ قاعدہ اسی
طرح مندرج ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ یہہ کتابیں
اُن حواریوں کی نہیں بلکہ اور مجہول الاسم اشخاص کی ہیں -

(۵) اہل عرب کی یادداشت اور حافظہ تمام دنیا کے نزدیک
مسلم ہے - پس اُن کی یادداشت پر بہروسا ہو سکتا ہے

لیکن حواریوں کے حافظہ اور یادداشت کے قوی ہونے کی نسبت کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔

(۵) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نہایت صادق اور امین گذرے ہیں اور اُن کی ایمانی طاقت بڑی زبردست تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے رسول کریم صلعم پر اپنی جانیں فدا کر دی ہیں اور آنحضرت صلعم کو نہ چھوڑا۔ بخلاف حواریان مسیح ؑ کے۔ پس جو کچھ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھیں گے۔ اُس میں وضع واختلاق کا دخل ہو نہیں سکتا۔ لیکن حضرت مسیح ؑ کے حواری ایمانی طاقت میں نہایت کمزور اور بڑے ضعیف الایمان جابجا غلطیاں اور ٹھوکریں کھانے والے تھے۔ پس اُن کی باتوں کا چنداں اعتبار نہیں ہو سکتا۔

(۶) انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح ؑ کے حواری نہایت کم فہم تھے۔ حضرت مسیح ؑ تمثیلوں سے اُن کو سمجھایا کرتے تاہم اُن کے فہم شریف میں بہت کم آیا کرتا۔ پس جو لوگ ایسے کم فہم ہوں اُن کی تحریر قابل اعتماد نہیں ہو سکتی۔

(۸) انجیل کی نسبت نامہ وغیرہ میں فاش غلطیاں ہیں جن کو

علماء نصاریٰ خود تسلیم کرتے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے
کہ باقی واقعات کی تحریر میں انہوں نے غلطیاں نہ کی ہوں گی

(۹) ان اناجیل میں کئی جگہ شدید اختلافات ہیں۔ جنکا ہرگز
تطابق نہیں ہوسکتا۔ پس ان کا الہامی ہونا تو ایک طرف رہ
گیا۔ ان کو معمولی واقعات کے لئے بھی قابل احتجاج نہیں سمجھ
سکتے۔ بخلاف اس کے ایک طبقہ کی دو حدیثوں میں مطلق
اختلاف نہیں ہے۔ جس سے اظہر من الشمس ہے کہ احادیث
کا درجہ اناجیل سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔

(۱۰) مسیح ؑ کے احوال و اقوال کے ناقل مریم اور یوسف نجار
اور شاگردان مسیح ؑ تھے۔ پس ان کی شہادت مسیح کے بارہ
میں چنداں اعتبار نہیں رکھتی۔

(۱۱) مسیح ؑ کے حواری صرف بہ طمع دنیاوی ایمان لائے ہوئے
تھے۔ یعنی ان کو امید تھی۔ کہ مسیح ؑ موعود ہی ہیں۔ جو عنقریب
ساری دنیا کے بادشاہ ہوں گے۔ تو ہم اسوقت بارہ تختوں
پر بیٹھ کر حکومت کریں گے۔ اور بادشاہت سے حصہ لیں گے
پس اس لالچ سے حضرت مسیح ؑ کی تعریف میں طومار کے طومار
باندھ دیئے۔ اور ایک بندہ بشر کو خدا بنا دکھایا۔ بقول

شخصے۔ کہ پیراں نمے پرند۔ مریداں مے پرانند۔

(۱۲) ان اناجیل کے مطالب و مقاصد کتب سابقہ اور قانون قدرت سے صریحاً برخلاف ہیں۔ پس یہ ہرگز قابل اعتقاد نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد صفحہ ۱۰ میں پانی پتی صاحب فرماتے ہیں کہ اُس کے سوائے یہ سب محدث لوگ الہامی شخص بھی نہ تھے۔ اگر نبی ہوتے۔ تو الہام کے ہی بھروسے پر اُن کی بات مقبول ہوتی

حاشیہ چنانچہ کتب سابقہ میں تثلیث کا کہیں اشارہ تک نہیں۔ نہ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی نے تثلیث کی تعلیم دی نہ اہل یہود جو توریت کے عامل اور وارث کتاب ہیں تثلیث کے قایل ہیں۔ مگر انجیل میں عہد عتیق کے برخلاف خدا کی ذات وحدت میں تثلیث قایم کر دی ہے۔

پھر قانون فطرت چاہتا ہے۔ کہ بُرائی کا بدلہ برائی ملے۔ اور نیکی کا بدلہ نیکی۔ اور یہی کتب سابقہ میں تھا اور یہی عقل بھی چاہتی ہے۔ لیکن انجیل کے رو سے نیکی اور بدی کا کچھ پھل مل نہیں سکتا۔ اعمال صالحہ فضول۔ بدی معاف۔ مفت میں نجات۔ اور سب لغویات بھر رکھے ہیں۔ جن کو عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔ فتفکروا یا اولی الالباب ۔

پادری صاحب کو یہہ بات لکھتے شرم تو نہ آئی ہوگی۔ حضرت لوقا اور مرقس کب الہامی شخص تھے۔ جن کی کتابیں آپ لوگوں نے عہد جدید میں جز رکھی ہیں۔ پس انہوں نے جو حالات باقی انجیل نویسوں سے زاید لکھے ہیں۔ اُن کو آپ کس طرح معتبر قرار دیتے ہیں؟ پھر متی اور یوحنا بھی ہرگز نہ رسول ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور نہ اُن کی کتابیں بسند صحیح اُن تک پہونچتی ہیں۔ نہ طرز تحریر سے اُن کی تصنیف معلوم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے۔ پھر ان حواریوں کے ایمان کی کمزوری سمجھ کی کمی سے بے وقعتی۔ اور کم مائیگی ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اُن کی تحریر کا کچھ بھی لحاظ کیا جاوے۔

اور یہہ جو آپ لکھتے ہیں۔ کہ عیسائی مذہب کی بنیاد صرف ایک کتاب ہے یعنی بائیبل جس مین ۶۶ کتابین درج ہین وہ سب کتابین رسولون اور پیغمبرون نے اپنے ہاتھ سے قلم اٹھا کر لکھیں اور اپنے جیتے جی ان کو رواج دیا ہے الخ۔

شاید آپ کو خواب میں وہ یہہ کہہ گئے ہوں گے۔ کہ اُن

کتابوں کو ہم نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔ ورنہ ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ یہہ کتابیں ہرگز اُن شخصوں کی تصنیف نہیں ہیں۔ جن کی طرف منسوب ہیں۔ چنانچہ دشمنوں اور دوستوں کا اسپر اتفاق ہے۔

کتاب استثنا ۳۴ باب میں جو حضرت موسیٰؑ کی وفات کا ذکر ہے۔ شاید حضرت موسیٰؑ دوبارہ جنم لیکر اپنی وفات کا حال اپنے ہاتھ سے لکھ گئے ہونگے۔

پھر کتاب خروج ۱۶ باب ۳۴ میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل جب تک کہ وے کنعان میں آئے منّ کھاتے رہے انتہیٰ حالانکہ حضرت موسیٰؑ بالاتفاق از روئے اسی کتاب کے بنی اسرائیل کے کنعان میں پہونچنے سے پیشتر وفات پاچکے تھے۔

پس اگر حضرت موسیٰؑ اس کتاب کو اپنے ہاتھ سے قلم اُٹھاکر لکھتے۔ تو اس میں کبھی ایسا ذکر مندرج نہ ہوتا۔ جو ان کی وفات سے بعد کا ہے۔ ایسا ہی کتاب شمار ۳۲ باب ۴۱۔ اور استثنا ۳ باب ۱۴۔ اس میں اُن شخصوں کا نام موجود ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ کے بعد ہوئے۔ اور

نہ صرف حضرت موسیٰؑ کی کتابوں میں بلکہ قریباً تمام کتب بائبل کا یہی حال ہے۔ کہ ہرگز کوئی کتاب قطعی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ کہ جس شخص کی طرف منسوب ہے۔ ضرور اسیکی تصنیف سے ہے۔ چنانچہ تمام عیسائی لوگ اس بات کو مان کر مجبوراً قایل ہو گئے ہیں۔ کہ گمان غالب ہے۔ کہ شاید فلان شخص نے ترمیم کی ہو۔ یا فلان شخص نے اصلاح کی ہو۔ پس پادری عمادالدین صاحب کا یہہ کہنا کہ ہماری یہ کتابیں رسولوں اور پیغمبروں نے اپنے ہاتھ سے قلم اٹھا کر لکھی ہیں۔ جو ہم کو دست بدست پہونچیں۔ معلوم نہیں۔ کہ وہ ایسا خواب میں کہہ رہے ہیں۔ یا بیداری میں ؟

اگر بائبل کے ایمان کی کتابیں رسولوں اور پیغمبروں نے اپنے ہاتھ سے قلم اٹھا کر لکھی ہوتیں۔ اور روح القدس کی مدد رسولوں کے شامل حال ہوتی۔ تو عیسائیوں کو بائبل کی نسبت اپنا عقیدہ اس طرح چھپوا کر کیوں مشتہر کرنا پڑتا ؟۔ مشہور مقولہ ہے۔ کہ بائبل خدا کا کلام ہے۔ لیکن بائبل ساری خدا کا کلام نہیں۔ جو لوگ اس حال کو قبول کرتے ہیں۔ وہ

کہتے ہیں۔ کہ پاک نوشتوں میں الہٰی الہام کا بیان ہے اور
اُن کے مصنف روح القدس سے ملہم ہوئے۔ لیکن اُن کا
الہام صرف تعلیم تہذیب[1] خصوصاً ایمان کی باتیں درج
کرنے میں تھا۔ وہ ضروری نہیں سمجھتے۔ کہ بائبل کا ہر ایک بیان
ہر ایک عبارت۔ اور الفاظ کو الہامی سمجھا جائے وہ یقین
نہیں کرتے۔ کہ ہم پر فرض ہے کہ ہم بائبل کی ہر ایک علمی
بیان کو سچا اور صحیح تصور کریں۔ اُن کے خیال کے مطابق
یہہ ہو سکتا ہے۔ کہ موسیٰ ؑ وغیرہ نے غلطیاں کی ہوں۔ انتہی
ملخصاً (نور افشاں لودیانہ مطبوعہ ۲۲ جولائی ۱۸۸۰ء نمبر ۳۰
جلد ۹ صفحہ ۲۳۸)۔
یہہ رائے ہے علماء نصاریٰ کی جو انہوں نے مجبور ہو کر
بائبل کی نسبت قرار دی۔ لیکن ہمارے نزدیک اس امر کا
قائل ہونا بہت آسان تھا۔ کہ یہہ کتابیں ہی اُن رسولوں
کی تصنیف نہیں۔ جن کی طرف منسوب ہیں۔ بہ نسبت اس کے

---

[1] پیارا صاحب! اب تعلیم و تہذیب کے سوائے باقی باتوں کا کیا اعتبار رہا۔
جو مصنفوں کا جی چاہا رطب و یابس ٹانک دیا۔

کہ ان رسولوں کو روح القدس سے مستفیض سمجھکر پھر غلطی کے وقوع کا امکان اُن کی نسبت تجویز کیا جائے۔ ہمارے خیال میں ہرگز الہامی کلام میں غلطی کا وقوع ممکن ہی نہیں اگر الہی الہام میں بھی اغلاط کا وقوع مان لیا جائے۔ تو پھر دنیا میں کس کلام پر اعتبار ہو سکتا ہے؟

پس جبکہ عیسائیوں کو اپنی ایمان کی کتابوں میں غلطیوں کا اقرار کرنا پڑا تو سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں۔ کہ یہہ کتابیں ہی ہرگز رسولوں اور پیغمبروں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ پس ہرگاہ کہ عیسائی مذہب کی بنیاد دوسری کتابوں کا یہہ حال ہے۔ اور اسکی نسبت علماء نصارا کا یہہ خیال ہے۔ تو اب پادری صاحب خود ہی فیصلہ کرلیں کہ اُن کے ایمان کی بنیاد ریت پر تا ہم ہے یا نہیں؟۔

ہم اپنے محدثین کو بھی تو بلاشبہ نہیں کہتے۔ لیکن اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں۔ کہ متی اور مرقس اور لوقا وغیرہ سے بدرجہا معتبر اور اعلے درجہ کے سچ بولنے والے اور خاندانی اور شریف آدمی تھے۔ اور اُن کی کتابیں بسند متصل اُن تک پہونچتی ہیں۔ اور اُن کتابوں میں جو احادیث انہوں نے

مروی کی ہیں۔ وہ بھی کامل اور متصل سلسلہ اسناد کے ساتھ
آنحضرت صلعم اور صحابہ رضہ تک جا پہنچتی ہیں۔ اور دنیا میں ہرگز
کوئی کتاب اُن کے برابر اعتبار نہیں رکھتی۔ چنانچہ اس
امر کی نسبت کہ جامعین احادیث اپنے کام میں راستبازی و
دیانت دار تھے۔ ہم ولیم میور صاحب وغیرہ کا قول
بھی پیچھے درج کر چکے۔ پھر ہم یہہ بھی لکھ چکے۔ کہ یہہ محدثین
اپنے راویوں کے پرکھنے اور احادیث کے جانچنے میں اس قدر
سعی کرتے تھے کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اور علم اسماء
الرجال کی فضیلت وغیرہ کی بات بھی بیان کر چکے۔ برخلاف
اس کے انجیل کے مصنفین کا حال بھی کسی قدر بیان کر چکے
یہہ بھی ذکر کر چکے۔ کہ اناجیل کی طرز تحریر سے ہرگز معلوم نہیں
ہوتا۔ کہ اُن شخصوں کی تصنیف ہیں جن کی طرف یہہ اناجیل
منسوب ہیں۔ پھر اُن کا متصل سلسلہ اسناد بھی ہرگز
پایا نہیں جاتا۔ اُن کے مصنفین کی کمزوری ایمان (دیکھو فصل ۲
باب ۱۴ (متی ۱۶ باب ۲۳) اور بے سمجھی اور کم مائیگی کا حال
بھی کسی قدر بیان کر چکے۔ اب پادری عماد الدین صاحب
خود یہہ سمجھ لیں کہ اس کارخانہ اور اس کارخانہ کی بنیاد کے

کس قدر فرق ہے ؟ -
افسوس ہے کہ پادری عماد الدین صاحب اس بات کو بھی بھول گئے ہیں کہ دنیا کی تواریخ کا منفصل سلسلہ چلتا ہی اہل اسلام سے ہے - ہندوستان تو کیا ساری دنیا میں کوئی ملک بھی نہیں جس کی تواریخ مسلمانوں کے وجود سے پیشتر مسلسل پائی جاتی ہو - خود عرب کی قدیم تواریخ یعنی جو آنحضرت صلعم سے پیشتر کے واقعات ہیں - وہ بھی اور اقوام کی طرح محض افسانہ و حکایات ہی ہیں - مگر آنحضرت صم کے وجود مبارک نے دنیا کے تواریخی سلسلہ میں ایک عجیب انقلاب پیدا کر دیا حضرت صم ہی کے وجود مقدس سے دنیا کو واقعات عالم کے صحیح صحیح لکھنے - اور علم تواریخ صحیح اصول پر قایم کرنے کا خیال پیدا ہوا - ورنہ ساری دنیا کی تواریخ ایسا دھندلی اور ظلمانی حالت میں تھی -
اور اس کی وجہ یہ ہے - کہ اہل اسلام کو آنحضرت صم کے جزوی جزوی حالات مقدسہ کے دریافت کرنیکا دلی شوق تھا - پس جب کہ انہوں نے نہایت تحقیق و تنقید سے ثقات - رواۃ سے آنحضرت صم کا حال دریافت کرکے

لکھ لیا۔ اور آپ کے کلام فیض التیام کو سربسر جمع کر لیا۔ تو
یہیں سے سلسلہ تواریخ کو آگے متصل اور متواتر قایم رکھنے
کی بنیاد پڑ گئی اور اُس وقت سے جہاں جہاں مسلمانون کا
قدم پڑا۔ وہاں کے جزوی و کلی حالات اُنہوں نے لکھ لیئے
اور مسلمانوں کو دیکھ کر باقی اقوام کو بھی سلسلہ تواریخ
کے قایم کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔ اور علم تواریخ اس
کاملیت کے درجہ کو پہونچ گیا۔ جس پر کہ وہ اب ہے۔

چنانچہ مشہور مورخ لیتھرج صاحب اپنی مختصر تواریخ
ہند کے صفحہ ۴۴ میں مسلمانوں کے حالات بیان کرنے سے
پیشتر لکھتے ہیں۔ کہ

اب ہم تاریخ ہند کے اُس زمانہ میں پہونچے ہیں جس
میں مسلمانوں نے ہند پر حملے کر کے اُسکو فتح کرنا شروع کیا
اُس زمانہ سے تاریخ برابر مفصل اور واضح پائی جاتی ہے
کیونکہ مسلمانوں کو علم صحیح و تواریخ کا ہمیشہ سے شوق
رہا ہے۔ اور ہر عہد کے اندر اُن میں کوئی نہ کوئی ایسا
شخص نکل آیا تھا۔ جو اپنے زمانہ کے واقعات کو قلم بند کر کے
تاریخ کا سلسلہ قایم رکھتا تھا۔ انتہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۴۳ میں مسلمانوں کے علم ادب کے بیان میں لکھا ہے۔ کہ ہند کی تصانیف میں مسلمانوں کے حملے کے بعد ایک عجیب تغیر و تبدل دیکھنے میں آتا ہے یعنی اس سے پہلے تو ہند میں کتب تواریخ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مگر مسلمانوں کے حملے کے بعد تاریخ کی کتابیں کثرت سے اور بہت عمدہ عمدہ تصنیف ہو گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کتب تاریخ کی تصنیف کا شوق ہند کے مسلمانوں میں اہل عرب سے آیا تھا۔ اور اہل عرب کی یہ کیفیت ہے۔ کہ جس وقت یورپ میں زمانہ جہالت و تاریکی ختم ہونے پر آیا اس وقت دنیا میں یہی قوم علم کی تلاش و تحقیق میں خاص کر سرگرم تھی۔ اور علم ادب کی کتابیں تو اس سے بھی بہت پہلے عربی میں عمدہ عمدہ لکھی جا چکی تھیں۔ غرض ہند کے فارسی علم ادب کو عرب کے چشمہ علم و فضل سے بڑا فیض پہنچا۔ انتہے۔

یہ بھی ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ اور مخدوم ہیمنت لزوم کی ایک اعلے درجہ کی برکت سمجھنی چاہئے کہ ان کے وجود مبارک سے ایک ایسا

فن جس سے بڑھکر دنیا کے لئے کوئی زیادہ ضروری فن نہیں
صحیح اصول پر مبنی اور تواریخ کا سلسلہ متصل قائم ہوا -
بات یہ ہے کہ چونکہ پروردگار عالمین کو آنحضرت صلعم کا
دین مبارک قیامت تک قائم رکھنا منظور تھا - اس لئے آپ
کے صحابہ رضو اور اُمت کو علم تواریخ کے صحیح اصول پر
قائم کرنے اور متواتر سلسلہ جاری رکھنے کا شوق دل
میں ڈال دیا تاکہ آپ کے زمانہ کے واقعات اور احادیث
قید سماعت میں کبھی کسی نوع پر شک و شبہ کی گنجائش
تک نہ رہے اور یہ بھی آپ کے دین متین کے وجوہ
بے نظیری میں سے ایک بڑی وجہ ہے - ذالک فضل اللہ
یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ؕ

برخلاف اس کے حضرت مسیح ؑ کا دین چونکہ ہمیشہ
کو ہمیشہ کے لیے رکھنا منظور نہیں تھا - اس لئے ان کے
زمانہ کی تواریخ اور واقعات میں سخت درجہ کا اختلاف
اور گڑبڑ پڑ گیا - اول تو اس انجیل کا پتہ نہیں لگتا - جو
خود حضرت مسیح پر نازل ہوئی تھی - اور جس کا پتہ اناجیل
مروجہ سے ملتا ہے - پھر جب عیسائیوں پر قسم قسم کی سختیاں

اور حوادث پیش آنے کی وجہ سے انہیں حادثات میں اصل
انجیل جاتی رہی[1]۔ تو عیسائیوں کو فکر پڑ گیا۔ کہ اب اصل انجیل
تو جاتی رہی۔ اور لوگوں کو کونسی کتاب دکھائیں۔ اور کس طرح
راہ پر لادیں تو پھر لگیں بے شمار جعلی اناجیل تالیف ہونے
چنانچہ بیسیوں انجیلیں تالیف ہوئیں۔ جن میں کسی قدر تو
حضرت مسیح کے اصلی حالات و منقولات تھے۔ جو اُن کو
زبانی یاد رہ گئی۔ باقی سنی سنائی باتیں درج کر کے
حواریوں کی طرف منسوب کر دی گئیں۔ پھر کسی زمانہ
میں کسی قدر تعداد صحیح باقی گئی۔ کسی زمانہ میں کسی قدر
گھٹتے ایسے کہ جوڑتے ہوا سے۔ پر گھٹتے گھٹاتے اس آخری
زمانہ میں چار اناجیل اور چند نامجات پر اتفاق کیا گیا۔ اور
اُن میں بھی اس قدر غلطیاں اور باہمی اختلافات شیرہیں

[1] اصل انجیل کے کھوئے جانے کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ لوگوں نے اضطراب کی حالت میں بہت سی جعلی انجیلیں تالیف کیں۔ اگر اصل انجیل دنیا میں موجود رہتی۔ تو جعلی اناجیل بنانے کی ضرورت کیا تھی۔؟ اور ان اناجیل کو کوئی کیسے مان سکتا تھا۔

کہ عقل سلیم پر فوراً اُن کا حیل کھل جاتا ہے۔ چنانچہ خود
عیسائیوں کو بھی چار و ناچار اصل بات کی طرف آنا پڑا۔
اور کسی قدر حصہ اُن کا الہامی اور کسی قدر غیر الہامی ماننا
پڑا۔ جیسا کہ واقع میں وہ ہیں۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

اور وہ جو پادری عماد الدین صاحب اپنی تواریخ محمدی کے
صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں۔ کہ محمدی رسالت کا ثبوت جس کا
ذمہ دار حقیقت میں قرآن کو ہونا لازم تھا۔ اور
وہ اپنے اندر نہیں رکھتا۔ اس کے ذمہ دار محدث
لوگ ہی بنے ہیں اور اُس کی نبوت کے ثبوت کے
دلائل انہی حدیثوں میں ایک مدت مدید
کے بعد انہوں نے قلمبند کئے ہیں الخ۔

حضرت سلامت اول تو ہم آپ کو صاف صاف کہتے ہیں
کہ آنحضرت صلعم کی نبوت اثبات کرنے کے لئے کسی بیرونی شہادت
اور ایک بھی حدیث کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف قرآن
شریف سے آنحضرت صلعم کی مفصل سوانح عمری اور ہزارہا
دلائل نبوت ثابت ہو رہے ہیں۔ کیا ایک محض اُمّی شخص
کا تمام فصحاء عرب کی ترکی تمام کر دینا نبوت کا اعلیٰ ثبوت

نہیں ہے۔ اور پھر کیا ایک ان پڑھ آدمی کا علوم اوّلین و آخرین ایک مختصر سی کتاب میں مفصل بیان کر دینا ایک زبردست معجزہ نہیں ہے۔ بن پڑھے تمام انبیاء کے صحیح صحیح حالات جزئیات تک بتا دینا نبوت کا بڑا نشان نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی کتاب قرآن شریف سے کسی صداقت کا باہر نہ رہ جانا خارق عادت نہیں ہے۔ اپنی کامیابی و نصرت اور دشمنوں کی شکست و ہزیمت پر ہزارہا پیش گوئیاں کرنا فوق العادہ امر نہیں ہے۔ وعدہ کی زمین کے ملنے اور صحابہ رضؓ کے استخلاف فی الارض وغیرہ کی پیشین گوئی کرنا رسالت کی آیت بیّن نہیں ہے۔

قرآن شریف سارا ہی سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا نشان ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن شریف کے ہر ہر فقرہ کو اللہ تعالےٰ نے **آیت** کے نام سے موسوم کیا ہے۔ قرآن شریف کی ساری آیتیں آنحضرتؐ کی نبوت کی آیات بینات ہیں؟ کیوں؟ ایک اُمی شخص سے ایسا خارق عادت کلام نبوت کا نشان نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے؟۔

پھر جو کچھ محدثین نے بیان کیا ہے؟ ایسے اعلیٰ اور عمدہ اصول پر انہوں نے اپنی تحریرات کو لکھا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی احتیاط کا رستہ انسان کے لئے ہے ہی نہیں مسٹر لوقا کی مانند نہیں کہ ادھر ادھر سے چند رطب یابس واقعات سن سنا کر کسی خاص شخص (تھیوفلس وغیرہ) کے لئے لکھ دیئے۔ محدثین نے تحریر احادیث میں اس قدر محنت اور جانفشانی۔ تحقیق اور تدقیق۔ تنقیح اور تنقید کی ہے کہ کسی انسان کو ان کی تحریر سے بڑھ کر کوئی قابل اعتماد تحریر مل ہی نہیں سکتی۔ انہوں نے اپنی عمریں ہی اس کام میں بسر کر دیں۔ ساری عمر ان کی تحقیق و تنقید میں گذری۔ راویوں کے حالات کی دریافت اور جانچ پڑتال میں سفر کی صعوبتیں اٹھائیں۔ ہزارہا مشقتیں جھیلیں تب کتب احادیث کو جمع کیا۔ جس کی خوبی کی نسبت ہم پیچھے علماء نصاریٰ کے اقوال بھی مندرج کر چکے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ان احادیث سے بڑھ کر کسی منصف مزاج کے لئے اور کونسی تحریر قابل اعتماد ہو سکتی ہے؟۔

اگر اس تحریر سے پادری عماد الدین صاحب کا یہ خیال ہے

کہ کمال تفصیل اور وضاحت کے ساتھہ بہت سے
عمدہ عمدہ اور بڑے بڑے معجزات آنحضرت صلعم کے احادیث
نبویہ میں مذکور ہیں۔ قرآن مجید میں کیوں نہیں بیان کئے گئے
تو اس کا جواب یہہ ہے کہ اگر اہل حق بہ نظر انصاف غور
فرمادیں۔ تو بیساختہ کہہ اٹھیں گے کہ بیشک قرآن مجید
میں کل معجزات کا مذکور نہ ہونا ایک بڑی مصلحت پر مبنی
ہے۔ اور اس سے یہہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس
کلام کا متکلم بڑا دانا اور علام الغیوب ہے۔

بات یہہ ہے کہ جتنے اسلام کے منکر و مخالف ہیں اُن
سب کا یہی گمان بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ قرآن مجید آنحضرت
صلعم کا کلام ہے اور اس کتاب مقدس کے آپ ہی
مصنف ہیں۔ پھر جب اُن لوگوں کا گمان ایسا ہو تو کیونکر
یہہ مناسب تھا کہ آنحضرت صلعم کے مفصل معجزات قرآن
مجید میں ذکر کئے جاتے۔ کیونکہ اس حالت میں مخالفین
کو زیادہ موجب انکار اور انکار پر اصرار ہوتا۔ جب کہ
مخالفین قرآن شریف ہی کو نہیں مانتے تو اس میں کے لکھے
ہوئے معجزات کو کیونکر مان لیتے۔

کیا اگر قرآن شریف ہی کے اندر معجزات کا ہونا ضروری ہو تو یہود
و نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کا معجزہ کیا کم ہے؟ جو اہل کتاب کے
لئے بالکل کافی ہے - پھر کیا شق القمر - معراج - حفاظت
قرآنی - رمی حجار وغیرہ کا معجزہ کم ہے - جو صریحاً قرآن شریف
میں لکھے رکھے ہیں - مگر مخالفین تاویلات سے ان کو ماننا
نہیں چاہتے - پھر قرآن شریف میں کیا پیشین گوئیاں کم
ہیں - جن کو منکرین اسلام تاویلات باطلہ سے ٹال رہے
ہیں - پس اگر اور معجزات بھی قرآن شریف میں مندرج ہوتے
تو کیا مخالفین مان لیتے؟ قرآن شریف میں تو اللہ تعالیٰ
صاف صاف فرماتا ہے - کہ اگر سارے معجزات مطلوبہ بھی
کج سرشتوں کو دکھائے جائیں - تو بھی ایمان نہ لائیں گے -

پھر اگر معجزات کا ماننا اس بات پر موقوف ہے
کہ قرآن شریف میں مندرج ہوں - تو گو قرآن شریف کے
اور صحیح معجزات کو مخالفین نہ مانیں - مگر کم از کم اس
بات کو تو ضرور مان سکتے ہیں - کہ آنحضرت صلعم سے معجزات
وقوع میں آئے؟ - کیونکہ اجمالی طور پر تو آنحضرت صلعم کے
معجزات کا ذکر قرآن شریف میں بیسیوں جگہ پر ہے -

دیکھو سورہ آل عمران میں صریح معجزات کا ذکر ہے۔
قال اللہ تعالیٰ - کیف یھدی اللہ قوماً کفروا بعد ایمانھم
وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینات - اللہ ایسی
قوم کو کیونکر ہدایت کرے گا جو یقین کرنے کے بعد منکر ہو گئے
اور شہادت دے چکے کہ یہ رسول برحق ہے - اور اُن کو
صریح معجزات مل چکے - پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - واذ قال
عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم
مصدقا لما بین یدیّ من التوراۃ ومبشراً برسول
یاتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاءھم بالبینات
قالوا ھذا سحر مبین ط اور جب کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا - کہ
اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا آیا ہوں - تصدیق
کرتا توریت کی جو مجھ سے پیشتر ہے - اور ایک رسول کی بشارت
دیتا جو میرے بعد آنے والا ہے - اُس کا نام مبارک احمد ہے
ہے - پھر جب وہ (احمد) اُن کے پاس صریح نشان (معجزات)
لے کر آیا تو وہ بولے یہہ صریح جادو ہیں - انتہے
سورہ قمر میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے -

اقتربت الساعۃ وانشق	وہ ساعت قریب آ لگی - اور

القمر وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر	اُس کا نشان ظاہر ہو چکا۔ کہ اس نبی کے زمانہ میں چاند پھٹ

گیا (اس طرح قیامت کے دن اجرام سماوی پھٹ جاویں گے۔
اور جو وہ کوئی نشان دیکھتے ہیں تو اعتراض کرتے ہیں۔ اور
کہتے ہیں کہ سدا کا جادو ہے (یعنی جس طرح آگے اس نبی سے
اَجوبے (معجزے) دیکھتے ہیں ایسا ہی یہہ بھی ایک ہے۔

ان آیات سے اجمالی طور پر اتنا اظہر من الشمس ہے کہ آنحضرتؐ
سے بینات (معجزات) وقوع میں آیا کرتے تھے۔ لیکن پر عیسائی
وغیرہ مخالفین نہیں مانتے۔ اور محض تاویلات باطلہ کرتے ٹال
رہے ہیں۔ تو اگر رسول کریمؐ کے اور معجزات قرآن شریف
میں مفصل مندرج ہوتے۔ تو اُن کو کب مانتے؟۔
اُن کی نسبت بھی یا تو طرح طرح کی تاویلات باطلہ گھڑ لیتے۔ یا
اتنا ہی کہکر ٹال دیتے۔ کہ چونکہ یہہ معجزات محمدؐ صاحب نے

لہ اگر اس آیت سے قرآن کی آیت مراد ہوتی تو سمجھا آتا۔ کیونکہ کافر لوگ قرآن شریف
کی آیتیں تو سنتے بھی مشکل تھے۔ لکھا ہوا دیکھا تو بات ہی بڑی ہے۔

اپنے ہاتھ سے اپنی کتاب میں لکھ دیئے ہیں۔ اس لیئے قابل اعتبار نہیں۔ ہاں اگر کوئی اور شخص اُن کی معجزات کی نسبت گواہی دیتا۔ تو ہم مان لیتے۔

اسی وجہ سے حکمت الٰہی اس امر کی مقتضی ہوئی۔ کہ قرآن شریف میں ایک عجیب ڈھنگ سے معجزات کا ذکر کیا جائے اور جیسا کہ قرآن شریف کا اسلوب ہے۔ اُس میں معجزات نبویہ کی طرف صرف اشارہ کر دیا جاوے۔ اور اُن کی تفصیل اور لوگوں کی زبان سے دنیا کو سنانی چاہیئے۔ تا کہ نبی آخرالزمان کے معجزات بیرونی اور اندرونی شہادات سے ہر طرح کامل اور مکمل ہوں۔ اور کسی کو شک و شبہ کی گنجایش تک نہ رہے۔

ان دلائل کا جواب جن کے رو سے پادری صاحب احادیث اور معجزات کو نہیں مانتے

پادری عمادالدین صاحب اپنی کتاب تواریخ محمدی کے صفحہ ۱ میں

لکھتے ہیں
صفحہ ۱۵

قولہ - واضح ہو کہ احادیث کا ایک خاص بیان یعنی معجزات محمدیہ کی نسبت جو کچھ ان میں مذکور ہے ہم اسکو جھوٹا بیان جانتے ہیں - بدلایل ذیل -

اقول - ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ احادیث نبوی صلعم سے بڑھ کر دنیا میں کسی بات کا اعتبار ہی نہیں ہے - اب بھی اگر تم انہیں جھوٹا جانو - تو صریح انصاف کا خون کرتے ہو؟ اب ہم آپکے دلایل کی تردید لکھتے ہیں -

پہلی دلیل - قرآن میں محمد صاحب کا کوئی معجزہ مذکور نہیں ہے - بہت سی آیات سے معجزات کی نفی ثابت ہوتی ہے - پس جن احادیث میں معجزات کا ذکر ہے - وہ مخالف قرآن ہیں - اور یہ اہل اسلام کا اعتقاد ہے - کہ حدیث مخالف قرآن مردود ہے - لہذا معجزات کی حدیثیں مردود ہیں - انتہی ملخصاً (صفحہ ۱۸ - ۲۰) -

جواب - قرآن شریف ہرگز معجزات نبویہ کا انکار نہیں کرتا سارا قرآن شریف رسول کریم کے آیات بینات سے بھرا پڑا ہے - جیسا کہ ہم اوپر مفصل بیان کر چکے - آنحضرت صلعم کے

واقعہ ذکر کا عجیب کام کیا تھا۔ معجزہ شق القمر۔ معجزہ معراج۔
معجزہ فصاحت قرآن وغیرہ۔ بہت سے معجزات قرآن شریف
میں مذکور ہیں۔ اور اجمالی طور پر تو معجزات کا ذکر قرآن شریف
میں بیسیوں جگہ موجود ہے۔ جن میں نظیراً کچھ مثالیں ہم اوپر بیان
کر چکے۔ اور جو کچھ ان معجزات کے ابطال میں آپ نے تحقیق الایمان
میں اور پادری فانڈر صاحب نے میزان الحق میں خاک
چھانی ہے۔ اور جس کی نسبت آپ لکھتے ہیں۔ کہ ان کا جواب
الجواب مسلمانوں پر واجب تھا۔ جو اُن سے نہیں ہو سکا۔ اسکا
جواب بہت سی کتابوں میں مفصل دیا جا چکا ہے۔ جس کا
جواب الجواب آپ پر واجب تھا۔ جو آپ سے ہرگز نہیں ہو سکا
چنانچہ آپ کی کتاب تحقیق الایمان کے جواب میں کتاب
صیانۃ الانسان کو چھپے ہوئے برسوں گذر گئے۔ مگر آپ نے
تو ایک سطر بھی اُس کے جواب میں نہیں لکھی۔ اور اُس پر کمال
بے شرمی اور بے حیائی سے ارشاد فرماتے ہو۔ کہ مسلمانوں سے
اُس کا جواب الجواب نہیں ہو سکا۔ کیا خوب ایمانداری ہے۔
اور آپ کا یہ کہنا۔ کہ قرآن معجزات محمدیہ کی نسبت بالمرہ
سکوت رکھتا ہے۔ بلکہ معجزات سے صاف انکار کرتا ہے۔

بالکل غلط اور سراپا باطل ہے۔ اگر آپ کو قرآن شریف کے مطالب سمجھنے کی لیاقت نہیں ہے۔ تو بہتر تھا۔ کہ آپ اپنی زبان پر مہر سکوت لگاتے اور خاموشی اختیار فرماتے لیکن تعصب کی راہ سے قرآن شریف کی نسبت ایسے خیالات باطل ظاہر کرنے دیانت اور امانت سے کوسوں دور ہے۔ اور اپنی جہالت کو طشت از بام کرتا ہے۔

اگر آپ انصاف اور بے تعصبی کا چراغ ہاتھ میں لیکر ڈھونڈیں تو صاف نظر آجائے۔ کہ سارا قرآن شریف معجزات نبوی سے بھر رہا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف کے فقرہ فقرہ کو اسی لئے آیت کہا گیا ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کی نبوت پر ایک آیت واضح اور نشان بیّن ہے۔ اور کسی آیت کے مقابل ساری دنیا ویسا فصیح و بلیغ کلام نہیں بنا سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک آیت میں ایک اعجاز کا خاصہ اور نشان رکھا ہوا ہے۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

اگر آپ میں تدبر اور غور کرنے والا دل ہو۔ تو بخوبی سمجھ لیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا جو کام ہے۔ بے نظیر ہے یعنی دنیا اس کا مثل لانے سے عاجز ہے۔ پس ضرور تھا کہ اللہ تعا

کا جو کلام دنیا میں آئے۔ وہ بھی بے نظیر ہو۔ یعنی ساری دنیا اُس کا مثل لانے سے عاجز ہو۔ یہہ ایک ایسی بدیہی صداقت ہے۔ کہ معمولی عقل والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ پس اب جس کلام نے دنیا میں یہہ دعوی کیا ہے۔ کہ اس کی نظیر لانے سے سارا جہان عاجز ہے۔ اور یہہ کہ اگر جن والنس متفق ہوکر ایسا کلام لایا چاہیں تو ہرگز نہ لاسکیں گے۔ اور اس دعوے کو اُس زمانہ میں پایہ ثبوت کو بھی پہونچا دیا ہے۔ اور سارے ادبا شعرا فصحا و بلغا کی تہ کی تمام کردی ہے۔ وہی کلام الٰہی ہوسکتا ہے۔ اور اُسی کو الہی کتاب کہلانا زیبا ہے۔

انجیلیں کیا ہیں اور اُنکی عبارت کیا ہے۔ اس سے بہتر کتاب اور عمدہ قصہ تو میں بھی تیار کرسکتا ہوں۔ پس اگر آپ کو ہمیشہ کی زندگی مطلوب ہے۔ تو فوراً ان جعلی اناجیل کو ترک کرکے کلام معجز نظام پر ایمان لائیں اور ابدی زندگی پائیں۔ قرآن شریف کے ہوتے اور معجزہ کی طلب فضول ہے۔ قرآن شریف سراپا معجزہ اور مقبول ارباب عقول ہے۔ اُس کی ساری آیات۔ آیات بینات (واضح نشان) ہیں۔ پس جس آیت سے آپ نفی کلی معجزات کی نکالتے ہیں۔ وہ صریح آپ کی غلط فہمی اور جہالت

را نشان ہے - اس آیت میں صرف انہی معجزات سے انکار کیا گیا ہے - جو کفار اشرار شرارت اور بے دینی کی راہ سے ہنسی ٹھٹھول کے طور پر آنحضرت صلعم سے مانگتے تھے - جیسے کہ ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ نکال دو - یا یہاں مٹی کی طرح کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ اگا دو - یا آسمان کا ایک ٹکڑا ہم پر گرا دو - یا فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر دکھا دو - وغیرہ وغیرہ اور ان باتوں سے اُن کا مقصد ایمان لانا نہیں تھا - صرف چھیڑ چھاڑ اور ستانا مقصود تھا - چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالے اُن کی معاندانہ کلمات اور مقترحہ معجزات کو اس طرح نقل فرماتا ہے -

وقالوا لن نؤمن لک حتی	اور کہتے ہیں ہم تجھ پر ہرگز ایمان
تفجر لنا من الارض ینبوعا	نہیں لائیں گے - تا وقتیکہ تو
او تکون لک جنة من نخیل	ہمارے لئے زمین سے ایک
وعنب فتفجر الانہار خللہا	چشمہ جاری نہ کرے - یا تیرے
تفجیرا - او تسقط السماء	لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک
کما زعمت علینا کسفا او	باغ ہو - پھر تو اس میں سے
تاتی باللہ والملئکة قبیلا او	نہریں بہی جاری کرے - یا

او يكون لك بيت من زخرف
او ترقى في السماء ولن نؤمن
لرقيك حتى تنزل علينا
كتابا نقرؤه قل سبحان ربي
هل كنت الا بشرا رسولا
وما منع الناس ان يؤمنوا
اذ جاءهم الهدى الا ان
قالوا ابعث الله بشرا رسولا
قل لو كان في الارض ملئكة
يمشون مطمئنين لنزلنا
عليهم من السماء ملكا رسولا
قل كفى بالله شهيدا بيني
وبينكم انه كان بعباده
خبيرا بصيرا ؁

جیسا کہ تیرا خیال ہے ہم پر آسمان
کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے
یا خدا اور فرشتوں کو سامنے لا دے
یا تیرے لئے کوئی سنہری گھر ہو
یا تو آسمان پر چڑھ جائے - اور
ہم تیرا چڑھنا بھی یقین نہیں
کریں گے تا وقتیکہ تو ہمارے
اوپر ایسی کتاب نازل نہ کرے
کہ جس کو ہم پڑھ لیں - تو کہہ دے
سبحان اللہ - میں کیا ہوں ایک
انسان رسول - اور لوگوں کو
ہدایت کے آچکنے کے بعد ایمان
لانے سے یہی امر مانع ہے کہ
وہ کہتے ہیں کیا خدا نے ایک
انسان کو رسول بنا کر بھیجا - تو
کہہ اگر فرشتے زمین پر اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم انپر

لہ یعنی اللہ تعالے میرے حال سے خبیر و بصیر ہے وہ خود میرا معین اور دستگیر ہے مدد آئے
گی آخر کار اللہ تعالے مجھے غالب کرے گا اور سچائی کے نشان ساری دنیا پر ظاہر کر دے گا۔

آسمان سے فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجتے - تو کہہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے - وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے -

---

پس اس قسم کے معجزات تھے - جنکو منکرین صرف ضدّ اور اصرار کی راہ سے مانگا کرتے تھے - اور ایمان لانا اُن کا ہرگز مقصود نہ تھا - اسی لئے اللہ تعالے نے ایسے معجزات کو بھیجنا مناسب نہ سمجھا - کیونکہ معجزہ ایک امر خارق عادت ہے - جو قدرت الٰہی سے بوقت مناسب ظاہر ہوتا ہے - نہ یہ کہ بات بات میں تمسخر بازی ہو جاوے - دلعینہ قول پادری عماد الدین از تواریخ محمدی صفحہ ۲۲۲ - اگلی اُمتوں کو جب کبھی اللہ تعالےٰ نے اُن کے معجزات مقترحہ بھیجے - تو اُن کا نتیجہ یہی نکلا - کہ تکذیب اور انکار پر وہ بالکل ہلاک کیے گئے - پس اگر اللہ تعالےٰ بھی اُن کفار کی خواہش کے موافق اُن کے مطلوبہ معجزات ارسال کرتا -[1]

---

[1] ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تو صرف اس قسم کے معجزات سے انکار کیا ہے - لیکن حضرت مسیح ؑ نے مطلق معجزات سے انکار کیا ہے - انجیل کی آیات پر غور کرو -

تو اُن کا ماننا تو ممکن نہ تھا۔ جادو یا اور کچھ کہکر ٹال دیتے اللہ
کا عذاب اُن پر محقق ہو جاتا۔ اور فنا کیے جاتے۔ جیسا کہ اللہ
تعالیٰ کی قدیم سنت اور قانون قدرت ہے۔ جس کا ذکر
اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بیسیوں جگہ پر بہتی سے
ذکر ہیں کیا ہے۔ اور اس سورہ بنی اسرائیل کے بارھویں رکوع
میں بھی ذکر فرماتا ہے۔ و لقد اٰتینا موسیٰ تسع اٰیات الخ
ہم نے موسیٰ ع کو نو نشان دیئے۔ مگر فرعون نے تکذیب
اور انکار کیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرعون اور
اُس کے سب ساتھ والوں کو ہلاک کر ڈالا (بنی اسرائیل رکوع ۱۲)
اور اس آیت میں بھی جس پر پادری صاحب اعتراض کرتے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ آگے اپنے قانون قدرت کا حوالہ دیتا اور
ثمود کی تکذیب کو شہادت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ جس سے
ایسے مطلوبہ معجزات کے نہ بھیجنے کی وجہ بخوبی سمجھ میں
آتی ہے۔ اور آیات سے صرف انہیں خاص نشانات کا مراد ہونا
صاف سمجھا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وما منعنا ان نرسل
بالاٰیٰت الا ان کذب بها الاولون وآتینا ثمود الناقة
مبصرة فظلموا بها وما نرسل بالاٰیٰت الا تخویفا۔ اور ایسے

ایسے نشان کے بھیجنے سے ہمیں اور تو کوئی امر مانع نہیں ۔ مگر یہی کہ اگلوں کو جب وہ اُن کے اصرار کے موافق ایسے ایسے معجزات دکھائے گئے ۔ تو انہوں نے جھٹلا دیا ۔ اور وہ تکذیب اُنکی ہلاکت کا موجب ہوگئی ، جس کی نظیر یہہ ہے ۔ کہ ہم نے ثمود کو اونٹنی صریح نشان دیا ۔ مگر اُسکی اُمت نے اُس کو ساتھ ظلم کیا اور ہلاک ہوگئے ، اور ایسے ایسے آیات تو ہم صرف دھمکانے اور ڈرانے اور اتمام حجت کے لئے بھیجا کرتے ہیں ۔
پس یہی معجزات ان آیات سے مقصود ہیں اور اُنہی خاص معجزات کی طرف لفظ آیات کا اشارہ ہے ۔ چنانچہ سلف سے خلف تک جمہور مفسرین اسپر متفق ہیں ۔ کہ الآیات کا الف لام معہود ذہنی کا ہے ۔ یعنی وہی خاص خاص معجزات ۔
مگر پادری عماد الدین صاحب جو عربی کا نام تک نہیں جانتے اور جو اپنی کتاب ہدایت المسلمین میں لفظ نجی پر نون علامت مضارع کی دیکھکر اُسے فعل بتاتے ہیں ۔ اپنی تواریخ محمدی میں یہہ لن ترانی ہانکتے ہیں ۔
قولہ ہم عیسائی کہتے ہیں ۔ کہ الف لام استغراق کا ہے اور دلیل ہماری یہہ ہے ۔ کہ سارے قرآن میں کہیں معجزے کا

وجود نہیں ملتا - اگر کسی مقام سے کوئی معجزہ ثابت ہو سکتا - تو ہم کہہ سکتے تھے - کہ الف لام معہود ذہنی ہے - اب کس دلیل سے قبول کریں -

الجواب - ہم اوپر بیان کر آئے ہیں - کہ قرآن شریف معجزات نبویہ سے بھرا پڑا ہے - بلکہ سارا قرآن شریف آیات نبوت ہیں - پس یہہ ہیچ دلیل اسبات کی ہے کہ یہاں الف لام معہود ذہنی ہے - نہ استغراق کے لئے -

بات یہہ ہے - کہ کلام عرب میں اصل وضع الف لام کی خاص عہد کے لئے ہے - اسی واسطے یہہ قاعدہ معین ہے کہ جب تک یہہ معنے صحیح ہو سکیں - دوسرے معنے لینا ہرگز جایز نہیں - اور ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں یہہ معنے بے تکلف صحیح ہیں - کیونکہ اس تقدیر پر آیت کے یہہ معنے ہوتے ہیں - کہ ہمیں اُن خاص نشانیوں کے بھیجنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا جنہیں منکرین طلب کرتے ہیں مگر یہہ کہ اُن نشانیوں کو اگلوں نے جھٹلایا - اس معنے کے صحیح ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہو سکتا - اُس کے بعد کی آیت بھی ان معنوں کی تائید کرتی ہے - کیونکہ اس میں اُس معجزہ کی طرف اشارہ ہے

جو قوم ثمود کی حسب طلب حضرت صالح ؑ نے دکھلایا تھا اور پھر انہوں نے اُس کی تکذیب کی تھی۔
حسب طلب منکرین کے ایسے ایسے معجزات کا ظاہر نہ کرنا (جو صرف ہٹ دھرمی سے مانگے جاتے ہیں۔ ایمان لانے کی غرض سے نہیں۔ بڑی عمدہ حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے کیونکہ جب اُن کی خواہش کے موافق معجزہ ظاہر کر دیا جائے اور منکرین حسب عادت اپنے ایمان نہ لائیں۔ اور اپنے اقرار پر قایم نہ رہیں۔ تو عند العقل اُس احکم الحاکمین کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ اِسی واسطے عادت الٰہی اسی پر جاری ہے کہ جب حسب طلب منکرین کے معجزہ دکھا یا گیا اور پھر وہ اپنے اقرار کے خلاف اُس انکار پر قایم نہ رہے۔ تو سخت عذاب الٰہی اُن پر نازل ہوا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ ؑ وغیرہ انبیا کے وقت ایسا ہی ہوا۔ اس وجہ سے اُس ارحم الراحمین نے اپنی رحمت کی فراوانی سے بعد کو وہ نشانیاں بھیجنی موقوف کر دیں۔ جنہیں منکرین صرف ضد و اصرار کی راہ سے طلب کرتے تھے۔ تا کہ بہت سی مخلوق خدا تباہ ہونے سے بچ رہے۔

اس قسم کے نشانات کی نفی صرف حضرت محمد صاحب ہی
کے وقت ہی نہیں ہوئی - بلکہ حضرت مسیح کے زمانہ میں بھی اس
قانون پر عملدرآمد ہوا - جس کا ذکر مرقس ۸ باب ۱۱ میں ہے
فریسیوں نے مسیح سے نشانات طلب کئے - اس نے آہ
کھینچ کے کہا - اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں -
میں تم سے سچ کہتا ہوں - کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی
نشان نہ دیا جائے گا - انتہی - دیکھئے بلکہ یہاں صاف
اور صریح کلیتہً معجزات کی نفی ہے - جس میں کسی طرح کی
تاویل چل نہیں سکتی - کیونکہ حضرت مسیح صاف کہہ رہے ہیں
کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا جائیگا - لہٰذا جس قدر
معجزات مسیحی انجیلوں میں مذکور ہیں وہ سب یار لوگوں کی
بناوٹ ہے -

اور لوقا ۲۳ باب ۸ میں ہے - اور ہیرودوس یسوع کو دیکھ کے
بہت خوش ہوا - کیونکہ مدت سے چاہتا تھا - کہ اسے دیکھے اس لئے
کہ اس کی بابت بہت کچھ سنا تھا - اور اسکی کوئی کرامات
دیکھنے کی امید تھی - اور اس نے اس سے بہتیری باتیں
پوچھیں - پر اس نے کچھ جواب نہ دیا - تب ہیرودوس نے

اُسے اپنی فوج سمیت ناچیز ٹھہرایا - انتہیٰ -
دیکھئے باوجودیکہ ہیرودوس معجزہ دیکھنے کا مشتاق تھا - مگر حضرت مسیح ؑ نے اُس کے جواب میں سکوت کیا - اور کوئی معجزہ اُسے نہ دکھایا - اور نہ کسی معجزہ پر حوالہ دیا - اس سے اظہر من الشمس ہے کہ جس قدر معجزات انجیلوں میں لکھ رکھے ہیں - وہ محض بے اصل اور یار لوگوں کی بناوٹ ہے -

دوسری دلیل

محمدی معجزات کے انکار پر یہ ہے - کہ موسیٰ کی کتاب استثنا کے ۱۳ باب آیت ۱-۵ سے - مرقس کے ۱۶ باب ۱۷ سے ظاہر ہے - کہ معجزات بے شک دلیل نبوت ہیں مگر بدون صحیح تعلیم کے معجزات کو فریب سمجھنا چاہئے - سو محمد صاحب کی تعلیم اچھی نہیں - کیونکہ وہ دوسرے معبودوں کی طرف بلاتا ہے - ابراہیم - اسحاق و یعقوب کے خدا کی طرف نہیں بلاتا - اس صورت میں اگر انہوں نے کوئی معجزہ دکھایا بھی ہو تو اسکو فریب سمجھنا چاہئے - انتہیٰ -

اقول

یہہ کہنا کہ آپ کا کہ محمد صاحب دوسرے معبودوں کی طرف
بلاتا ہے۔ ابراہیم وغیرہ کے خدا کی طرف نہیں بلاتا۔ محض
دروغ بے فروغ اور صریحاً افترا ہے۔ قرآن شریف میں جا
بجا مذکور ہے کہ خدا[1] تمہارا وہی خدا ہے واحد ہے جو ابراہیم
اسحاق۔ یعقوب وغیرہ انبیا کا خدا ہے (سورہ بقرہ کا ۱۶ رکوع
دیکھو) البتہ آنحضرت اُس خدا کی طرف نہیں بلاتے جو ٹھنڈی
وقت باغ کی سیر کرتا تھا اور یعقوب سے کشتی میں مغلوب ہوا
تھا۔ اور خلقت کو پیدا کرنے سے پچھتایا تھا۔ اور جب انسان
کی نجات کا اُس سے اور کوئی بندوبست نہ ہو سکا۔ تو اپنے بیٹے

---

[1] اللہ تعالے قرآن شریف میں فرماتا ہے قل یا اہل الکتاب تعالو
الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً
ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ۔ اے اہل کتاب
ایک سیدھی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان متفق علیہ ہے
وہ یہہ کہ بندگی نہ کریں مگر خدا کی۔ اور شریک نہ ٹھیراویں اسکا کسی کو اور
خدا کو چھوڑ ہمارے بعض بعض کو رب نہ ٹھہرائیں الخ قالوا نعبد الہک والہ آبائک
ابراہیم واسحاق ویعقوب ونحن لہ مخلصون الخ وغیرہ وغیرہ +

کو سولی چڑھا دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔
معلوم ہوتا ہے کہ یہہ دلیل آپ نے محض پیش بندی کے طور پر تراشی ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ تثلیث کی بابت اہل اسلام کا اعتراض مدت سے عیسائیوں پر ہے۔ اور وے قطعیہ دلایل سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہہ عقیدہ بالکل انبیاء سابقہ اور توریت کے برخلاف ہے (دیکھو کتاب الوہیت مسیح اور تثلیث کا رد) جس سے آپ کو بجز سر اٹھو آمنا وصدقنا کے اور کوئی چارہ نہیں۔ سو اب آپ بموجب مثل مشہور اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے اُلٹے مسلمانوں کو الزام دیتے ہیں۔ مگر خدا کے فضل سے ہر ایک واقف توریت جانتا ہے کہ یہہ دلیل آپ ہی کی جڑ کاٹتی ہے ہمارا اس سے بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ توریت اور قرآن بالکل ایک دوسرے سے مطابق ہیں۔ کیا اصول میں اور کیا احکام شرایع میں۔ ہاں توریت اور انجیل باہم متناقض ہیں۔ ان میں باہم کچھ مناسبت نہیں۔ یہاں تک کہ بعض پکے عیسائی خود پکار اٹھے ہیں کہ توریت اور انجیل ایک خدا کی بھیجی ہوئی نہیں۔ استثنا ۱۳ باب ۱-۵۔ جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ ہمارے

سے بھی بالکل مفر نہیں۔ بلکہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو قطعی طور سے ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ وہاں لکھا ہے کہ اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو۔ اور تمہیں کوئی نشان یا معجزہ دکھلاوے۔ اور وہ ویسا ہی واقع ہو۔ اور وہ تمہیں کہے آؤ۔ غیر معبودوں کی (جنہیں تم نے نہیں جانا) پیروی کریں۔ اور ان کی بندگی کریں۔ تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر کان مت دھریو۔ کہ یہ ایک آزمایش ہے۔ اور وہ نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جاوے گا۔

اب ہمارے نبی صلعم نے جتنی پیشین گوئیاں ارشاد فرمائی ہیں۔ وہ سب ہو بہو واقع ہوئی ہیں۔ آپ کے معجزات سارے حق اور صادق ہیں۔ اور آپ نے ابراہیم و اسحاق و یعقوب کے خدا کی طرف ساری دنیا کو بلایا ہے۔ پس آپ کی نبوت اور صداقت اس نشان کے مطابق اظہر من الشمس ہوگئی۔

ہاں یسوع مصلوب نے اس خدا کی طرف لوگوں کو نہیں بلایا جس کی طرف انبیاء بنی اسرائیل اپنی قوم کو بلاتے رہے چنانچہ حضرت مسیحؑ سے پیشتر کوئی یہودی تثلیث کا نام تک

نہیں جانتا تھا۔ اور مسیح اور روح القدس[1] کو نہیں پہچانتا تھا۔ لیکن یسوع نے توحید کی بجائے تثلیث قایم کر دی۔ اعمال حسنہ کو فضول قرار دیا گیا۔ سوروں کو شیر مادر کی طرح روا کیا۔ یا روا کرنے کا موقع دیا۔ علت و حرمت کوئی برقرار نہ رکھی۔ اگلے انبیاء کو چور اور بٹ مار کہا۔ اور اس کی بہت سی پیشین گوئیاں بھی پوری نہیں ہوئیں (دیکھو ایک سچے مسیحی کی مناجات) اور آخر کار توریت کے مطابق وہ قتل بھی کیا گیا پس کوئی غور کرنے والا اور منصف آدمی یسوع مصلوب کو ہرگز ہرگز سچا پیغمبر نہیں کہہ سکتا۔ چونکہ مصلوب صاحب نے دنیا کو غیر معبودوں کی طرف بلایا ہے۔ اس لئے اگر کوئی اُن کا معجزہ ثابت بھی ہو جائے۔ تو اُسکو فریب اور دھوکا سمجھنا چاہئے کیا خوب ہے

میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

استثناء ۱۸ باب ۱۸ میں بھی جھوٹے مثیل موسیٰ کی یہی علامتیں لکھی ہیں۔ عیسائیوں کے قول کے بموجب یسوع ع نے

[1] اگر کسی عیسائی کو دعوےٰ ہو کہ یہودی لوگ تثلیث یا ابنیت یا مسیح کی الوہیت کے پہلے کبھی قایل تھے۔ تو وہ کسی یہودی تفسیر توریت سے جو مسیح کی تشریف آوری کی پیشین گوئی ہو۔ یہہ امر ثابت کرے ×

مثیل موسیٰ ہونے کا بھی دعوے کیا ہے - اور استثنا ۱۸ باب
۱۹ کے بموجب مصلوب صاحب نے گستاخی کی راہ سے لوگونکو
اور معبودوں کی طرف بلایا ہے - اور وہ قتل بھی ہو گیا ہے -
پس صاف ثابت ہے - کہ وہ جھوٹا مثیل موسیٰ اور نبی کاذب
ہے (معاذ اللہ)۔

اور مرقس ۱۶ باب ۱۷ کا جو حوالہ آپ نے دیا ہے - وہ تو آپ
ہی کی جڑ کاٹتا ہے - کیونکہ اُس میں مسیح ع نے بطور موجبہ کلیہ
کے فرمایا ہے - کہ جو لوگ مجھ پر ایمان لاویں گے اُن کے ساتھ
یہہ علامتیں ہونگی - کہ وہ میرے نام سے دیوؤں کو نکالیں گے
اور نئی زبانیں بولیں گے - اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز
پئیں گے - اُنہیں کچھ ضرر نہ ہوگا - وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں
گے تو چنگے ہو جائیں گے - (مرقس ۱۶ باب ۱۷-۱۸) اب آپ
ارشاد فرمائیں کہ کس عیسائی میں یہہ علامتیں ایمان کی پائی
جاتی ہیں - آپ تو عیسائی ہوسکتے ہیں اور روحانیت کا بھی
دعوے ہے - آپ ہی کوئی نشان دکھائیں - ورنہ اقرار کریں
کہ مجھ میں کوئی ایمان کا نشان نہیں - محض دنیا کمانے کے
لئے یہہ بھروپ بھرا ہے - اور ہم یقیناً جانتے ہیں - کہ کسی

عیسائی میں ذرا بھر ایمان نہیں۔ کیونکہ اگر ان میں رائی بھر بھی
ایمان ہوتا۔ تو بقول مسیح کے اگر اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے
چل۔ تو فوراً چلا جاتا۔ اور کوئی بات اُن کی اَن ہونی نہ
ہوتی (متی ۱۷ باب ۲۰ آیت۔ مرقس ۱۶ باب ۱۷ آیت)

خیر یہ باتیں تو ہم جانے دیتے ہیں۔ قیامت کے دن خود
ہی فیصلہ ہو جاوے گا۔ بہتیرے مسیح ؑ کو خداوند خداوند
کہنے والے اور نشانات دکھانے والے مسیح ؑ کے پاس حاضر
ہوں گے۔ لیکن وہ صاف کہہ دے گا۔ کہ میرا تمہارا کوئی
تعلق نہیں ہے اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو جاؤ (متی ۷ باب ۲۲ آیت)
اس وقت ہم اسی قدر ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ خود مسیح ؑ کا
یہ بھی قول ہے۔ کہ جھوٹے مسیح آئیں گے۔ اور بڑی بڑی
نشانیاں دکھائیں گے۔ پس جھوٹے مسیحوں نے بھی نشانیاں
دکھائیں۔ تو نشانیوں کو نبیوں اور مومنین کی علامت قرار
دینا صحیح نہ ہوا۔ کیونکہ جو جھوٹے مسیح ؑ آئیں گے۔ وہ مومن
تو ہرگز نہ ہوں گے۔ حالانکہ نشانیاں دکھائیں گے۔ پس پادری
صاحب اس بات کا صاف جواب دیں۔ کہ جب اسی قسم
کے نشانات (کرامات و معجزات) جھوٹے مومنین میں بھی

پائے جاتے ہیں تو سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرنے کا کیا معیار ہے۔ اور ان نشانوں کا کیا فایدہ ہوا۔ تفریق بانکا جواب دینا آپ کے ذمہ ہے۔ یہہ کہکر ٹالنا مناسب نہیں کہ جھوٹی اور سچی نشانیوں میں غور کرنے سے فرق ظاہر ہو جاویگا۔ ایسا کہنا عجز اور درماندگی کی دلیل ہے۔ ایک ہی قسم کے نشانوں میں امتیاز کا کون کفیل ہے؟

اور یہہ کہنا۔ کہ قرآن و حدیث کی تعلیم صحیح نہیں ہے۔ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی اندھا کہے کہ آفتاب میں نور نہیں۔ حضرت قرآن و حدیث کی تعلیم کی عمدگی آفتاب نصف النہار سے آشکارا ہے۔ موافق و مخالف سب اس کے قایل ہیں چنانچہ خاتمہ میں مخالفین اسلام کی گواہیاں آپ کی تسلی کے لئے درج کی جائینگی کسی مسلمان نے مسلمان رہکر کبھی عیسائی عقاید کی تعریف بیان نہیں کی۔ برخلاف اس کے سینکڑوں عیسائی عیسائیت کی حالت میں اسلامی تعلیم کی خوبی اور عمدگی کے اظہار میں رطب اللسان ہیں ؎

والفضل ما شهدت به الاعداء

پس آپ کا آنکھوں پر کھوپے باندھکر یہہ کہنا۔ کہ قرآن

و حدیث کی تعلیم عمدہ نہیں ہے۔ کس قدر اندھیر ہے۔
قرآن شریف احقاق حق اور ابطال باطل میں اس قدر عالی مرتبہ رکھتا ہے کہ ساری دنیا کی کتابیں اُسکا پاسنگ بھی نہیں۔ مسٹر گبن صاحب کا یہہ قول کیا ہی ٹھیک ہے۔ کہ جیسی عالی عبارتیں قرآن میں پائی جاتی ہیں۔ اس کی نظیر کہیں دنیا میں نہیں ملتی۔

بات یہہ ہے کہ طمع دنیاوی اور عناد کے مرض نے پادری صاحب کے مزاج کو ایسا فاسد کر دیا ہے۔ کہ اب اُن کو جھوٹ سچ اور سچ جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ بھلا جس مذہب میں ایسی باتیں ہوں۔ وہ مسلمانوں کے بے غش و غل مذہب کو کب ماننے لگا۔

بت پرستوں کی طرح خدا کے اوتار کا قائل ہونا۔ اُس غیر محدود ذات کو ایک ذرا سے وجود میں مقید و محدود ٹھہرانا اُس بے نیاز کو انسان کی طرح محتاج ماننا اُس قادر و توانا کا اپنے عاجز بندوں کے ہاتھ سے ذلت و خواری اُٹھا کر صلیب دیا جانا اُس ذات مقدس کا انسان کے گناہ کے عوض ملعون ہونا۔ اُسکا جہنم میں جا کر مجرموں کی طرح عذاب اُٹھانا وغیرہ وغیرہ

عقائد جس مذہب کے ایسے اصول و عقائد ہوں۔ وہ قرآن و حدیث کے صاف اور صحیح مسایل کو کب تسلیم کریگا کتاب تعلیم محمدی ہیں جو آپ نے سچ کو جھوٹ کر کے دکھایا ہے اور خیانت کی راہ سے حق کو باطل ٹھیرایا ہے تو اسکی قلعی بھی عنقریب کھولی جائیگی۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ یار باقی صحبت باقی۔

الحال ہم اسی قدر بیان کر کے آپ کی دوسری دلیل کا جواب ختم کرتے ہیں کہ جس طرح پادری لوگ تعلیم محمدی کی نسبت بار بار یہ کہتے ہیں کہ کوئی خوبی اس میں نہیں ہے۔ اسی طرح تعلیم عیسوی کی نسبت یہود و دیگر منکرین سچ کہتے ہیں کہ مسیحی تعلیم میں کوئی خوبی نہیں۔ چنانچہ چند ایک مشہور آدمیوں کے نام ذکر کئے جاتے ہیں۔ (۱) ڈاکٹر اسٹراؤس (۲) رےنن (۳) اسپائی نوزا (۴) ڈیوٹ (۵) تھیوڈر و پارکر (۶) بشپ کالنز و (۷) ڈاکٹر ھوم (۸) کمٹی آگسٹ (۹) نیومن (۱۰) ڈاکٹر نیانڈر (۱۱) ڈاکٹر اولسن (۱۲) ویلیٹ وغیرہ۔ ان لوگوں کی کتابیں پڑھو اگر آپ دیکھیں اسوقت آپ کی آنکھیں کھلیں گی۔ مگر اصل یہ ہے کہ آپ کبھی سے

روپیہ تنخواہ دیکھیں یا ان کتابوں کو۔ مسیح علیہ السلام کی
تحقیقکار نے آپ کی سمیع وبصیر کو رد کر دیا ہے۔ ولیفٹ
جس کا نام اخیر میں لیا گیا ہے۔ ایک بڑا بھاری عیسائی عالم
تھا بیس برس تک وہ عیسائی مذہب کا واعظ رہا اور اس
مذہب کی خوب تحقیق کرتا رہا بعد تحقیق تمام وہ اس مذہب
سے دست بردار ہوا۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں
انجیل کے ہر ایک مسئلہ پر متعدد اعتراض کئے ہیں اور ثابت کر دیا
ہے کہ انجیل کی تمام تعلیم بت پرستوں کی کتابوں سے کی گئی
ہے۔ پھر اس نے یہہ بھی دکھایا ہے کہ اس اس مقام پر لینے
میں غلطی ہوئی ہے۔ بت پرستوں کی فلانی کتاب میں یہہ
تھا۔ اور مولفین اناجیل نے غلطی سے یہہ نقل کیا ایسی
وجہ سے اس پر یہہ اعتراض ہوتا ہے جس کا جی چاہے
اس کتاب کو ملاحظہ کرے ۱۸۶۴ء میں لنڈن میں یہ کتاب
چھپی ہے اور یہ امر تو صاف ظاہر ہے کہ انجیل میں کوئی
عمدہ مضمون ایسا نہیں ہے جو کتب سابقہ میں نہ ہو اور
جو کچھ اس میں احکام ہیں ان کی حسن وخوبی کا حال کتب
مذکورہ سے کھل سکتا ہے۔ پادری لوگوں سے کوئی

یہہ دریافت کیے کہ انجیل میں کیا عمدگی ہے۔ ذرا اُسے بیان تو کیجیے۔ یوں لن ترانیاں تو ہر ایک ہانکتا ہے ؎

دعوائے بے دلیل قبول خرد نیست

تعلیم محمدی کی طرف غور کرو۔ کہ عیسائی لوگ جہالت کی حالت میں رہ کر پھر اس کی تعریف میں مجبور اور بے اختیار ہیں۔ اگر کوئی دنیا کا کتا اور پیسہ کا بندہ اُس کو ناقص خیال کرے تو اُس کا کیا اعتبار ہے بقول مشہور ؎

چہ داند بوزنہ لذات ادرک

تیسری دلیل

اس دلیل کا محصل یہہ ہے کہ شعرائے مداحین کا دستور قدیم ہے کہ امرا کی جھوٹی مدح بسبب طمع دنیاوی کے کرتے ہیں حضرت کے پاس ۱۸۱ شاعر موجود تھے وہ مدح سرائی اسی غرض سے کرتے تھے اور معجزات کا ذکر اکثر اون کے اشعار سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جب ایک شاعر بالمیک نے راجہ رامچندر کو خدا بنا کر دکھلا دیا تو کیا حال ہوگا۔ اوس

شخص کا جس کے ۱۸ اشاعر مداح ہیں

جواب چونکہ پادری عماد الدین نے معاندانہ اور ملحدانہ طرز اختیار کیا ہے۔ لہذا ہم کو بھی بعض جگہ وہ کلمات کہنے پڑتے ہیں۔ کہ ہم اسے ہرگز پسند نہیں کرتے مگر یہ مجبوری کہنا پڑتا ہے۔ سنئیے طمع دنیاوی کی وجہ سے جھوٹی مدح کرنے والے ناظم اور ناثر دونوں گذری ہیں۔ جھوٹی مدح کے لئے کچھہ شاعر ہونا ضرور نہیں۔ اب یہہ کہا جاتا ہے کہ مداحین کو آنحضرت صلعم کی تشبیہہ بالمیک سے دینا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کے مداحوں نے تو آنحضرت کو کچھہ نہیں بنایا وہ تو سب آنحضرت صلعم کو عبدہ ورسولہ یعنی خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہتے رہی البتہ مسیح کے مداحوں نے مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا وہاں یہہ کہنا عماد الدین کے قول کے بموجب بہت ٹھیک ہوگا کہ جب ایک بالمیک نے رامچندر کو خدا بنا دیا۔ اور جہاں میں ایک جھوٹا مذہب قایم کر دیا۔ پھر کیا حال ہوگا۔ جسکی ہزاروں مداح ہوں اور رات دن جھوٹی سچی باتیں بنا کر معزز ہونا چاہتے ہوں چنانچہ اسوقت تک یہی حال ہے کہ سینکڑون پادری ہزاروں

روپیہ پاتے ہیں اور بنگلوں میں بیٹھے چین اڑاتے ہیں انہی
ذخیرے میں سے ہمارے مخاطب بھی ہیں ان سب خوشامدیوں
کی تحریرات کے علاوہ صرف اُن تواریخ اور خطوط کو ملاحظہ
کیجئے جو حواریوں کی طرف منسوب ہیں کہ اُن میں کسقدر
مبالغے شاعرانہ موجود ہیں۔ دیکھئے یوحنا حواری اپنی تاریخ
کے ۲۱ باب کے ۲۵ ورس میں کیا شاعرانہ مبالغہ کرتے ہیں
پر اور بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اگر وے جدا جدا
لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتی ہیں
دنیا میں نہ سما سکتیں۔ ناظرین ملاحظہ کریں کہ اس سے زیادہ
مبالغہ شاعرانہ اور کیا ہوگا مسیح کے معجزات اور کرشمے انہیں
کے بیان کئے ہوئے ہیں جنکے مبالغہ شاعرانہ کا یہہ حال ہے
پھر ایسے معجزات کیونکر قابل اعتبار ہو سکتے ہیں باقی رہا
پادری صاحب کا یہہ کہنا کہ ۱۸۱ شاعر آنحضرت کی مدح سرائی
دنیاوی طمع کی غرض سے کیا کرتے تھے اسی طرح پر ہے جس
طرح کوئی بدطینت اپنے مخالف پر بدگمانی کیا کرتا ہے۔ کیونکہ
کوئی ثبوت اس کا اُن کے پاس نہیں ہے اس میں تو شک
نہیں کہ رسول اللہ کے صحابی بہت سے وغیرہ تھے۔ بلکہ

بڑے بڑے فصیح و بلیغ تھے - اور اگرچہ مسلمان ہونے سے
پہلے اُن کی کیسی ہی حالت تھی مگر اسلام کے بعد اون کی
وہ حالت ہو گئی - جس سے یقین ہوتا ہے کہ خدا نے اپنا
جلال اُن پر ظاہر کیا تھا - اور انوار نبوت حقہ نے اُن کو منور
کر دیا تھا - جو کوئی انصاف دل سے اسوقت تک کی حالات
کو دیکھیگا وہ صحابہ کی تغیر حالت کو دیکھکر کہ کیا رگی وہ کیسے
ہو گئے تھے بے تردد کہدیگا کہ اُن میں اُس خدائے قادر کی
تعلیم نے کامل اثر کیا ہے جسکے قبضۂ قدرت میں انسانوں
کے دلوں کا پھیرنا ہے جہاں اُن کے بہت سے بُری عادات
بالکل خوبیوں سے بدل گئے اسی طرح جو شاعر مسلمان ہو گئے
تھے اون کی قدیم شاعری کی حالت ایسی بدل گئی تھی - کہ
پہلے لحاظ سے اُنہیں شاعر ہی نہیں کہہ سکتے - اسی واسطے یہہ
بات مشہور ہو گئی تھی کہ مسلمان شاعروں کے اشعار
میں وہ مزہ نہیں ہے جو اُنہیں کے اشعار میں اُن
کے مسلمان ہونے سے پہلے تھا - کیونکہ جھوٹ اور
مبالغے اُن سے چھوٹ گئے تھے - اوس کی وجہ یہی
تھی - کہ اُس سچے نبی اور معلّم روحانی نے جن کا پیارا

نام محمد ہے جھوٹ اور تملق اور بیہودہ شاعری کو اس
سختی کے ساتھہ منع فرمایا جس سے زیادہ خیال میں نہیں
آسکتا اور بالتخصیص اپنی جھوٹی تعریف کو صرف منع ہی نہیں
کیا بلکہ بار بار نہایت تاکید سے فرمایا کہ جو کوئی جھوٹی بات
میری طرف قصداً منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں کرلے
اس تعلیم کا اثر جو کچھہ مسلمان شاعروں پر ہوا۔ اوسکی
تصدیق اون کے اشعار سے ہوسکتی ہے مثلاً اسوقت
کے بڑے شاعروں میں ابو قیس ہیں یہہ حضرت ص کے پہلے
سے متلاشی دین تھے اور مذہب عیسوی کو بھی آنہوں نے دیکھا
تھا جب آنحضرت ص مدینے تشریف لے گئے اسوقت یہہ شاعر
مسلمان ہوئے اُن کے چار شعر نمونے کے طور پر لکھتا ہوں ؎

اوصیکم باللہ والبر والتقی
واعراضکم والبر باللہ اول
وان قومکم سادوا فلا تحسدنہم + وانکنتم اہل الریاسۃ فاعدلوا

یعنی میں تمہیں نکوئی اور پرہیزگاری اور بُری کاموں سے بچنے کی
وصیت کرتا ہوں اور سب سے مقدم اللہ کی فرمانبرداری
ہے۔ اگر تمہاری قوم سردار ہو تو تم اُن سے حسد نہ کرو اور

اگر تم رئیس ہو تو انصاف کرو۔ یہہ تو آن کے نعتیہ اشعار
کا نمونہ تہا اور مدح کے اشعار بہی سن لیجئے حضرت کی
تعریف میں لکہتے ہیں ؎

یقص لنا ما قال نوح لقومہ
وما قال موسیٰ اذا جاب المنادیا
واصبح لا یخشی من الناس واحدا
قریبا ولا یخشی من الناس نائیا

یعنی حضرت ہم کو وہ تعلیم کرتے ہیں جو نوحؑ نے اور موسیٰؑ
نے اپنی قوم کو کی تہی اور وہ کسی آدمی قریب و بعید سے
نہیں ڈرتے ہیں یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے
کہ واللہ یعصمک من الناس۔ اللہ بچا لیگا تجہے لوگوں
کے گزند سے اسلئے حضرت کو کچہہ خوف نہیں رہا آنحضرت
کے بڑے مداحوں میں جو معاندین کی ہجو کا جواب بہی دیا
کرتے تہے حسانؓ بن ثابت رض ہیں اون کے اشعار سنئے
ابو سفیان نے آنحضرت صلعم کی ہجو لکہی تہی اوسکے جواب میں لکہتے ہیں

ہجوت محمدا واجبت عنہ — وعند اللہ فی ذاک الجزاء
ہجوت محمدا برا تقیا — رسول اللہ شیمتہ الوفاء

أتهجوه ولست له بند + فشر كما لخير كما الفداء
فمن يهجو رسول الله منكم + ويمدحه وينصره سواء
فان ابي ووالده وعرضي + لعرض محمد منكم وقاء

اب ناظرین ان بیدت سے اور سچے شعروں کو ملاحظہ کریں جنکو مذاق شاعری ہے وہ اس بات کا یقین کر سکتے ہیں کہ ان

ترجمہ تو نے محمدؐ کی ہجو کی تھی میں نے اسکا جواب دیا اسکی جزا اللہ کے پاس ہے۔ تو نے محمدؐ کی ہجو کی۔ جو نہایت نیکوکار اور متقی ہیں اور خدا کے رسول ہیں جنکی عادت اور سرشت میں وفا کرنا ہے تو انکی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو ان کے مانند نہیں ہے (خدا کرے) کہ تم میں سے جو بد ہو وہ نیک کا فدیہ ہو جاوے تم میں سے جو کوئی رسول اللہ کی ہجو کرے یا تعریف کرے اور مدد کرے سب برابر ہے (نہ ہجو سے انکی شان میں کچھ بٹہ لگتا ہے اور نہ تعریف سے انکی شان بڑھ جاتی ہے) میرا باپ اور میری ماں اور میری آبرو محمدؐ کی آبرو پر قربان ہیں۔ ناظرین انصاف کر سکتے ہیں کہ ان مدحیہ اشعار میں مبالغہ ہے یا انجیلوں جس میں سے ایک قول یوحنا حواری کا نقل کیا گیا کہ مسیح نے جو کام کئے ہیں اگر وہ جدے جدے لکھے جاتے۔ تو دنیا میں کتابیں نہ سما سکتیں کیسا اندھیر ہے کہ یہ قول تو سچے بلکہ الہامی مانے جاتے ہیں جس کے مبالغے کی انتہا نہیں اور ان سچے شعروں کو جھوٹھ اور مبالغہ کہا جاتا ہے

اشعار سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ اُن کے ناظم یا تو مبالغہ
کرنا جانتے ہی نہیں یا محض سچائی کی وجہ سے ترک کردیا ہے
اس واسطے خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں اس وقت کے
شاعروں کی دو قسمیں کی ہیں ایک وہ جو ایمان نہ لاتے تھے اور
اسلام کی تعلیم اُنھوں نے نہ پائی تھی دوسرے وہ جو ایمان
لاچکے تھے۔ اور بسبب تعلیم اسلام کے جھوٹی شاعری چھوڑ
کر سچے شاعر بن گئے تھے۔ چنانچہ فرمایا والشعراء یتبعهم
الغاوون ۝ الم تر انهم فی کل واد یهیمون الخ۔ یعنی
شاعروں کی بات کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تو
نہیں دیکھتا ہے کہ وہ ہر ایک میدان میں بھٹکتے پھرتے
ہیں (یعنی جو مضمون سچا یا جھوٹا اُن کے خیال میں آگیا
اُسی کے پیچھے ہو لئے) اور جو کہتے ہیں وہ نہیں کرتے۔ مگر
(اس سے مستثنیٰ ہیں) وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام
کیئے۔ اور نیک کلام سے اللہ کی بہت یاد کی۔ پس اس آیت
سے صاف کھل گیا ہے کہ جو مسلمان شاعر تھے۔ وہ شاعری میں
جھوٹ کی آمیزش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ سچے مضامین نظم
کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اشعار منقولہ سے ظاہر ہو گیا ہے میں

ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ جب ان شاعروں کے حالات اور ان کے اشعار اُن کی سچائی اور دیانت کی کامل شہادت دیتے ہیں تو ان شہادتوں سے قطع نظر کرکے بلا دلیل اُن پر بدگمانی کرنا اور محض شاعری کے نام سے اُنہیں جھوٹا ٹھیرانا کسی ایمان دار کا کام نہیں ہے۔

قولہ۔ صفحہ ۲۲ معجزات اور کرامات کے بیانات جو احادیث میں ہیں۔ اکثر انہیں شاعروں کے اشعار میں سے پیدا ہوئے ہیں

اقول۔ جھوٹے پر خدا کی پھٹکار ہزار بار لاکھ بار کروڑ بار۔ اگر پادری صاحب سچے ہیں تو وہ اشعار ہمیں دکھائیں جن سے احادیث میں معجزات نقل کئے گئے ہیں۔ ورنہ خدا سے ڈر کر ایسے طوفان سے باز آئیں۔

قولہ۔ کیا حال ہوگا اُس شخص کا جس کی مدح ایسے شاعر کرتے ہیں اور رات دن نئی بات سنا کر اُس کے مصاحب باعزت ہونا چاہتے ہیں۔ دیکھو قصیدہ بانت سعاد اور ہمزیہ اور بردہ کو کہ کس قدر مبالغے ان میں موجود ہیں۔

اقول۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ پادری صاحب کو کسی دنیاوی

اور تعصب و عناد کے نشہ نے کس قدر مخمور و مدہوش
کردیا ہے اُنہیں کچھ خبر نہیں کہ ہم کیا طوفان باندھ رہے
ہیں قصیدہ ہمزیہ اور بردہ کے مولف کو حضرت سرور انبیا
کا مصاحب اور بات سنانے والا ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ
امام شرف الدین بوصیری ان دونوں قصیدوں کے مولف
سنہ ۶۰۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ ۶۹۴ ہجری میں انتقال کیا
لیجئے جناب پادری صاحب امام شرف الدین کو اُن کی
پیدائش سے چھ سو برس پیشتر انہیں حضرت سرور انبیا
کا مصاحب بتاتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا معلومات ہے البتہ
قصیدہ بانت سعاد کو کعب بن زہیر صحابی کا تالیف لوگوں
نے لکھا ہے مگر پادری صاحب بیان کریں کہ اُس میں یا
قصیدہ ہمزیہ وغیرہ میں کونسے مبالغے ہیں۔ کیا اندھیر ہے
کہ انجیلی مبالغوں پر نظر نہیں کیجاتی۔ جنکی وجہ سے ایک انسان
خدا بنا دیا گیا۔ اور سچی اور واقعی تعریف کو مبالغہ کہا جاتا
ہے۔

قولہ۔ صفحہ ۲۲۔ معجزہ ایک خرق عادت ہے جو قدرت الہی
سے بوقت مناسب ظاہر ہوتا ہے نہ یہ کہ بات بات میں

ٹھٹھہ بازی ہو جائے۔

اقول۔ معاند اور منکر ایسا ہی کہا کرتے ہیں اگر اُنہیں دو چار معجزے دکھائے گئے تو اُنہوں نے کچھ لغو اور بیہودہ تاویل کر کے اور باتیں بنا کے عوام کی نظروں میں اُنکا اعجاز باطل کر دیا جیسے عماد الدین نے معجزات قرآنی کی نسبت کیا ہے اور بہت سے ملحدین نے معجزات مسیح کی نسبت اور جس نبی الو العزم نے زیادہ معجزے دکھائے اور اُس میں ناطقہ بند ہوا۔ کچھ تاویل نہ چل سکی تو یوں بات بنائی۔ کہ معجزہ ٹھٹھہ بازی نہیں کہ بات بات میں ہوا کرے اُن معاندو سے کوئی یہہ کہے کہ بات بات میں معجزے کا کون قایل ہے۔ اور کون کہتا ہے کہ ایسے معجزوں کو آپ مانئیے ہم تو صرف اُن معجزات میں گفتگو کرتے ہیں جو صحیح رواتیوں سے ثابت ہیں اور اُس کے دیکھنے والے بھی بہت ہیں اور وہ چند معجزے ہیں اُن کے نہ ماننے کی وجہ بیان کیجئے خدا کے لئے کہیں تو دھوکے بازی سے چوکئے۔

چوتھی دلیل

اس دلیل کی تقریر پادری صاحب نے نہایت مجمل طور پر کی ہے۔ مگر اُن کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ خرق عادت ایک امر تاریخی ہے اور ایسا امر جب تک کوئی معتبر راوی اپنی تحریر میں اپنا معاینہ بیان نہ کرے تو وہ قابل قبول نہیں ہوسکتا اور محمدی معجزات کا حال ایسا نہیں ہے بلکہ اُن کا ذکر بخاری اور مسلم وغیرہ کرتے ہیں اور آپ ہی ایک سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں۔ لہذا وہ قابل اعتبار نہیں۔

جواب۔ تحقیقی امر تاریخی کا ثبوت اسپر موقوف نہیں کہ راوی دیکھنے والا کسی تحریر میں اُس کا اقرار پایا گیا۔ تو وہ تحریر بھی جب ہی قابل اعتبار ہو سکتی ہے کہ کسی کے روبرو اُس کا زبانی اقرار موجود ہو کہ یہ تحریر میری ہے اور پھر وہ تحریر بھی ہر طرح سے محفوظ رہی ہو بہر حال زبانی اقرار پر مدار رہا فقط تحریر سے کچھ کام نہ چلا۔ پس مطابق اس کے معجزات محمدی کو معتبر راوی اپنا معاینہ بیان کرتے ہیں اور صاف اقرار کرتے ہیں کہ فلاں معجزہ ہم نے بچشم خود دیکھا

اور جن معتبرین کے سامنے دیکھنے والوں نے بیان کیا وہ
دوسروں سے بیان کرتے ہیں اور وہ دوسرے معتبرین
یعنی صرف زبانی اقرار کرتے ہیں۔ اور بعض تحریری اور
زبانی دونوں طرح سے اور تاریخی امر کے ثبوت کے لئے اس سے
بہتر کوئی طریقہ نہیں اور اسی طریقے سے معجزات محمدی کا
ثبوت ہے۔ پس ضرور وہ لائق اعتبار ہیں۔

جواب الزامی۔ خرق عادت یعنی معجزہ ایک واقعہ تاریخی
ہے اور اس کے ثبوت کے لئے ضرور ہے کہ کوئی معتبر راوی
اپنا معاینہ بیان کرے اور اگر کسی تحریر کے ذریعہ سے ہم کو
اس راوی کا بیان پہونچا ہے تو ضرور ہے کہ کوئی شاہد
معتبر اسکی گواہی دے کہ یہہ تحریر اس معاینہ کرنے والے
کی ہے ہمارے سامنے اس نے اسکا اقرار کیا یا ہمارے
روبرو اس نے لکھا ہے پھر اگر عرصہ دراز گذر گیا ہے۔ تو
ہر زمانے میں اس تحریر پر معتبر گواہ ہونے چاہئیں۔ کہ وہ
بیان کرتے چلے آویں کہ فلاں راوی معتبر نے کہا کہ یہہ تحریر
اس راوی کی ہے اور بغیر اس مسلسل شہادتوں کے ہر ایک
واقعہ جو کسی تحریر میں مندرج ہے قابل اعتبار نہیں ہو سکتا

اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ معجزات مسیحی جو بعض تاریخوں میں مندرج ہیں (جنکو انجیل کہا جاتا ہے) وہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ ہمکو کوئی سراغ اس بات کا نہیں ملتا۔ کہ یہہ تحریریں یعنی اناجیل اُن شخصوں نے لکھی ہیں جنہوں نے حضرت مسیح کے حالات معاینہ کئے تھے۔ بلکہ علمائے مسیحیہ فقط اس بات کا دعوے کرتے ہیں کہ یہہ تحریر فلان راوی کی ہے اسکے ثبوت میں کوئی دلیل پیش نہیں کرتے۔ پادری صاحب بھی باوجود اس شوروشغب کے کچھ بیان نہیں کرسکے پس معجزات کی سند کا یہہ حال اور مسیح کے قول کا وہ حال کہ بالکل معجزے سے انکار ہے۔ اب بتاؤ کہ کس دلیل سے معجزات عیسوی کا اقرار کریں۔ اس لئے صاف کہتے ہیں کہ یہہ بیانات اناجیل بالکل غلط ہیں۔ یہہ چوتھی دلیل ہے

---

(۱) اور پادری صاحب کا یہہ کہنا۔ کہ حواری رسالت کے درجہ پر تھے بالکل بیجا ہے۔ لوقا اور مرقس جنہوں نے مسیح کے معجزات لکھے ہیں کب رسول ہیں ایسا جھوٹ بولتے ہوئے آپکو شرم نہیں آتی۔ متی اور یوحنا کی رسالت کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ جیسا کہ ہم پیچھے بیان کرچکے ہیں

معجزات مسیحی کے عدم اعتبار کی۔

قولہ صفحہ ۳۳ محمدی معجزات کا ذکر بخاری و مسلم وغیرہ اپنی تحریروں میں سناتے ہیں اور آپ ہی ایک سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں۔

اقول۔ پانی پتی صاحب تعلیم ہشتم صفحہ ۲۶ میں اقرار کرتے ہیں کہ محدثین بے دیانت اور جعلساز ہرگز نہ تھے۔ پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اُن کی تحریر پر اعتبار نہ کیا جاوے اور یہہ خوب کہا کہ آپ ہی سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں۔ اگر وہ نہ بتاتیں تو کون بتائے سلسلہ راویوں کا آکر انپر منتہی ہوا۔ راویوں کے حالات کی اُنہوں نے تحقیق کی۔ اُن کے سوا اور کون بتا سکتا ہے۔ پس جب آپ اُنکی دیانت کے مقر ہیں تو ضرور ہوا کہ آپ اُنکی بات کو مانیں۔

پانچویں دلیل

قرآن و حدیث پر غور کرنے سے حصہ دوم میں معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحب اور اس عہد کے لوگ علم الہی سے بالکل

ناواقف تھے کیونکہ اُنکی سب باتیں جہل اور ناواقفی پر مبنی ہیں پس جبکہ حصہ دوم میں ان سب کا غلطی میں ہونا ثابت ہوگیا تو اس کے کیا معنے ہیں کہ وہ لوگ بیان معجزات میں حق پر ہیں۔

جواب الزامی انجیل وغیرہ پر غور کرنے اور بہت سی کتابوں کے مطالعہ سے جن میں محققانہ طور سے انجیلوں کے مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اور حصہ دوم کے جواب میں معلوم ہو جائے گا۔ کہ انجیلوں کے مولف علم الٰہی سے بالکل ناواقف تھے کیونکہ سب باتیں اُن کی جہل و ناواقفی پر مبنی ہیں۔ اور خود اُنہیں کتابوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح اُن کو تا دم صعود نادان اور بے ایمان کہتے رہے پس جب حضرت مسیح خود اُن کے فہم اور اعتقاد کی شکایت کرتے رہے اور اُن کی تحریرات سے بخوبی اُس کا ثبوت ہوگیا تو اس کے کیا معنے ہیں کہ وہ لوگ بیان معجزات میں حق پر ہیں۔ جب وہ حضرت مسیح کا کلام نہیں سمجھ سکتے تھے تو معجزۂ حق و باطل میں کیونکر تمیز کر سکتے ہونگے پھر کیونکر اُن کا بیان قابل اعتبار ہو سکتا

ہے۔

جواب تحقیقی - قرآن و حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے علم الٰہی کو ایسا جانا جیسا کہ جاننے کا حق تھا اور وہ صفات الٰہی بیان کیے کہ کسی نے بخوبی نہ بیان کئے تھے تمام کتب سابقہ کی تکمیل قرآن و حدیث نے کی اس کی تفصیل نیاز نامہ کے جواب میں مسطور ہے اسکا انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے - اکثر اہل یوروپ اُس کے قایل ہو چکے ہیں -

چھٹی دلیل

الہام اور انبیا کا سلسلہ جو موسیٰ سے حواریوں تک ہے اُس کے دیکھنے سے اور خوب سمجھنے سے اور اُسکی عمدگی اور قوت اور فضایل ذاتی اور صفاتی پر لحاظ کرنے سے ہم لوگ جو غیر قوم تھے - رسالت اور الہام کے قایل ہوئے ہیں اور ہمنے اس سلسلہ میں جھوٹے معجزوں اور جھوٹے پیغمبروں کا حال بھی پڑھا ہے - پس جس سلسلہ نے ہمیں

الہام اور رسالت کا قایل کیا ہے - اگر کوئی شخص اُسکے
مخالف ہوکر معجزات بہی دکہلاوے ضرور وہ آدمی جہوٹا اور
اُس کے معجزات فریب بازی ہونگے - پس محمد صاحب جو
اس انبیا کے سلسلے کے بالکل مخالف ہیں - عقاید اور عبادات
اور معاملات اور قصص میں بہی اور اُنکی تعلیم انبیا کی
تعلیم سے جاری ہے تو اب تبلاؤ کہ ہم محمد صاحب کو اور
اُن کے معجزات کو کیا سمجہیں -

جواب - ناظرین انصاف پسند اس امر کا یقین کر سکتے ہیں
کہ پادری صاحب نے یہاں کوئی دلیل پیش نہیں کی بلکہ
چند امور اعتقادی بیان کرکے (جنہیں اپنے گمان فاسد
میں مسلم کر رکہا ہے) ایک نتیجہ نکالا ہے وہ اعتقادی امور
یہہ ہیں -

اول سلسلہ الہام و انبیا کا فقط حواریوں تک فرض کیا ہے
(حالانکہ محض غلط ہے) -

دوسرے اُسکے سمجہنے کے مدعی ہوتے دباوجودیکہ کچہہ نہیں
سمجہتے) -

تیسرے اُس کے عمدہ ہونے اور فضایل ذاتی اور

صفاتی کا اعتقاد کیا۔
چوتھے ایک شخص کو محض اپنے خیال سے اُس کا مخالف قرار
دیا (حالانکہ وہ خیال باطل ہے)۔
پانچویں بموجب اپنے گمان کے اُس کے مخالف کو جھوٹا قرار
دیا۔ اس کا جواب تحقیقی یہہ کہ یہہ سب اُمور پادری صاحب
کے خیالات فاسدہ ہیں حضرت محمدؐ رسول اللہ انبیا کے مخالف
نہیں ہیں جو کوئی مخالفت کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے۔ وہ
نہ قرآن و حدیث کو جانتا ہے اور نہ توریت اور انجیل کو
سمجھتا ہے اسکی تفصیل نیاز نامہ کے پیغام محمدی میں دیکھو
اور جواب الزامی یہہ ہے کہ اسی طرح یہود کہتے ہیں کہ الہام
اور انبیا کا سلسلہ جو موسیٰ سے ملاکی تک ہے اُس کے دیکھنے
سے اور خوب سمجھنے سے اور اُس کی قوت اور فضایل پر لحاظ
کرنے سے ہم لوگ ایمان لائے اور اُس میں جھوٹے پیغمبروں
کا حال دیکھا اور اُن کی نشانیاں معلوم کیں۔ پس جس سلسلہ
نے ہمکو الہام و رسالت کا قایل کیا ہے اُس کے جو کوئی
مخالف ہو کر معجزات دکھاوے ضرور وہ آدمی جھوٹا ہو۔ پس
مسیح جو سلسلۂ انبیا کے عقاید اور عبادات اور معاملات میں

بالکل مخالف ہیں۔ اور جھوٹے نبی کی نشانیاں جو کتب سماوی
میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ بھی اُن میں ہم پاتے ہیں تو اب
بتاؤ کہ ہم مسیح کو اور اُن کے معجزات کو کیا سمجھیں۔ اور یہود
پر کیا ہے ہر ایک مذہب والا اپنے مخالف کو ایسا ہی اعتقاد
کرتا ہے۔ لیجئے پادری صاحب اب آنکھیں کھول کر اپنی
دلیلوں کا جواب ملاحظہ کیجئے اور کہئے کہ یہہ آپ کی دلیلیں
کیسی آپ پر پلٹ گئیں مصرعہ زبانِ تو آخر زیانِ تو
شد۔ اب اُن کا جواب دیجئے اور اُس بڑے بول کو یاد
کیجئے۔ جو آپ نے صفحہ ۲۳ تقلیعات میں لکھا ہے۔ دیکھئے
یہہ بڑا بول آپ کو کیسا نیچا دکھاتا ہے۔ اب آپ پر واجب
ہے کہ جب تک آپ انکا جواب نہ دے لیں۔ مسیح کے
معجزات کا ذکر ہرگز نہ کریں۔ ....

یہہ چھ دلیلیں جنکا جواب اوپر لکھا گیا۔ پادری
عماد الدین صاحب نے اپنی کتاب تواریخ محمدی میں
بیان کی ہیں۔ لیکن پادری فانڈر صاحب نے اپنی
کتاب میزان الحق میں چند اور دلیلیں بھی حدیث کی حمیت
کے برخلاف بیان کی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ

یہاں اُن کی بھی قلعی کھول دی جائے

ساتویں دلیل

حدیث کے ناقل محمد صلعم کی بیویاں اور قریبی اور دوست تھے[1] پس اُن کی شہادت محمد صلعم کے حق میں چنداں اعتبار نہیں رکھتی۔

جواب۔ تھوڑے سے تغیر عبارت مذکور سے بعینہٖ وہی شبہ اناجیل پر آسکتا ہے۔ مسیح ع کے احوال و اقوال کے ناقل مریم اور یوسف نجار اور مسیح ع کے شاگرد تھے۔ پس اس صورت میں اُن کی شہادت مسیح ع کے حق میں

---

[1] اگرچہ پانی پتی صاحب نے اس اعتراض کو تاریخ محمدی کے صفحہ ۱۲ میں اب اس طور پر بیان کیا ہے کہ محمد صاحب کے پاس ۱۸۶ شاعر مداح تھے۔ جو آپ کی مدح کیا کرتے تھے اور احادیث کے معجزات اکثر انہیں شعرا کے اشعار میں سے پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن دونوں اعتراض کا مطلب ایک ہی ہے اول تو روایات معجزات کو اُن شاعروں کی طرف منسوب کرنا بالکل افترا اور محض دروغ ہے سبحان اللہ اگر بات (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۶ پر)

چنداں اعتبار نہیں رکھتی ۔ اگر کہا جائے کہ محمد صاحب کے
قریبی صرف عزت دنیوی کے واسطے ایمان لائے تھے ۔ میں
کہتا ہوں ۔ کہ پادری صاحب دیکھتے نہیں کہ اقربا وغیرہ
حضرت کے نئے دین توحید کے جاری کرنے اور آبائی و
اجدادی دین بت پرستی کے موقوف کرنے سے آپ کے
کیسے دشمن جانی ہوگئے تھے اُس وقت میں اگر کچھ بھی
مددگار ہو جاتے تو کیوں وہ تکلیفیں اُٹھانی پڑتیں ۔ جو
حضرت نے اُٹھائیں اور وطن کیوں چھوڑا جاتا ۔ پس جو
شخص ایسی حالت میں ایمان لائے اور احوال بچشم خود
دیدہ پر گواہی دے اور وہ گواہی نقل کیجائے تو ایسی

بھی لیا جاوے تو یہ اعتراض اہل اسلام کو چنداں مخل نہیں جیسا کہ
عیسائیوں کو ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ شاگرد استادوں کی ایسی ایسی
صفتیں کیا کرتے ہیں کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہوسکتا ۔ خصوصاً اُس
صورت میں کہ دنیاوی طمع بھی ہو ۔ پس اسی لئے مسیح کی صفت
میں اُن کے شاگردوں نے کوتاہی نہیں کی جیسا کہ متن اس کتاب
میں بطور نمونہ بیان ہوا ہے ۔

نقل کے ماننے ہیں عقل کے واسطے کون مانع ہے بلکہ بطریق
اولےٰ مانی جائے گی - اگر آپ ذرا سا غور کریں تو یہی اعتراض
حواریین پر ہی اچھی طرح سے صادق آسکتا ہے - کیونکہ
اُنہوں نے یہودیوں سے سنا ہوا تھا کہ مسیح ایک بڑا
عظیم الشان بادشاہ ہوگا - اور یہہ بیچارے مسکین مچھوے
تھے - اسی پیشہ سے اپنا گذارہ کیا کرتے تھے - پس جب
مسیح نے دعوے مسیح موعود کا کیا تو یہہ جھٹ پٹ ایمان
لے آئے اور یہہ سمجھا کہ اب تو محنت چڑیماری سے چھوٹ
جائیں گے اور بڑے بڑے منصب مل جائیں گے پس
جب مسیح نے وعدہ کیا جو انجیل متی کے ١٩ باب میں
ہے - یعنی میں جب تخت پر بیٹھوں گا تم بھی بارہ کے
بارہ میرے ساتھ باراں تختوں پر بیٹھ کے عدالت کروگے
انتہےٰ -
اور ایسا ہی مرقس کے دسویں باب اور متی کے بیسویں
باب میں ہے - پس جب بیچارے جاہ و عزت سے ناامید
ہوچکے بلکہ دیکھا - کہ وہ خود بیچارے مسکین ہیں - اور
یہودیوں کے ڈر کے مارے گاؤں بہ گاؤں بھاگتے

پھرتے ہیں اور یہودی اُن کی گرفتاری کے درپے ہیں اور یہہ بھی اُن کو یقین ہو گیا۔ کہ یہہ سب وعدے خلاف تھے۔ تو اُن میں سے یہودا حواری نے تیس درم رشوت کے لیکر یہودیوں کے ہاتھہ مسیح کو گرفتار کرا دیا۔ اور ایسی مصیبت کے وقت میں سب بھاگ گئے۔ بلکہ اعظم الحواریین یعنے جناب پطرس نے تو جھوٹی قسم بھی کھائی اور لعنت بھی ڈالی۔ اور کہا کہ میں مسیح کو ہرگز نہیں جانتا۔ یہہ بعد صعود مسیح کے اُنہوں نے اَوْر دل میں بھروسہ کیا۔ کہ یہہ ہماری حیاتی ہی میں آسمان سے اُترینگے۔ پھر خوب مزے اُڑائینگے۔ جیسا کہ باب ۱۹ و ۲۰ مشاہدات سے ظاہر

لہ جیسا کہ انجیل متی باب ۱۶ ورس ۲۸ میں ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھہ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھینگے۔ پھر انجیل متی باب ۲۴ بعد مرقس باب ۱۳ و لوقا باب ۲۱ میں ہے کہ جس کا خلاصہ یہہ ہے کہ مسیح نے فرمایا ہے کہ جب میں بادلوں میں بڑے جاہ و جلال سے ظاہر ہوکر آؤنگا اُسوقت سورج سیاہ ہو جاویگا اور چاند اپنی نور کو لے لیگا اور ستارے گر پڑینگے اور قوت آسمان کی ٹوٹ جاویگی تب تک اُس زمانہ کے لوگ نہ گذرینگے انتہی *

ہوتا ہے اور دائمی عیش مل جاوے گی۔ اسی خیال میں آکر
اسکی تعریف لکھنی شروع کی اور ایسا مبالغہ کیا۔ کہ اُن کو
خدا[۱] بنا کر دکھلا دیا۔ بلکہ چوتھی انجیل کے آخر میں لکھا ہے
کہ اور بہت سے کام ہیں جو مسیح نے کئے۔ اگر ایک ایک
لکھوں تو جہان میں نہ سما سکیں انتہےٰ۔

اب اس میں شک نہیں کہ یہہ محض مبالغہ شاعرانہ ہے
اور جناب پولوس اپنے نامہ فلپیوں کے باب اول میں
ورس ۱۸ سے ۲۰ تک فرماتے ہیں۔ ہر طرح سے مسیح کی خبر
دیجاتی ہے خواہ مکاری سے خواہ سچائی سے اور میں اس میں
خوش ہوں بلکہ خوش رہوں گا بھی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ
تمہاری دعا اور یسوع مسیح کی روح کی مدد سے اسکا انجام
میری نجات ہوگی۔ چنانچہ میرا توقع اور امید یہہ ہے کہ
میں کسی بات میں شرمندہ نہوں گا۔ بلکہ کمال بے پروائی
سے ہمیشہ کی طرح اب بھی مسیح میرے بدن سے خواہ میرے

[۱] یہہ تو بارہ شخص تھے اور ہزاروں اُنکے مرید تھے اگر انہوں نے حضرت
عیسیٰ کو خدا بنا دیا تو کیا تعجب ہے بالمیک شاعر کو نہیں دیکھتے جو ایک
ہی ایسی نمایاں کارگذاری کی کہ رامچندر کو خدا بنا کر دکھلا دیا تھا۔

جیتے خواہ مرے ہوئے پر بزرگی پاویگا۔ انتہے۔
اسی طرح اور بہت سی ایسی من گھڑت باتیں بطرح عزت مسیح کی طرف منسوب کریں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت مسیح خوشامد طلب ہیں اور یہہ بات خود مسیح کے قول مندرجہ انجیل یوحنا کے باب ۱۰ سے ثابت ہے۔ ۸۔ سب جتنے آگے مجھ سے آئے چور اور بٹمار ہیں۔ ۹۔ دروازہ میں ہوں اگر کوئی شخص مجھ سے داخل ہو تو نجات پاویگا اور اندر باہر آیا جایا کرے گا اور چراگاہ پاوے گا۔ ۱۰۔ چور نہیں آتا مگر چورانے اور قتل کرنے اور ہلاک کرنے کو میں آیا ہوں تاکہ وے زندگی پاویں۔ انتہے۔
غرضیکہ وے بیچارے حالت مایوسی ہی میں راہی ملک بقا ہوئے اور بعد ان کے اور عیسائی بھی اسی امید پہ تعریف مسیح میں مصروف رہے حتے کہ جب عیسائیوں کی مستقل بادشاہت ہوگئی۔ پھر تو عیسائیوں کو تنخواہیں بھی ملنی شروع ہوگئیں۔ چنانچہ اب بھی حال ہے کہ ہزارہا پادری اسی کام پر معقول تنخواہیں پاتے اور غیر مذہب والوں کو بھی اپنی طرف کھینچکر اور ان کی تنخواہیں مقرر

کراکر اُنہیں سے اُنکے اگلے مذہب کی تردید کراتے ہیں۔
خدا کے لیے ایک کو بھی کبھی سنا دی کرتے نہیں دیکھا
علاوہ اس کے اگر اصحاب کی روایات کو نہ تسلیم کیا جاوے
تو اناجیل مروجہ کا کچھ بھی ٹھکانا نہیں۔ کیونکہ ہم کہتے
ہیں کہ جو باتیں آپ کی کتب الہامیہ میں مسیح وغیرہ کی
طرف نسبت کرکے لکھی ہیں یا نہیں۔ پہلی بات صرف
دعوے ہے اور دعوے کا اثبات مدعی پر لازم ہے
اور اسپر گواہیاں گذریں۔ یا در صورتے کہ اُنہوں نے
خود نہیں لکھیں بلکہ اُنہیں گواہوں نے لکھیں تو پھر یہہ
دو حال سے خالی نہیں۔ یہہ گواہ مسیح کے قرابت دار تھے
یا نہیں۔ اگر پہلی بات ہے تو پادری صاحب کے قول
کے بموجب کہ قرابتی کی گواہی ایسی باتوں میں جھوٹی
ہوتی ہے۔ یہہ سب کی سب جھوٹ ہوگئیں اور اگر
قریبی نہ تھے تو پھر دو حال سے خالی نہیں آیا وہ مسیح
کے دیکھنے والوں اور ایمان لانے والوں میں سے تھے
یا نہیں۔ پہلی بات کے ماننے سے اصحاب ٹھیرتے ہیں
اصحابیوں کی شہادت بھی یہاں پادری صاحب

کے نزدیک قابل تسلیم نہیں۔ پس اس سے بھی انجیلیں جھوٹی ٹھیرتی ہیں اور اگر وہ دیکھنے والوں میں سے نہ تھے تو پھر کس سے سنکر لکھا۔ اصحاب سے یا اقربا سے۔ اُن لوگوں کی گواہی مردود ہو چکی ہے۔ اور اگر کہیں کہ اپنی بناوٹ سے لکھا تو یہی ہمارا مطلب ہے۔ غرضیکہ ان میں سے جو شق تسلیم کریں اُسی کے بموجب اناجیل ضرور ہی جھوٹی ٹھیریں گی۔ اگر محرر کا فرمانے جائیں تو یہہ آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اس سے بھی بچاؤ نہ ہوا۔

پادری صاحب نے مولفان اناجیل اور احوالات درج شدہ انجیل کو سراسر غلط اور جھوٹ بنا دیا۔ خوب ہی کیا۔ مسیح بہت ہی راضی ہو گئے۔ خصوصاً پولوس اپنے احکام کی تعمیل پوری دیکھکر پادری صاحب کو دعائے لا ابتہ سے یاد کرینگے۔ حضرت سلامت چونکہ اقربا اور اصحاب ہر قول و فعل آدمی سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ حال دیکھا ہوا اُن کا لکھنا بہ نسبت اجنبی کے معتبر اور موثر ہوتا ہے۔

آٹھویں دلیل

مولفین کتب احادیث نے حالات اور معجزات محمد کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور نیز آنحضرت سے بلا واسطہ نہیں سنا۔ بلکہ سو دو سو برس بعد وفات آنحضرت کے متواتر سنے ہوئے حالات کو قلمبند کیا۔ اور نصف اُنہیں سے عدم اعتبار کے باعث ساقط کر دیئے گئے۔

جواب۔ یہاں پر پہلے اس بات کا جاننا ضروریات سے ہے کہ روایت لسانی جو تواتر کو پہونچ جائے قابل اعتبار ہے یا نہیں۔ اب ہم دعوے کرتے ہیں کہ ایسی روایت جو متواتر ہو ضرور واجب التسلیم ہوتی ہے چنانچہ جمہور اہل کتاب کیا یہودی کیا عیسائی سلفاً خلفاً روایات لسانیہ کو معتبر جانتے ہیں۔ بلکہ یہودیوں کے نزدیک مکتوب سے روایات لسانی کا زیادہ اعتبار ہے۔ اب ہم چند سندیں یہودیوں اور مسیحیوں کے علماء سے پیش کرتے ہیں جنسے روایات لسانیہ کا درجہ مکتوب سے بھی زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد دوسری مطبوعہ ۱۸۵۱ء میں
کتاب عزرا کے دیباچہ کی شرح میں کہتا ہے - یہودیوں
کا قانون دو قسم پر تھا - ایک مکتوب اُس کو توریت کہتے
تھے دوسرا غیر مکتوب اُسکو روایات لسانیہ کہتے تھے - اور
یہہ بھی دعوے کرتے ہیں کہ اللہ تعالے نے موسی ع کو
دونوں قسم کوہ طور پر عطا فرمائے تھے ہم کو بھی دونوں
ملے ایک بواسطہ کتابت دوسرا مشایخ کے وسیلے سے اس
واسطے اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ دونوں قسم مساوی ہیں اور
منجانب اللہ اور واجب التسلیم ہیں بلکہ دوسرے کو ترجیح
دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مکتوب ناقص ہے اور کامل ایمان
کا حصول بدون اعتبار روایت لسانی کے غیر ممکن ہے انتہی
اور ھارن صاحب اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء کی جلد دوسری
کے پہلے حصہ کے ساتویں باب میں فرماتے ہیں - ایک کتاب
مشنا جس میں یہودیوں کی روایات مختلفہ کا حال اور شروح
متون کتب مقدسہ کے ہیں اُن کا ظن اُس کے حق میں
یہہ ہے کہ جب خدا نے موسی کو توریت دی تھی تو یہہ
روایتیں بھی اُسوقت دی تھیں - پھر موسے نے ہارون

ادر العیاذر اور یوشع کو بہو بخیں اُن سے اور پیغمبروں کو اور پیغمبروں سے اور مشایخوں کو حتی کہ شمعون کو ملیں انتہی۔

اب عبارات مذکورہ سے صاف ثابت ہے کہ روایت لسانی کو یہودی مکتوب پر ترجیح دیتے ہیں۔ اب علماء مسیحی کا حال سنئے

یوسی بیس اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۸۴۷ء کی کتاب ثانی کے نویں باب کے صفحہ ۸۷ میں جو فرقہ پروٹسٹنٹ اور کاتلک کے نزدیک بڑی معتبر تاریخ ہے فرماتے ہیں۔ یعقوب حواری کے حال کے بیان میں کہ کلیمنٹ نے اپنی ساتویں کتاب میں اسی یعقوب کی بابت ایک حکایت یاد داشت کی لایق لکھی ہے اور یہہ ظاہر ہے کہ کلیمنس نے یہہ حکایت روایت لسانیہ سے جو اُسکو اباد اجداد سے ملی نقل کی ہے انتہی۔

پھر چوتھی کتاب کے پانچویں باب کے صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ہے۔ میں نے اسقفون اورشلیم کا حال ترتیب وار کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ لیکن روایت لسانی سے ثابت ہوا کہ وہ تھوڑی مدت ٹھیرے۔ الخ۔

پھر تیسری کتاب کے انتالیسوین باب کے صفحہ ۱۴۲ میں
لکھا ہے - بی پیس نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں کہا ہے -
کہ میں تمہارے نفع کے واسطے جو کچھ مشایخ اپنے سے
مجھ تک پہونچا لکھتا ہوں اور میں نے اُسکو تحقیقات
تام سے یاد کیا ہوا ہے تا کہ میری گواہی سے اُس کی
تحقیقات زیادہ ثابت ہوجاوے - کس واسطے کہ میں
ابتدا سے لغو نصیحتیں نہیں سنا کرتا تھا بلکہ جو لوگ
نصیحات حقہ (جو ہمارے سچے رب سے مروی ہیں)
جانتے تھے اُن کی کلام کان دھر کے سنتا تھا - اور جب
میں متبعین مشایخ سے کسیکو ملتا تو اُس سے یہی پوچھتا
کہ اندریاس یا پطرس یا فیلپس یا ثوما یا یعقوب یا متی یا
اور کوئی ہمارے رب کے شاگردوں سے یا ارستیون
یا پادری یوحنا ہمارے رب کے مرید نے کیا کہا کس واسطے
کہ جو فایدہ سنت احیا کا میں نے اُٹھایا ہے - وہ کتابوں
سے نہیں پایا - انتہے -
پھر چوتھی کتاب کے آٹھویں باب کے صفحہ ۱۵۱ میں لکھا
ہے - ہجیسی لوس مورخین سے مشہور ہے اُسکی تالیفات

سے جو اُس نے حواریوں سے روایات لسانی نقل کی ہیں ہیں نے بہت چیزیں نقل کیں اور اسی مصنف نے حواریوں کے مسایل جو اُسکو روایت لسانی سے ملی پانچ کتابوں میں بہت سہل عبارت سے لکھی - انتہے -

پھر پانچویں کتاب کے گیارہویں باب کے صفحہ ۲۰۶ میں کلیمنس کا قول نقل کرکے لکھا ہے - کہ یہہ کتابیں میں نے طلب رفعت کے واسطے نہیں لکھیں - بلکہ بوڑھا ہو جانے کے باعث اور اس واسطے کہ میرے سہو کے لئے تریاق ہوں میں نے اُن کو تفسیر کے طور پر جمع کیا گویا کہ وہ مسایل الہامیہ کے جس کو صادقین مبارکین سے میں نے سیکھا اور جن کے باعث میں منظم ہوا شرجیں ہیں - اور اول صادقین مبارکین میں سے یونی کوس جو یونان میں تھا اور دوسرا جو میگینا گریشیا میں رہتا تھا ایک اُن میں کا مصری دوسرا سریانی تھا - باقی سب مشرق کی طرف سے ایک اُن میں سے اسوریا کا اور ایک عبرانی اہل فلسطین سے تھا - پھر ایک اور شخص جو مصر میں مخفی اور افضل مشایخ کا تھا اُس سے ملا اس کے بعد پھر کسی سے نہیں - کسو واسطے

کہ اس سے زیادہ کوئی نہ تھا اور یہہ سب کے سب مشائخ بھی روایتیں جو پطرس اور یعقوب اور یوحنا وغیرہ سے منقول تہیں۔ یاد رکھتے تھے انتہے۔

پھر پانچویں کتاب کے بیسویں باب کے صفحہ ۲۱۹ میں ارینوس کا قول نقل کیا ہے یہہ حدیثیں بفضل اللہ میں نے اُمعان تام سے سنیں اور اُن کو اپنے سینہ میں لکھہ یا نہ کاغذ پر اور دوبارہ کرنے کی میری قدیمی عادت ہے۔ مگر بادیانت انتہے۔

پھر چھٹی کتاب کے تیرھویں باب کے صفحہ ۲۴۶ میں کلیمنس اسکندریانوس کا حال جو تبع تابعین حواریوں سے تہا لکھا ہے۔ اُس نے اپنی کتاب میں جو عید فصح کے بیان میں لکھی ہے کہا کہ دوستوں نے مجھ سے لکھنے اُن روایات کا جو میں نے استقفون سے سنی تہیں طلب کی۔ انتہے۔

پھر چھٹی کتاب کے اکتیسویں باب کے صفحہ ۲۶۳ میں لکھا ہے۔ ایفری کانوس نے اپنے رسالہ میں جو اب تک موجود ہے۔ اور ارستیدیس کی طرف بہی بہیجا گیا تہا۔ مسیح کے نسب نامہ کی بابت جو متی اور لوقا نے بیان کیا ہے۔ اُسی روایت سے

جو اُسکو آبا و اجداد سے ملی ہے تطابق دیا ہے۔ انتہے۔
پھر جان ملز کاتہلک اپنی دسویں کتاب مطبوعہ سنہ ۱۸۴۳ء کو رسالہ میں جو جیبس بردن کی طرف بھیجا تھا لکھتا ہے۔ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ کاتہلک کے ایمان کا مبنی صرف مکتوب ہی نہیں بلکہ عام ہے مکتوب ہو یا غیر مکتوب یعنے کتب مقدسہ اور روایات لسانیہ انتہے۔
پھر اُسی رسالہ میں کہتا ہے۔ ترتولین اپنی کتاب میں جو اہل بدعت کے رد میں بنائی اور شہر دھنان میں چھپی تھی صفحہ ۳۶ و ۳۷ کے اندر لکھتا ہے۔ کہ اہل بدعت کی عادت ہے۔ کہ استدلال اور تمسک کتب مقدسہ ہی سے پکڑتے ہیں اور یہہ بھی کہتے ہیں۔ کہ کتب مقدسہ مکتوبہ کے سوا اور کوئی چیز مبنی ایمان کے بنانے کے قابل نہیں اور اُسی کے موافق کہا جائے اس حیلہ سے اقویا کو اور ضعیفوں کو اپنی دام میں اور متوسطین کو شک میں ڈال دیتے ہیں اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ تم مسند لیں کتب مقدسہ کے ساتھہ کبھی مناظرہ جایز نہ رکھو کیونکہ کتب مقدسہ کی ترتیب ایسی نہیں جس سے دماغ اور بطن خالی کرنے کے سوا اور بہی

کوئی فایدہ نکلے اس واسطے رجوع طرف کتب مقدسہ کے غلط ہے کیونکہ ان کتابوں سے ایک امر کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ اگر کچھ حاصل بہی ہوا تو وہ بہی ناقص ہے۔ اور اگر یہہ امر بھی نہو۔ تو اس صورت میں بحث کرنی پڑیگی۔ کہ پہلے ثابت کیا جاسے کہ کتب مقدسہ کا علاقہ کس آدمی سے ہے۔ اور کس شخص نے کس وقت میں کس شخص کی طرف روایت پہونچائی جس کے باعث ہم مسیحی بنے۔ کس واسطے کہ وہ مکان جن میں احکام دین مسیحی اور عقاید اس کے ہیں وہاں صدق انجیل اور معانی انجیل کا پایا جاتا ہے۔ اور سب روایات دین مسیحی کے لسانی ہیں۔ انتہے۔

پہر اسی رسالہ میں کہا ہے۔ کہ ارجن نے کہا ہے کہ ہم کو اُن آدمیوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ کتب مقدسہ سے نقل کرکے کہدیتے ہیں۔ کہ کلام تمہارے پاس ہے۔ اُس میں دیکہو کیونکہ ہمکو لایق نہیں۔ کہ ہم کینہ والی روایت کو چھوڑدیں یا پہر بخایں الله پر جو روایت تسلسل سے ہمکو پہونچا اعتقاد کر بیٹہیں۔ انتہے۔

پہر اسی رسالہ میں کہا ہے۔ اِی ناینس نے اپنی کتاب میں

جو بدعتیوں کے مقابلہ میں لکھی تھی کہا ہے۔ اور رد اینٹ لسانیہ کو استعمال میں۔ کیونکہ کتب مقدسہ میں سب چیزیں نہیں پائی جاتیں انتہے۔

پھر اسی رسالہ میں کہا ہے۔ کہ یزانتم نے دوسرے رسالہ کے دوسرے باب کی چودھویں آیت کی شرح میں جو اہل تسالونیقی کی طرف ہے۔ اس بات کی تصریح کی ہے۔ کہ اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حواریوں سے ہم کو کل چیزیں بواسطہ تحریر نہیں پہونچیں بلکہ اکثر بدون تحریر کے بھی پہونچی ہیں۔ سو اعتبار میں دونوں مساوی ہیں۔ اسی واسطے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ روایت کنیسہ کی منشاء ایمان کا ہے۔ اور جب کوئی چیز روایت لسانی سے ثابت ہوجائے تو اس سے زیادہ ہم نہیں چاہتے انتہے۔

اگرچہ اس باب میں اور بھی سندیں بہت ہیں مگر طوالت ان کے لکھنے کی مانع ہے۔ اب اسانید مذکورہ سے صاف ثابت ہوگیا کہ سوا روایت لسانی کے کسی امر کا فیصلہ ہی نہیں ہوتا۔ جب اثبات تسلیم روایت لسانی کا بموجب اعتقاد یہودیوں اور عیسائیوں کے آپ سُن چکے ہیں۔

تو تدرسے احادیث کا حال بھی سن لیجئے - اہل اسلام پہلے ہی قرن میں درپے اہتمام احادیث ہو گئے تھے اور یہہ اہتمام اُن کا بہ نسبت صحیحین کے کئی درجہ اچھا تھا جیسا کہ قرآن کے حفظ کرنے میں اہتمام اُن کا آج تک بہ نسبت کتب مقدسہ کے بنظر انصاف کتنا بھاری ہے مگر اصحاب نے بسبب احتیاط اختلاط کلام الٰہی اور کلام رسول کے حدیثوں کو جمع نہیں کیا تھا - پھر تابعین نے مثل زہری رضہ وغیرہ جمع کرنا احادیث کا شروع کیا تھا - مگر اُن کو ابواب فقہ کی ترتیب کے مطابق لکھا نہیں تھا - جس صورت میں یہہ ترتیب احسن تھی تبع تابعین نے ایسا ہی انکو ضبط کیا چنانچہ امام مالک رضہ نے جو ۹۵ھ ہجری میں تولد ہوئے کتاب موطا مدینہ میں لکھی اور سفیان ثوری نے کوفہ میں وغیرہ ذالک پھر بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین کو احادیث صحیحہ کے لانے اور ضعیفہ کے چھوڑنے کی شرط پر لکھا - اور محدثین نے حدیث کی بابت بہت بڑی کوشش کی - چنانچہ اسمار الرجال ایک فن خاص حدیث کے واسطے تصنیف ہوا کہ جس سے راویان احادیث کا حال کہ حفظ اور دیانت میں وہ کیسے تھے معلوم

ہوتا ہے اور صحاح ستہ کی حدیثوں کا اسناد آنحضرت تک
برابر پہونچتا ہے اور بعض حدیثیں بخاری کی ثلاثی ہیں جو تین
وسیلہ سے حضرت تک پہونچتی ہیں اور صحیح حدیث تین قسم پر
ہے متواتر اور مشہور اور خبر واحد۔ متواتر وہ ہے جس کو
ہر زمانہ میں اتنا بکثرت لوگوں نے روایت کیا ہو کہ عقل انکے
جھوٹ بولنے کو محال جانے۔ جیسا کہ نماز کی رکعتوں کی تعداد
اور زکوۃ کا مقدار اور اکثر معجزات آنحضرت صلعم وغیرہ اور
مشہور وہ ہے جو اصحاب کے زمانہ میں مثل تواتر کی مشہور
نہ تھی۔ مگر تابعین کے زمانہ یا تبع تابعین کے زمانہ میں اسکا
اشتہار ہوگیا اور اخیر کے دونوں زمانوں سے کسی میں امت
نے قبول کر لیا ہو۔ پس یہہ بھی متواتر ہی کی طرح ہوتی ہے
جیسا کہ حکم رجم درباب زنا وغیرہ۔ اور خبر واحد وہ ہوتی ہے
جس کو ایک نے ایک سے یا ایک نے جماعت سے یا جماعت
نے ایک سے نقل کیا ہو۔ متواتر میں علم قطعی واجب اور
انکار اس کا کفر ہے اور مشہور میں علم طمانیت واجب اور
انکار اس کا بدعت اور فسق ہے۔ اور خبر واحد میں دونوں
علم مذکورہ سے کوئی بھی واجب نہیں۔ اثبات عقاید اور

اصول دین میں اُسکو کچھ دخل نہیں مگر عملیات میں اعتبار اُس کا باقی ہے۔ پادری صاحب سنئے تو یہاں انصاف کی آنکھیں بالکل بند کر دیں اور کہہ دیا کہ کچھ اعتبار نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ جیسے بے اعتباروں کا کیا ٹھکانا ہے۔ اس سے ان میں آپ نے اور بہائی بندوں نے بھی بہت سے ثابت جہان کر آخیر کو آپ کی طرح ندامت کے سوا اور کچھ حاصل نہ کیا۔ اب بھی شبہ بادنک تغیر آپ کی اناجیل پر آسکتا ہے۔ محررین اناجیل نے مسیح کے احوالات اور معجزات کو بچشم خود نہیں دیکھا اور نیز اُنہوں نے جو کچھ لکھا ہے اُسکو بلا واسطہ سنکر نہیں لکھا اور واسطہ بھی ایسا کہ جس کا صرف نام ہی نام ہے۔ در اصل کچھ بھی ٹھیک نہیں۔ اسی واسطے اناجیل کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔

نویں دلیل

ہر دانا آدمی جب تعصب کو ترک کرکے اکثر احادیث کے معانی کی طرف خیال کرے تو جان لے کہ اُن کے معانی

نفس الامر کے مطابق نہیں۔

جواب۔ یہہ دعوی پادری صاحب کا بلا دلیل اور بے سند ہے اور ہر دانا آدمی کے نزدیک غیر مسلم۔ احادیث صحیحہ میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں جس کے معنے عند العقل ممنوع ہوں۔ البتہ بعض معجزات جو خلاف عادت ہیں اور جنت اور دوزخ کا احوال اور فرشتوں کی کیفیت جنکی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ یہہ باتیں اگر پادری صاحب کسی دلیل سے ممنوع ٹھیراتے ہیں تو بیان دلیل کا پادری صاحب پر لازم اور یہی جواب دینا ضروریات سے ہے اور اگر اس لیے کہ دنیا میں اُن کی نظایر نہیں پائی جاتی تو یہہ ہمارے واسطے کچھ بھی مضر نہیں۔ کیونکہ اگر معجزہ حسب عادت ہو تو اُسکو معجزہ ہی نہیں کہا جاتا۔ پادری صاحب شاید عارضہ نسیان سے بہت لاچار ہیں۔ نہیں دیکھتے کہ معجزات موسوی و عیسوی سب خلاف عادت تھے۔ مثلاً عصا کا سانپ بننا اور ساحروں کے سب سانپوں کو نگل لینا۔ پھر بلا کم و کاست ویسا ہی ہو جانا۔ اور اس عالم کا اُس عالم پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ پادری صاحب اختلاف احوال

ملکوں کو نہیں دیکھتے کہ بعض جگہ ایک چیز پائی جاتی ہے اور
دوسری جگہ نہیں۔ ایک ولایت کے آدمی مثلاً دوسری
ولایت کے بعض عجائبات سنیں جو خاص اُسی میں پائی
جاتی ہیں تو وہ لوگ اُسکو بیشک بعید جانیں گے۔ بلکہ اکثر
انکار ہی کرینگے۔ مگر ساعت متواتر کو پہونچ جاتے۔ اور
بعض وقتوں میں دوسرے وقت کی نسبت بعض امور
بعید از عقل ظہور میں آتے ہیں۔ مثلاً اسوقت میں ریل
کے ذریعہ سے صد ہا کوس کا راستہ کاٹنا اور سمندر کا راستہ
دخانی جہازوں کے وسیلہ سے اور خشکی کا راستہ بگھی ڈاک
شکرم وغیرہ مراکب کے ذریعہ سے نکل جانا۔ جب یہہ چیزیں
نہیں بنی تہیں کیسا دشوار اور محال معلوم ہوتا تہا اور ایسا
ہی تار برقی کے ذریعہ سے چند منٹوں میں خبر کا آجانا وغیرہ۔
علاوہ اس کے پادری صاحب اناجیل کو نہیں دیکھتے۔ کہ
اُن کے مضامین بالکل خلاف واقع ہیں۔ مگر عادت کے
باعث مجبور ہیں۔ چنانچہ نمونہ کے طور کچھ ہم ہی لکھتے ہیں۔
پہلے تو دیکھئے کہ خدا کا یعقوب کے ساتھہ کشتی میں مغلوب
ہونا اور مریم کے رحم میں جنین بنکر نو مہینے تک رہنا اور پیدا

ہونے کے بعد یحییٰ کا مرید بننا اور اپنے بندوں کی نجات
کے لئے ازروئے عدالت کوئی صورت نہ دیکھنا۔ بجز اسکے
کہ خود ملعون ہوکر تین دن تک دوزخ میں رہے اور ایک
شخص کا خدا بھی اور انسان بھی اور ابد بھی ہونا عند العقل
سراسر ممتنع ہے۔

اور حزقیال کے چوتھے باب میں لکھا ہے۔ ۱۔ اور اے آدم زاد
تو ایک کپڑا اُٹھالے اور اپنے آگے رکھ دے۔ اور اُسپر
یروشلم شہر کی تصویر کھینچ۔ ۲۔ اور اُس کا محاصرہ کر اور
اُس کے مقابل برج بنا اور اُس کے سامنے ایک دمدمہ
باندھ اور اُس کے گرد خیمہ کھڑا کر اور اُس کے گھیرے میں
منجنیق لگا۔ ۳۔ پھر اپنے لئے لوہے کا ایک توا لے اور
اپنے اور شہر کے درمیان اُسے نصب کر کہ وہ لوہے کی
دیوار ٹھیرے اور تو اپنا منہ اُس کے مقابل کر اور وہ گھیری
جانے کی حالت میں ہو اور تو اُس کا گھیرنے والا ہوگا یہ
اہل اسرائیل کے لئے نشان ہو۔ ۴۔ پھر تو بائیں کروٹ لیٹ
رہ اور اہل اسرائیل کی بدکاری اُسپر رکھدے جتنے دنوں
تک تو لیٹا رہے گا تو اُنکی بدکاری کا حامل رہے گا۔ ۵۔ پر

ہیں نے اُن کی بدکاری کے برسوں کو اُن دنوں کے شمار
کے مطابق جو تین سو نوّے دن ہیں تجھ پر رکھا سو تو اہل
اسرائیل کا گناہ اُٹھالیگا۔ ۶۔ اور جب تو اُنہیں پورا کر چکے پھر
دہنی کروٹ لیٹ رہ اور چالیس دن تک اہل یہودا کی بدکاری
کا حامل ہو میں نے تیرے لئے ایک ایک سال کے بدلے
ایک ایک دن مقرر کیا۔ ۷۔ پھر یروشلم کی طرف جس کا محاصرہ
ہو رہا اپنا مُنہ کر اور اپنا بازو ننگا کر اور اُسکی بربادی کی بابت
نبوّت کر۔ ۸۔ اور دیکھ میں تجھپر بندھن ڈالونگا کہ تو کروٹ
سے کروٹ پر نہ پھرے۔ جب تک اپنے محاصرہ کے دنوں
کو پورا نہ کرے۔ ۹۔ اور تو اپنے لئے گیہوں اور جو اور باقلا
اور مسور اور چینا اور باجرہ لے اور اُنہیں ایک برتن میں
رکھ اور اُنکی اتنی روٹیاں پکا کہ جتنے دنوں تک تو کروٹ
لیتا رہے۔ تو تین سو نوّے دن تک اُنہیں کھایا کر۔ ۱۰۔ اور
تیرا کھانا کہ تو کھائیگا سو ایک ایک دن کے لئے بیس بیس
مثقل کو وزن کر کے کھا تو وقت بوقت اُسے کھایا کر۔ ۱۱۔
تو پانی بھی اندازہ سے ایک ہین کا چھٹواں حصہ پیئیگا۔ تو
وقت اُسے پیا کر۔ ۱۲۔ اور تو جو کے پھلکے کھایا کریگا۔ اور تو

اُن کی آنکھوں کے سامنے انسان کے گوہ سے اُنہیں پکائیگا انتہے۔

اور ترجمہ عربیہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یہہ فقرہ ایسا لکھا ہے کہ جو کی روٹی کو انسان کے گوہ سے ملایا کریگا۔ عبارت عربی وتلطخہ بزبل یخاج من الانسان انتہے۔ یہاں پہلے تو خداوند تعالے کے احکام کو دیکھنا چاہیئے خصوصاً تین احکام جو حزقیال کی نسبت صادر ہوئے ہیں۔ پہلے یہہ کہ بائیں کروٹ پر تین سو نوّے دن تک لیٹے اور آل اسرائیل کے گناہ اُٹھائے پھر دائیں کروٹ پر چالیس دن تک لیٹے اور آل یہودا کے گناہ اُٹھائے۔ پھر دائیں کروٹ پر چالیس دن تک لیٹے اور آل یہودا کے گناہ اُٹھائے۔ دوسرا یہہ کہ اپنے مُنہ کو محاصرہ اورشلیم کی طرف متوجہ کر ایسی حالت میں کہ بازو بندھے ہوئے ہوں اور کروٹ سے کروٹ پر نہ پھر سکے۔ جب تک محاصرہ کے دن پورے نہوں تیسرا یہہ کہ تین سو نوے دن تک فی یوم ایک روٹی انسان کے گوہ سے ملے ہوئی کھائے۔ معاذ اللہ ایسے حکم خدا کے نہیں ہوا کرتے کہ خدا اپنے نبیوں کو گوہ کہانے کا حکم دے۔ ہاں

البتہ پادری صاحبان کا خدا ایسی نعمتیں اہل تثلیث کو عنایت فرماتا ہے۔

دسویں دلیل

احادیث باہم مختلف ہیں

جواب

پادری صاحب نے احادیث کی نسبت منہ پھاڑ کر یہ اعتراض کر دیا ہے۔ حالانکہ ایک طبقہ کی احادیث میں ہرگز اختلاف نہیں۔ اور جہاں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ اہل حدیث فوراً اُس کی تطبیق کر سکتے ہیں۔ لیکن اپنی الہامیہ کتابوں کی طرف نہ دیکھا۔ جن میں زمین و آسمان کا اختلاف ہے چنانچہ بطور نمونہ ہم یہاں چند اختلافات انجیل بیان کرتے ہیں۔ اور اہل دانش سے انصاف چاہتے ہیں۔ کہ جس کتاب میں یہاں تک تناقض اور اختلافات ہوں۔ کیا وہ کلام الہی

ہو سکتی ہے۔

(۱) لوقا ۲۳ باب ۲۶ مرقس ۱۵ باب ۲۱ متی ۲۷ باب ۳۲ میں لکھا ہے کہ مسیحؑ کی صلیب دینے کے وقت شمعون قرینی کے سر پر اٹھا کر لے چلے تھے۔ لیکن یوحنا ۱۹ باب ۱۷ میں لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ اپنی صلیب آپ اٹھائے ہوئے تھے۔

(۲) متی ۲۷ باب ۴۴ میں ہے۔ کہ دو چور بھی جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے اُسے طعنہ مارتے تھے۔ ایسا ہی مرقس ۱۵ باب ۳۲ میں ہے۔ لیکن لوقا ۲۳ باب ۳۹ میں ہے۔ کہ صرف ایک چور حضرت مسیحؑ کو طعنہ مارتا تھا اور دوسرا اُس طعنہ کرنے والے کو ملامت کرتا تھا اور مسیحؑ کی حمایت میں تھا۔

(۳) سب انجیلوں کے پچھلے باب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے گیارہ حواریوں کے اور کسی نے مسیحؑ کو جی زندہ ہوا نہیں دیکھا (متی ۲۸ باب ۱۶) وغیرہ۔ اور اعمال لوقا کے ۱۰ باب ۴۰۔۴۱ میں ہے۔ کہ خدا نے تیسرے دن اُٹھایا اور اسے ظاہر ہونے دیا۔ ساری قوم پر نہیں بلکہ ان گواہوں

پر کہ آگے سے خدا کے چنے ہوئے تھے۔ یعنی ہم پر جنہوں نے
اس کے مردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد اُسکے ساتھ کھایا
اور پیا۔ اور اُس نے ہمیں حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کرو
اور گواہی دو۔ ایسا ہی اعمال ۱۳ باب ۳۱ میں ہے۔ لیکن
اقرنتی ۱۵ باب ۵ میں ہے کہ مسیح ۲ بارھوں کو نظر آیا۔ حالانکہ
بارہ اُسوقت حواری بھی نہیں تھے۔ بارھواں عروج مسیح ۲
کے بعد بجائے یہودا اسخریوطی شامل کیا گیا (اعمال ۱)۔
اُس کے بعد اقرنتی ۱۵ باب ۶ میں لکھا ہے۔ کہ بعد اُس کے ۵۰۰
بھائیوں سے زیادہ تھے۔ جنہیں وہ ایک بارہ دکھائی دیا۔
اناجیل میں تو سوائے گیارہ کے سوا گیارہ تک کا لفظ ہی نہیں
ہے۔ مگر پولس نے نہ صرف ۳۰۰۔۴۰۰ بلکہ ۵۰۰ آدمی کو
یکبارہ دکھائی دینے کا ذکر کیا۔ حالانکہ مسیح ۲ کے شاگرد
ملکے ۲۰۰ بھی نہ تھے (اعمال ۱ باب ۱۵) اور چونکہ انجیلوں
میں اسکا ذکر نہیں۔ اس لئے پولس کو اتنا فقرہ اور بڑھانا
پڑا کہ اکثر ان (۵۰۰) میں سے اب تک موجود ہیں۔ تاکہ
معلوم ہو کہ دیکھنے والوں سے سنکر پولس نے یہ بات
لکھی ہوگی۔ مگر کیا متی۔ یوحنا۔ پطرس۔ یعقوب۔ یہودا وغیرہ

اُن میں موجود تھے - جنہوں نے اپنی انجیلوں میں ۵۰۰ کا ذکر تک نہیں کیا - تاکہ مسیحؑ کے جی اُٹھنے پر اناجیل میں کامل شہادت ہوتی - اور اگر یہی موجود تھے - تو اور کہاں سے آگئے جو ۵۰۰ سے زیادہ جمع ہوگئے +

(۴۳) انجیل متی ۸ باب ۵ میں لکھا ہے کہ کفرناحم کا صوبیدار خود حضرت عیسیٰؑ کے پاس آیا اور اُس نے حضرت عیسیٰ سے آکر کہا - کہ میرا چھوکرا بہت بیمار ہے آپ اُسے اچھا کر دیجئے - لیکن لوقا کے باب ۱۰-۱ میں ہے - کہ صوبیدار خود ہرگز حضرت مسیحؑ کے پاس نہیں آیا - بلکہ اُسکی طرف سے یہودیوں کے کئی ایک بزرگ اور صوبیدار کے دوست حضرت عیسیٰؑ کے پاس آئے تھے اور اُنہوں نے آکر حضرت عیسیٰ سے یوں بیان کیا - کہ صوبیدار ہمارا بڑا خیرخواہ ہے + آپ اُس کے غلام کو اچھا کر دیجئے - انجیل کا ریفرنس دیکھو یہ ایک ہی واقعہ ہے جس کی نسبت یہ اختلاف فاحش ہے - کہاں صوبیدار کا خود حضرت مسیحؑ کے پاس آنا اور کہاں صوبیدار کا حضرت مسیحؑ کی ملاقات تک نہ کرنا - بلکہ آتے آتے ہی کو راستہ میں ہی رُکوا کر دعا منگانا۔

(۲۵) مرقس ۱۶ باب میں لکھا ہے کہ کئی ایک عورتیں حضرت مسیحؑ کی قبر پر گئیں اور انہوں نے وہاں ایک شخص کو سفید پوشاک پہنے ہوئے دیکھا۔ مگر لوقا ۲۴ باب میں ہے کہ انہی عورتوں نے دو شخصوں کو چمکیلی پوشاک پہنے ہوئے دیکھا اسی طرح چاروں انجیلوں میں اس کی بابت اختلاف ہے۔

(۲۶) انجیل متی ۲۶ باب ۲۹ میں ہے کہ میں تم سے کہتا ہوں انگور کے پھل کا رس پھر نہ پیوں گا۔ اس دن تک کہ تمہارے ساتھ اپنے باپ کی بادشاہت میں نیا نہ پیوں۔ مگر مرقس ۱۲ باب ۲۵ میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن مردے فرشتوں کی طرح رہیں گے۔ یعنی نہ کچھ کھائیں گے نہ پئیں گے۔ اور نامہ رومیاں ۱۴ باب ۱۷ میں لکھا ہے کہ خدا کی بادشاہت میں کھانا پینا نہیں۔ اب دیکھو کہ ان بیانات میں کس قدر اختلاف ہے۔ پہلے حوالوں سے تو ظاہر ہے کہ آسمانی بادشاہت یعنی بہشت میں انگور کا رس (شراب طہور) پینے کو ملے گا۔ مگر دوسری جگہ لکھا ہے کہ بہشت میں کوئی کھانے پینے کی چیز نہیں۔ محض فقرہ فاقہ ہے۔

(۲۷) اعمال لوقا کے شروع میں ہے کہ لوقا نے مسیحؑ کی سب

باتوں کو اپنی انجیل میں درج کردیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ
اے تھیوفلس وہ پہلی کیفیت میں نے تصنیف کی۔ اُن سب
باتوں کو جو کہ یسوع شروع سے کرتا اور سکھوتا رہا۔ اُس دن
تک کہ وہ اپنے رسولوں کو جنہیں اس نے چنا تھا۔ حکم دیکر
اوپر اُٹھایا گیا۔ لیکن انجیل یوحنا کے آخر میں لکھا ہے کہ پر اور
بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے۔ اور اگر وے جدا
جدا لکھے جاتے۔ تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں
تو دنیا میں نہ سما سکتیں۔

ان دونوں انجیلوں کا اختلاف اظہر من الشمس ہے۔ پہلا انجیل
نویس تو کہتا ہے کہ میں نے مسیح ؑ کی ساری سرگذشت شروع
سے آخر تک لکھی ہے۔ لیکن دوسرا کہتا ہے کہ مسیح ؑ کا حال
پاسنگ بھی نہیں لکھا گیا۔ ابھی بے انتہا کام باقی رہ گئے۔
جو حالات مسیح ؑ کی انجیل یوحنا میں لکھے نہیں گئے۔ اسکی تفسیر
یوحنا حواری خود ۲۰ باب ۳۱ میں کرتا ہے۔ کہ اور بہت سے
اور معجزے جو اس کتاب میں لکھے نہیں گئے۔ یسوع نے
اپنے شاگردوں کے سامنے دکھائے۔

کتاب مقدس مطبوعہ ۱۸۸۳ء میں بہت سے کاموں کا

کا اشارہ انہی معجزات کی طرف کیا گیا ہے جو یسوع نے
شاگردوں کو دکھلائے ۔ اب اس مبالغہ اور دونوں کی اختلاف
کا حال دیکھکر خود انصاف کرو ۔ کہ یہہ الہامی کتاب کا خاصہ
اور آسمانی کتاب کی طرز تحریر ہے؟

(۸) متی ۱۵ باب ۳۰ میں ہے کہ مسیح جلیل کے دریا کے نزدیک
آیا اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر بیٹھا ۔ اور بہت جماعتیں لنگڑوں
اندھوں گونگوں اور ٹنڈوں اور ان کے سوا بہتیروں کو ساتھ
لیکر اس کے پاس آئیں اور انہیں یسوع کے پاؤں پر ڈالا
اور اس نے انہیں چنگا کیا ۔ انتہی ۔

اور اس قصہ کو مرقس نے ۷ باب ۳۱ میں یوں نقل کیا ہے
کہ مسیح جلیل کے دریا کے پاس آیا ۔ اور انہوں نے ایک
بہرے کو جس کی زبان میں لکنت تھی ۔ اس پاس لاکے اسکی
منت کی کہ اپنا ہاتھ اسپر رکھے ۔ وہ اسکو بھیڑ میں سے کنارے
لیگیا ۔ اور اپنی انگلیاں اس کے کانوں میں ڈالیں ۔ اور اپنا
تھوک لے کے اس کی زبان پر لگایا ۔ اور آسمان کی طرف
نظر کرکے ایک آہ کی اور اسے کہا افتاح ۔ یعنی کھل جا تو وہیں
اسکے کان کھل گئے ۔ اور اسکی زبان کی گرہ بھی کھل گئی ۔

اور وہ خوب بولنے لگا۔ انتہےٰ۔

اب دیکھو۔ کہ کہاں بہت سی جماعتیں گونگوں۔ ٹنڈوں۔ اندہوں وغیرہ کی اور کہاں صرف ایک شخص گونگا بہرہ۔ کہاں پاؤں میں ڈالنا اور سقا ہوجانا اور کہاں علٰحدہ ہوجانا۔ اور زبان کا مس کرنا۔ اور انگلیاں کانوں میں ڈالنا۔ یہہ دونوں قصے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

(۹) متی ۲۰ باب ۳۰ میں لکھا ہے۔ کہ اریحا سے نکلتے ہوئے مسیح کو دو اندھے ملے اور وہ بینا ہوکر مسیح ؑ کے پیچھے ہولیے مگر مرقس ۱۰ باب ۴۶ میں لکھا ہے۔ کہ یریحو سے نکلتے ہوئے مسیح ؑ کو صرف ایک اندھا ملا۔ جو بینا ہوکر مسیح ؑ کے پیچھے ہولیا انتہےٰ۔

(۱۰) متی ۲۰ باب ۲۰ میں ہے کہ زبدی کے بیٹوں کی ماں نے حضرت مسیح ؑ سے سوال کیا۔ لیکن مرقس ۱۰ باب ۳۵ میں ہے کہ زبدی کے بیٹوں یعقوب اور یوحنا نے خود مسیح سے وہ سوال کیا تھا۔ حالانکہ دونوں جگہ ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے۔

(۱۱) قرنتی ۵ باب ۱۱ میں ہے۔ کہ شرابی وغیرہ کے ساتھہ

کھانا تک نہ کھاتا۔ لیکن اقرطاؤسس ۵ باب ۴ ۲ میں ہے کہ ناتے اور اکثر کمزوریوں کے واسطے تھوڑی مے پی۔

(۱۳) یوحنا ۵ باب ۲۲ میں ہے کہ اس نے ساری عدالت بیٹے کو سونپ دی ہے۔ لیکن اقرنتی ۶ باب ۲ میں ہے۔ کہ مقدس لوگ دنیا کی عدالت کرینگے۔

(۱۴) متی ۵ باب ۱۸ میں حضرت مسیح ؑ فرماتے ہیں۔ کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک شوشہ یا ایک لفظ توریت کا نہیں ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہو۔ لیکن عبرانی ۷ باب ۱۸ میں ہے۔ کہ اگلا حکم اس لئے کہ کمزور اور بے فایدہ تھا۔ اٹھ گیا۔

(۱۴) زبور ۱۹ میں ہے کہ خداوند کی توریت کامل ہے۔ لیکن عبرانی ۷ باب ۱۹ میں توریت یعنی شریعت کو ناکامل اور ۸ باب ۷ میں عہد عتیق کو عیب دار کہا گیا ہے۔ رومی ۴ باب ۱۵)

(۱۵) انجیل میں جابجا لکھا ہے کہ کفارہ مسیح ؑ سے مسیح ؑ کے خون پر ایمان لانے والوں کے گناہ معاف ہو گئے۔ لیکن عبرانی ۱۰ باب ۲۶ میں ہے۔ کہ سچائی کی پہچان کے بعد عمداً

گناہ کرنے کے لیے کوئی کفارہ نہیں۔ پس مسیح ؑ کا مصلوب ہونا بالکل بے سود ہوگیا۔ کیونکہ دنیا میں ایسا کوئی شخص نہیں جس نے کوئی نہ کوئی عمداً گناہ نہ کیا ہو۔

(۲۱) نامہ یعقوب ۲ باب ۲۰-۲۴ میں ہے کہ ایمان بدون اعمال کے مُردہ ہے۔ اور کہ آدمی اعمال سے راستباز ٹھیرایا جاتا ہے اور صرف ایمان سے نہیں۔ لیکن رومی ۳ باب ۲۸ وغیرہ میں ہے کہ آدمی ایمان ہی سے بے اعمال شریعت کے راستباز ٹھیرتا ہے پس ان دونو مسایل اعتقادی میں کس قدر تناقض ہے۔

یہہ چند اختلافات بطور نمونہ کے یہاں بیان کیئے گئے ہیں ورنہ بائیبل میں جس قدر ایک دوسرے سے متناقض مضامین موجود ہیں۔ اُن کے واسطے ایک مبسوط کتاب چاہیئے۔ غور طلب بات ہے کہ ایسی کتاب جس میں اسقدر بیّن اختلاف ہیں کلام الٰہی ٹھیر سکتی ہے۔ اور کیا خدا تعالے کا الہام ایسا متناقض ہو سکتا ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں؟۔

افسوس ہے کہ پادری عماد الدین صاحب نے اس الہامی کتاب کے اختلافات کی طرف نظر نہیں کی جنکی تفسیر قیامت

ثابت کرنا چاہیں تو نہیں ہو سکتی اور احادیث کی نسبت محض تعصب اور عناد اور کور باطنی سے اعتراض جڑ دیا۔ کہ وہ مختلف ہیں۔ اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ حالانکہ محققین کے نزدیک احادیث صحیحہ میں مطلق اختلاف نہیں۔ اور جو بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے فوراً اس کی تطبیق ہو سکتی ہے فتفکروا یا اولے الالباب۔

قرآن شریف کا کلام الہی ہونا بمقابلہ اور کتب الہامیہ کے

(از براہین احمدیہ)

خاکساریم و سخن از رہِ غربت گوئیم
یعلم اللہ کہ بکس نیست غبارے مارا

ما نہ بیہودہ پئے ایں سر و کارے بردیم
جلوۂ حسن کشد جانبِ یارے مارا

صاحبو انسان کی دانشمندی اور زیرکی سب اسی میں ہے کہ
وہ اُن اصولوں اور اعتقادوں کو جو بعد مرنے کے موجب سعادت
ابدی یا شقاوت ابدی کا ٹھیریں گے اسی زندگی میں خوب
معلوم کر کے حق پر قایم اور باطل سے گریزاں ہو اور اپنے
اُن نازک عقاید کی بنا کہ جن کو مدار نجات کا جانتا ہے اور
اور آخری خوشحالی کا باعث تصور کرتا ہے۔ ثبوت کامل
اور مستحکم پر رکھے اور ایسی باتوں پر جو بچپن میں کسی دایہ یا لونڈی
والی یا ماں نے سکھائی تھیں مغرور اور فریفتہ نہ رہے کیونکہ
صرف اُن اوہام اور خیالات پر بھروسہ کر کے بیٹھے رہنا۔ کہ
جنکی حقیقت کی اپنے ہاتھ میں ایک بھی دلیل نہیں حقیقت
میں اپنے نفس کو آپ دھوکا دینا ہے۔ ہر ایک عاقل
جانتا اور سمجھتا ہے کہ ایسی کتابیں یا ایسے اصول کتابوں
کے کہ جنکو مختلف قوموں نے خدا کی رضامندی اور اپنی
رستگاری کا وسیلہ سمجھ رکھا ہے۔ اور جن کے نہ ماننے سے
ایک قوم دوسری قوم کو دوزخ کی طرف بھیج رہی ہے علاوہ
شہادت الہامیہ کے دلایل عقلیہ سے بھی ثابت کرنا اشد ضروری
ہے۔ کیونکہ اگرچہ شہادت الہامی بڑی معتبر چیز ہے۔ اور

استکمال مراتب یقین کا اُسی پر موقوف ہے لیکن اگر کوئی
کتاب مدعی الہام کی کسی ایسے امر کی تعلیم کرے کہ جس کے
امتناع پر کھلا کھلی دلایل عقلیہ قایم ہوتی ہیں۔ تو وہ امر ہرگز
درست نہیں ٹھہر سکتا بلکہ وہ کتاب ہی باطل یا محرّف یا
مُبدّل المعنی کہلائے گی کہ جس میں کوئی ایسا خلاف عقل
امر لکھا گیا ہیں جبکہ تصفیہ ہر یک امر کے جایز یا ممتنع ہونے کا
عقل ہی کے حکم پر موقوف ہے اور ممکن اور محال کی شناخت
کرنے کے لئے عقل ہی معیار ہے تو اس سے لازم آیا۔ کہ
حقیقت اُصول نجات کی بھی عقل ہی سے ثابت کی جائے
کیونکہ اگر اصول مذاہب مختلفہ کے دلایل عقلیہ سے ثابت
نہ ہوں بلکہ اُن کا باطل اور ممتنع اور محال ہونا ثابت ہو۔ تو
پھر ہمیں کیونکر معلوم ہو کہ زید کے اصول سچے اور بکر کے
جھوٹے ہیں یا ہندؤں کی پُستک غلط اور بنی اسرائیل کی
کتابیں صحیح ہیں اور نیز اگر حق اور باطل میں عقلاً کچھ فرق
قایم نہ ہو تو پھر اس حالت میں کیونکر ایک طالب حق کا
جھوٹ اور سچ میں تمیز کرکے جھوٹ کو چھوڑے اور سچ کو
اختیار کرے اور کیونکر ایسے اُصولوں کے نہ ماننے سے کوئی

شخص خدا وند تعالیٰ کے حضور میں ملزم ٹھہریگا - اور جبکہ ہم
فی الحقیقت اپنی نجات کے لئے ایسے عقاید کے محتاج ہیں
کہ جنکا حق ہونا دلائل عقلیہ سے ثابت ہو تو پھر یہہ سوال
ہوگا کہ وہ عقاید حقہ کیونکر ہمیں معلوم ہوں - اور کس یقینی
اور کامل اور آسان ذریعہ سے ہم اُن تمام عقاید کو معہ اُنکی
دلائل کے بآسانی دریافت کرلیں اور حق الیقین کے مرتبہ
تک پہونچ جائیں - پس اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے
اور وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف
اور مشقت اور مزاحمت شکوک اور شبہات اور خطا اور
سہو کے اُصول صحیحہ معہ اُن کی دلائل عقلیہ کے معلوم ہو
جائیں اور یقین کامل سے معلوم ہوں - وہ قرآن شریف
ہے اور بجز اُس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں - اور
نہ کوئی ایسا دوسرا ذریعہ ہے کہ جس سے یہہ مقصد اعظم
ہمارا پورا ہوسکے - صاحبو میں نے بہ یقین تمام معلوم
کرلیا ہے اور جو شخص اُن باتوں پر غور کریگا کہ جن پر
میں نے غور کی ہے وہ بہ یقین تمام معلوم کرلیگا کہ وہ
سب اُصول کہ جنپر ایمان لانا ہریک طالب سعادت پر

واجب ہے اور جن پر ہم سب کی نجات موقوف ہے۔ اور
جن سے ساری اُخروی خوشحالی انسان کی وابستہ ہے وہ
صرف قرآن شریف ہی میں محفوظ ہیں اور باقی سب کتابوں
کے اصول بگڑ گئے ہیں اور ایسی جعلی اور مصنوعی اور اس
قدر طریقہ مستقیمہ حکمت اور مجری طبعی سے دور جا پڑے
ہیں۔ کہ اُن کے لکھنے سے بھی ہمیں شرم آتی ہے اور یہہ
قول ہمارا بلا تحقیق نہیں ہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کتاب
کی تالیف سے پہلے ایک بڑی تحقیقات کی گئی اور ہر یک
مذہب کی کتاب دیانت اور امانت اور غوض اور تدبر
سے دیکھی گئی اور قرآن مجید اور اُن کتابوں کا باہم مقابلہ
بھی کیا گیا اور زبانی مباحثات بھی اکثر قوموں کے بزرگ
علماء سے ہوتے رہے۔ غرض جہاں تک طاقت بشری
ہے ہر یک طور کی کوشش اور جان فشانی اظہار حق کے لئے
کی گئی۔ بالآخر تمام تحقیقاتوں سے یہہ امر بپایۂ ثبوت پہونچ
گیا۔ کہ آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک
قرآنِ مجید ہی ہے کہ جس کا کلامِ الٰہی ہونا دلائلِ قطعیہ سے
ثابت ہے جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع

فطرتی پر پہنچا ہیں جس کے عقاید ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ اُن کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں۔ جس کے احکام حق محض پر قایم ہیں جس کی تعلیمات ہر یک طرح کی آمیزش شرک اور بدعات اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کے لئے انتہا کا جوش ہے جس میں یہہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جناب الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا دہبہ نقصان اور عیب اور نالایق صفات کا ذات پاک حضرت باری تعالےٰ پر نہیں لگاتا۔ اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم کرانا نہیں چاہتا۔ بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اُس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے۔ اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے اور ہر یک اصول کی حقیقیت پر دلایل واضح بیان کر کے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہونچاتا ہے اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقاید اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں اُن تمام مفاسد روشن براہین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جنکا جاننا

انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہر یک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آج کل پھیلا ہوا ہے اس کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانون فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دلی اور بصیرت قلبی کے لئے ایک آفتاب چشم افروز ہے اور عقل کے اجمال کو تفصیل دینے والا اور اس کے نقصان کا جبر کرنیوالا ہے۔ لیکن دوسری کتابیں جو الہامی کہلاتی ہیں جب ان کی حالت موجودہ کو دیکھا گیا تو بخوبی ثابت ہو گیا جو وہ سب کتابیں ان صفات کاملہ سے بالکل خالی اور عاری ہیں اور خدا کی ذات اور صفات کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیاں ان میں پائی جاتی ہیں اور مقلد ان کتابوں کے عجیب عجیب عقائد کے پابند ہو رہے ہیں۔ کوئی فرقہ ان میں سے خدا کو خالق اور قادر ہونے سے جواب دے رہا ہے اور قدیم اور خود بخود ہونے میں اس کا بھائی اور حصہ دار بن بیٹھا ہے اور کوئی بتوں اور مورتوں اور دیوتوں کو اس کے کارخانہ میں دخیل اور اس کی سلطنت کا مدار المہام سمجھ

رہا ہے کوئی اُس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں اور
پوتے اور پوتیاں تراش رہا ہے اور کوئی خود آسی کو
کچھ اور کچھ کا جنم دے رہا ہے۔ غرض ایک دوسرے
سے بڑھ کر اُس ذاتِ کامل کو ایسا خیال کر رہے ہیں کہ
گویا وہ نہایت ہی بد نصیب ہے کہ جس کمال تام کو اُسکی
لئے عقل چاہتی تھی وہ اُسکو میسر نہ ہوا۔ اب اسے بہائیو
خلاصہ کلام یہہ ہے کہ جب میں نے ایسے ایسے باطل عقائد
میں لوگوں کو مبتلا دیکھا اور اس درجہ کی گمراہی میں پایا۔ کہ
جس کو دیکھکر جی بہیل آیا اور دل اور بدن کانپ اُٹھا
تو میں نے اُن کی رہنمائی کے لئے اس کتاب کا تالیف کرنا
اپنے نفس پر ایک حق واجب اور دین لازم دیکھا۔ جو بجز
ادا کرنے کے ساقط نہوگا۔ چنانچہ مسودہ اس کتاب کا
خدا کے فضل اور کرم سے تھوڑے ہی دنوں میں اور ایک
قلیل بلکہ اقل مدت میں جو عادت سے باہر تھی طیار ہو گیا
اور حقیقت میں یہہ کتاب طالبانِ حق کو ایک بشارت اور
منکرانِ دینِ اسلام پر ایک حجتِ الٰہی ہے کہ جس کا جواب
قیامت تک اُن سے میسر نہیں آسکتا۔

بیا ای طلبگار صدق و صواب — بخوان از سر هوش و فکر این کتاب
نگر تا بر کتابم فتد یک نگاه — بدانی که تا جنت این ست راه
نگر شرط انصاف حق پروریست — که انصاف مفتاح دانشوریست
دو چیز است چوبان دنیا و دین — دل روشن و دیدهٔ دوربین
کسی کو خرد دارد و نیز داد — نخواهد مگر راه صدق و سداد
نپیچید سر از آنچه پاکست و راست — نتابد سر از آنچه حق و بجاست
چو بیند سخن را ز حق پروری — وگر در سخن کم کند داوری
الا ای که خواهی نجات از خدا — بقصر نجات اندر حق درآ
بحق گرد و حق را بخاطر نشان — منه دل بباطل چو کژ خاطران
مشو عاشق زشت رو زینهار — وگر خوب کم گردد از روزگار
زمین از زراعت تهی داشتن — به از تخم خار و خسک کاشتن
اگر گرددت دیدهٔ عقل باز — بجوئی ره حق ز عجز و نیاز
طلبگار گردی بصدق دلی — بخواب اندر اندیشه هم نگسلی
نگیری دمی استراحت از آن — مگر چون ز حق باز یابی نشان
اجل بر سرت هستی است چون حباب — تو زین سان سر اندر نهاده بخواب
بآبا و اجداد پیشین نگر — که چون درگذشتند زین رهگذر
بیادت نماندست انجام شان — فراموش کردی در اندک زمان

خورد با اجل حیلت از کرو بند　　چه دیوار داری کشیده بلند
چو ناگه نهنگ اجل در کشد　　چرا آدمی این چنین سر کشد
به بنیاد این دل منه ای جوان　　تماشای آن بگذرد ناگهان
به دنیا کسی جاودانه نماند　　به یک رنگ وضع زمانه نماند
بدست خود از حالت دردناک　　سپردیم بسیار کس را به خاک
چو خود دفن کردیم خلقی کثیر　　چرا یاد ناریم روز اخیر
ز خاطر چرا یاد شان افگنیم　　نه ما آهنین جسم و روئین تنیم
بترس ای معاند ز قهر خدا　　که سخت است قهر خداوند ما
به ناکردن ترس پروردگار　　بسا شهر ویران شدند و دیار
ازان بی هراسان نشانی نماند　　نشانی چه یک استخوانی نماند
همه زیرکی در هراسیدن است　　وگرنه بلا بر بلا دیدن است
به ناپاکی و خبث ها زیستن　　به از این چنین زیست نازیستن
بیا تو به سوی انصاف گام　　زکین توبه کردن چرا شد حرام
یقین دان که قولم ز حق پروریست　　نه لاف و گزاف ست نی سرسریست
به هر مذهبی غور کردم بسی　　شنیدم بدل حجت هر کسی
بخواندم ز هر ملتی دفتری　　بدیدم ز هر قوم دانشوری
تمام از کودکی سوی این تاختم　　درین شغل خود را بسی باختم

جدا ای همه اندرین باختنم — دل از غیر این کار پرداختم
بماندم درین غم زمانے دراز — نخفتم ز فکرش شبانے دراز
نگه کردم اندر دهِ صدق و سداد — بهترین خدا اد بعدل و بداد
چو اسلام دینے قوی و متین — ندیدم که بر منبعش آفرین
چنان داد آئین همین صفا بیش بیش — که حاسد ببیند درو روے خویش
نماید ازین گوشه راهِ صفا — که گردد بصدقش خرد رهنما
همه حکمت آموزد و عقل و داد — رهاند ز هر نوع جهل و فساد
ندارد دگر مثلِ خود در بلاد — خلافش طریقے که مثلش مباد
اصولش که هست آن مدارِ نجات — چو خورشید تابد بصدق و ثبات
اصولِ دگر کیش را هم عیان — نه چیزے که پوشیدنش مے توان
اگرنا مسلمان خبر داشتے — بجان حسن اسلام نگذاشتے
محمد همین نقش نورِ خداست — که هرگز چنوئی نگینی نخاست
تهی بود از راستی هر دیار — نگر دار آن شب که تاریک تار
خدایش فرستاد و حق گسترید — زمین را بدان مقدمے جان دمید
نهالیست از باغ قدس و کمال — همه آلِ او چو گلهاے آل

تہذیب کلامی - انبیاء کا تقدس آنحضرت صلعم کی نبوت اور قرآن کی صداقت کا ثبوت آنحضرت کے واقعات عمریہ

بخدمت جملہ صاحبان یہہ بہی عرض ہے کہ یہہ کتاب کمال تہذیب اور رعایت ادب سے تصنیف کی گئی ہے اور اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس میں کسی بزرگ یا پیشوا کسی فرقہ کی کسر شان لازم آوے اور خود ہم ایسے الفاظ کو صراحتاً یا کنایتہً اختیار کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں اور مرتکب ایسے امر کو پرلے درجہ کا شریر النفس خیال کرتے ہیں سو اسی طرح ہر یک اپنے شریف مخاطب کو اس طرف

توجہ دلائی جاتی ہے کہ آن کوششیں بھی اس بارے میں
مصروف رہنی چاہئیں کہ تمام تقریر اُن کی بشرطیکہ کچھ تقریر
کریں جیسا کہ مہذب اشخاص کے لائق ہے سراسر تہذیب
پر مبنی ہو اور اوباشانہ کلام اور ہجو اور ہتک مقدس بیوں
اور رسولوں اور نبیوں سے بکلی پاک ہو۔ یہ تصنیفات
مذہبی کا بڑا نازک منصب ہے اور اس میں عنان حکومت
صرف ایک ہی شخص کے ہاتھ میں نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک
حسن اور قبح میں فرق کرنے والے اور منصف اور متعصب
اور مفسد اور حق کو پہچاننے والے پیچھے لگے ہوتے ہیں
ایسے شریف لوگ ہر ایک قوم میں کم و بیش موجود ہوتے
ہیں جو مفسدانہ اور غیر مہذب تقریروں کو بالطبع پسند نہیں
کرتے اور مختلف فرقوں کے بزرگ ہادیوں کو بدی اور
بے ادبی سے یاد کرنا پہلے درجہ کی خباثت اور شرارت
سمجھتے ہیں اور فی الواقع سچ بھی ہے کہ جن مقدسوں کو
خدا نے اپنی خاص مصلحت اور ذاتی ارادہ سے مقتدا
اور پیشوا قوموں کا بنایا اور جن روشن جوہروں کو اس نے
دنیا پر چمکا کر ایک عالم کو ان کے ہاتھ سے نور خدا پہنچی

اور توحید کا سچا جلی پرزور تعلیمات سے شرک اور مخلوق
پرستی جو ام الخبائث ہے اکثر حصوں زمین سے معدوم
ہو گئی اور درخت ذکر و عبادت الٰہی کا جو سوکھ گیا تھا پھر
سرسبز اور شاداب اور خوشحال ہو گیا اور عمارت خدا
پرستی کی جو گر پڑی تھی پھر اپنے مضبوط چٹان پر بنائی گئی
جن مقبولوں کو خدا اپنے خاص سایہ عاطفت میں
لیکر ایسے عجائب طور پر تائید کی کہ وہ کروڑوں مخالفوں
سے نہ ڈرے اور نہ تھکے اور نہ گھٹے اور نہ اُنکی کارروائیوں
میں کچھ تنزل ہوا اور نہ اُنپر کچھ بلا آئی جب تک کہ انہوں
نے راستی کو ہریک سوزی سے امن میں رکھکر زمین پر
قایم نہ کر لیا ایسے مقبولان الٰہی کی نسبت زبان درازی
کرنا نہایت درجہ کی ناپاکی اور نااہلی اور ہٹ دھرمی ہے۔

ہرکہ تف افگند بہ مہر منیر
ہم بر ویش فتد تف تحقیر
تا قیامت تف ست بر ریشش
قدسیان دور تر ز بد کیشش

اور جو کچھ میں اس مقام میں ادب اور حفظ لسان کی بابت

میں نصیحت کرتا ہوں یہ بلا وجہ اور بلا خاص منشا کے نہیں
اس وقت میرے ذہن میں کئی ایک ایسے لوگ حاضر ہیں
کہ جو انبیا اور رسولوں کی تحقیر کرکے ایسا خیال کرتے ہیں
کہ گویا ایک بڑے ثواب کا کام کر رہے ہیں اور ایسے
بے تہذیب فقرے لکھتے ہیں کہ جن سے اُن کی طینت کی
ناپاکی خوب ظاہر ہوتی ہے میں نے خوب تحقیق کی ہے کہ
ان نالائق حرکات کے بھی دو باعث ہیں کہ جب بعض لوگ
حکیمانہ اور معقول کلام کرنے کا مادّہ نہیں رکھتے۔ یا جب
کسی اہل حق کے الزام اور افحام سے تنگ آ جاتے ہیں
اور رُک جاتے ہیں تو پھر وہ اپنی پردہ پوشی اسی میں
دیکھتے ہیں جو علمی بحث کو ٹھٹھے اور ہنسی کی طرف منتقل
کر دیں اور اگر کسی اَور طور سے نہیں تو اسی طرح سے اپنے
ہم مشربوں میں نام حاصل کریں۔ پس ایسے لوگوں کو
جو اپنی قوم کے معلم اور اتالیق بن بیٹھتے ہیں۔ بہ غرضِ
حفاظت اُس کلاہ فضیلت کے بات بات میں ضدّیت
کرنی پڑتی ہے۔ اور عوام لوگوں سے کچھ بڑھ کر مادّہ تعصب
کا دکھلانا پڑتا ہے۔ اور اگر سچ پوچھو تو ایسوں پر کچھ افسوس

بھی نہیں کیونکہ جہالت اور تعصب نے چاروں طرف سے
ان کو گھیرا ہوا ہوتا ہے نہ خدا کا کچھ خوف ہوتا ہے اور
نہ ایمان اور حق اور راستی کی کچھ پروا ہوتی ہے اور جیفہ
دنیا پر مرے جاتے ہیں تو پھر جب کہ اُن کو خدا سے
کچھ غرض ہی نہیں اور حیا سے اور شرم سے کچھ کام
ہی نہیں اور سچ کا قبول کرنا کسی طور سے منظور ہی
نہیں تو اس حالت میں اگر وہ اوباشانہ باتیں نہ کریں
تو اور کیا کریں اور اگر زبان درازی ظاہر نہ کریں تو اونکے
ظرف میں اور کیا ہے جو ظاہر کریں اگر بولیں تو کیا بولیں
اگر لکھیں تو کیا لکھیں۔ عیسائیوں میں باستثناء اُن لوگوں
کے کہ جنکو تہذیب اور تحقیق سے کچھ غرض نہیں اسوقت
ہزارہا ایسے شریف النفس اور منصف مزاج پیدا ہوتے
جاتے ہیں کہ جنہوں نے دلی انصاف سے عظمت شان
اسلام کو قبول کر لیا ہے اور تثلیث کے مسئلہ کا غلط ہونا
اور بہت سی بدعتوں کا عیسائی مذہب میں مخلوط ہو جانا
اپنی تصنیفات میں بڑی شدومد سے بیان کیا ہے مگر
افسوس کہ یہہ انصاف ہمارے ہم وطنوں آریہ قوم

مشاجاتا ہے کہ اس قوم کو تعصب نے اس تو بہ گھیرا ہے کہ انبیاء کا ادب سے نام لینا بھی ایک پاپ سمجھتے ہیں۔ اور تمام انبیاء کی کسر شان کرتے اور سب کو مفتری اور جعل ساز ٹھیرا کر یہہ دعوے بلا دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک وید ہی خدا کی کلام ہے جو ہمارے بزرگوں پر نازل ہوئی تھی اور باقی سب الہامی کتابیں جن سے دنیا کو ہزارہا طور کا فایدہ توحید اور معرفت الٰہی کا پہونچا ہے وہ لوگوں نے آپ ہی بنالی ہیں۔ سو اگرچہ یہہ دعوے تو اس کتاب میں ایسا رد کیا گیا ہے کہ وید موجودہ کا قصہ ہی پاک ہوگیا ہے لیکن اس جگہ ہمکو یہہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ کس قدر ان لوگوں کے خیالات اصول حسن خلق اور تہذیب اور پاک دلی سے دور پڑے ہوئے ہیں اور کیسے یہہ لوگ تعصب قدیم کی شامت سے جو اُن کی رگ و ریشہ اور تار اور پود میں اثر کر گیا ہے۔ اُن نیک طینی کی طاقتوں کو جو انسان کی شرافت اور سچا پن اور سعادت کا معیار تھیں اور اُس کی انسانیت کا زیب و زینت تھیں یکبار کھو بیٹھے ہیں۔ جو اُن کے دلوں میں

یہہ خیال سمایا ہوا ہے جو بجز آریہ دیس کے اور جتنے ملکوں
میں نبی اور رسول آئے جنہوں نے بہت سے لوگوں کو
تاریکی شرک اور مخلوق پرستی سے باہر نکالا اور اکثر ملکوں کو
نور ایمان اور توحید سے منور کیا وہ سب نعوذ باللہ جھوٹے
اور مفتری تھے اور سچی رسالت اور پیغمبری صرف برہمنوں
کی وراثت اور انہیں کے بزرگوں کی جاگیر خاص ہے اور
اس بارے میں خدا نے ہمیشہ کے لئے انہیں کو ٹھیکہ دے
رکھا ہے۔ اور اپنے وسیع دریاے ہدایت اور رہنمائی کو
انہیں کے چھوٹے ملک میں گھیر دیا ہے۔ اور پیغمبر
اسکو انہیں کا دیس اور انہیں کی زبان اور انہیں میں
سے پیغمبر پسند آ گئے ہیں۔ اور وہ بھی صرف تین یا چار کہ
جن سے مسئلہ الہام اور رسالت کا قوانین عامہ قدرتیہ
اور عادات قدیمہ الہیہ میں داخل بھی نہیں ہو سکتا۔ اور
امر نبوت اور وحی کا بباعث قلت تعداد الہام یافتہ
لوگوں کے ضعیف اور غیر معتبر اور مشکوک اور مشتبہ ٹھیرتا
ہے اور نیز کروڑہا بندگان خدا جو اس ملک سے بے خبر ہیں
یا یہہ ملک ان کے ملکوں سے بے خبر رہا۔ فضل اور رحمت

اور ہدایت الٰہی سے محروم اور نجات سے بے نصیب رہ
جاتے ہیں - اور پھر طرفہ یہہ کہ بموجب خوش عقیدہ آریہ
صاحبوں کے وہ تین یا چار بھی خدا تعالےٰ کے ارادہ اور
مصلحت خاص سے منصب نبوت پر مامور نہیں ہوئے
بلکہ خود کسی نامعلوم جنم کے نیک عملوں کے باعث سے اس
عہدہ پانے کے مستحق ہوگئے اور خدا کو بہرحال انہیں
پیغمبر بنانا ہی پڑا اور باقی سب لوگوں کو ہمیشہ کے لئے اس
مرتبہ عالیہ سے جواب مل گیا اور کوئی کسی الزام سے اور
کوئی کسی تقصیر سے اور کوئی آریہ قوم اور آریہ دیس سے
باہر سکونت رکھنے کے جرم سے الہام پانے سے محروم
رہا - اب دیکھنا چاہئے کہ اس ناپاک اعتقاد میں خدا کے
مقبول بندوں پر کہ جنہوں نے آفتاب کی طرح ظہور کرکے
اس اندھیرے کو دور کیا جو اُن کے وقت میں دنیا پر چھایا
ہوا تھا - کس قدر ناحق بے موجب بدظنی کی گئی ہے اور پھر
اپنے پرمیشر پر بھی یہہ بدظنی جو اُسکو غافل یا مدہوش یا
مختبط الحواس تصور کیا ہے کہ جو اس قدر بے خبر ہے کہ گو
وید کے ہزارہا طور کی نئی نئی بدعتیں نکلیں اور لاکھوں

طرح کے طوفان آسکے اور اندھیریاں چلیں اور رنگا رنگ
کے فساد برپا ہوئے اور اس کے راج میں ایک بڑی
طرح کا گڑبڑ پڑ گیا - اور دنیا کو اصلاح جدید کی سخت سخت حاجتیں
پیش آئیں پر وہ کچھ ایسا سویا کہ پھر نہ جاگا اور کچھ ایسا
تھکا کہ پھر نہ آیا گویا اس کے پاس اتنا ہی الہام تھا - جو
وید میں خرچ کر بیٹھا اور وہی سرمایہ تھا جو پہلے ہی بانٹ
چکا آگے ہمیشہ کے لئے خالی ہاتھ رہ گیا اور منہ پر مہر لگ
گئی اور ساری صفتیں اب تک بھی رہیں مگر تکلم کی صفت
صرف وید کے زمانے تک رہی - پھر باطل ہوگئی اور پرمیشر
ہمیشہ کے لئے کلام کرنے اور الہام بھیجنے سے ناچار ہوگیا
یہ اعتقاد آریہ قوم کا ہے کہ جس پر ہر ایک ہندو کو رغبت
دلائی جاتی ہے کہ اسی کو اپنا دھرم بنا دے مگر تعجب کہ
اس اعتقاد کا وید میں کہیں ذکر تک نہیں اور کوئی شرتی
اس میں ایسی نہیں کہ اس متعصبانہ بدظنی کی تعلیم دیتی ہو
معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشلوک انہیں دنوں میں گھڑا گیا ہے
کہ جب آریہ قوم کے عقلمندوں نے اپنی پستکوں اور
شاستروں میں یہ بھی لکھ مارا تھا - جو ہمالہ پہاڑ اور کچھ

ایشیا کے حصّے سے پرے کوئی ملک ہی نہیں اور اسی طرح
اور بھی سینکڑوں خام خیالیاں اور وہم پرستیاں کہ جن کا
اس وقت ذکر کرنا ہی فضول ہے اور جو اب روز بروز
دنیا سے مٹتی جاتی ہیں اور علم اور عقل کے حاصل کرنے
والے خود بخود ان کو چھوڑتے جاتے ہیں آخر ان دونوں
میں لگی نہیں۔ پس غضب کی بات ہے کہ جو لوگ اس
تحقیق اور تدقیق کے مالک ہیں اور جن کے نزدیک مقدّس
ہیں یعنی آگ اور ہوا اور سورج اور چاند وغیرہ مخلوق
چیزوں کے خدا کا پتہ بھی مشکل سے ملتا ہے۔ وہ حضرت
موسیٰ اور حضرت مسیح اور حضرت خاتم الانبیا کو مفتری ٹھیراویں
اور ان کے ادوار مبارک کو مکر اور فریب کے دور قرار دیں
اور ان کی کامیابیوں کو جو تائید الٰہی کے بڑے نمونے
ہیں بخت اور اتفاق پر حمل کریں۔ اور ان کی پاک کتابیں
جو خدا کی طرف سے عین ضرورتوں کے وقتوں میں ان کو
ملیں جن کے ذریعہ سے بڑی اصلاح دنیا کی ہوئی۔ وہ وید
کے مضامین سرقہ خیال کئے جائیں اور تماشا یہ کہ اب تک
یہ پتا نہیں دیا گیا۔ کہ کس طور سے سرقہ کا ارتکاب کیا

کسی جگہ قرآن شریف یا انجیل یا توریت میں وید کی طرح اگنی
کی پرستش کا حکم پایا جاتا ہے یا کہیں وایو اور جل کی مناجات
لکھی ہے یا کسی مقام میں آکاش اور چاند اور سورج کی
حمد و ثنا کی گئی یا کسی آیت میں اندر کی مہما اور ورنن کر کے
اس سے بہت سی گوئیں اور بے انتہا مال مانگا گیا ہے
اور اگر ان چیزوں میں سے جو وید کا لب لباب اور اس کی
ساری تعلیموں کا خلاصہ ہیں کچھ بھی نہیں لیا گیا۔ تو پھر وید
میں سے کیا چرایا اور اس جگہ ہمیں پنڈت دیانند صاحب
پر بڑا افسوس ہے جو وہ توریت اور انجیل اور قرآن شریف
کی نسبت اپنے بعض رسالوں اور نیز اپنے وید بھاش
کے بھومکا میں سخت سخت الفاظ استعمال میں لائے ہیں
اور معاذ اللہ وید کو کھرا سونا اور باقی خدا کی ساری کتابوں
کو کھوٹا سونا قرار دیا ہے۔ سارا باعث ان واہیات باتوں
اور بیہودہ چالاکیوں کا یہ ہے کہ پنڈت صاحب نہ عربی
جانتے ہیں نہ فارسی اور نہ بجز سنسکرت کے کوئی اور بولی
بلکہ اردو خوانی سے بھی بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہیں
اور ایک اور بھی باعث ہے۔ جو آپ کی تو تصنیفات کتابوں

کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ غالباً وہ کم فہمی
اور بے علمی اور تعصب کے اُن کی فطرتی سمجھ بھی جو ایشور
اور رشیوں کی طبع و ضع استقامت پر قائم ہوئے۔ اور
صراط مستقیم شورش سے نہایت الٹا ہے۔ اور نیک کو بد
خیال کرنا اور بد کو نیک سمجھنا اور کھرے کو کھوٹا اور کھوٹے
کو کھرا قرار دینا اور اُلٹے کو سیدھا اور سیدھے کو اُلٹا جاننا
اُن کی ایک عام عادت ہو گئی ہے جو ہر جگہ بلا اختیار اُن
سے ظہور میں آتی ہے اور اسی وجہ سے وید کی وہ تاویلیں
جو کبھی کسی کی خواب میں بھی نہیں آتی نہیں وہ کرتے جاتے
ہیں اور پھر اُن بے بنیاد خیالات کو چھپوا کر لوگوں سے
اپنی رسوائی کراتے ہیں اور اگرچہ سارے ہندوستان
کے پنڈت شور مچا رہے ہیں جو ہمارے وید میں توحید کا
نام و نشان نہیں۔ اور ہمارے باپ دادوں نے یہ سبق
کبھی پڑھا ہی نہیں۔ اور وید نے ہم کو کسی جگہ مخلوق پرستی
سے منع کیا ہی نہیں مگر پنڈت جی پھر بھی اپنے خیالی پلاؤ
پکانے سے باز نہیں آتے اور اُن صدہا دیوتوں کو جو
وید کے متفرق معبود ہیں۔ صرف ایک ہی خدا بنانا چاہتے

ہیں۔ کہ تا وید کے الہامی ہونے میں کچھ فرق نہ آجائے بہر
حال جو کچھ اُنہوں نے وید پر دست درازی کی اور کر رہے
ہیں یہہ تو اُن کا اختیار ہے مگر قرآن شریف کی نسبت ناحق
ہتک اور توہین کرنا یہہ وہ کام ہے کہ جس سے اُن کی سخت
رسوائی ہوگی۔ کیا غضب کی بات ہے کہ قرآن شریف
جیسی اعلےٰ اور افضل اور اتم اور اکمل اور احسن اور
اجمل کتاب کی توہین کرکے نہ عاقبت کی ذلت سے ڈرتے
ہیں اور نہ اس جہان کے طعن و تشنیع کا کچھ اندیشہ رکھتے
ہیں شاید اُن کو دونوں عالم کی کچھ پروا نہیں رہی۔ اگر
خدا کا کچھ خوف نہیں تھا تو بارے دنیا ہی کی رسوائی کا
کچھ خوف کرتے اور اگر شرم اور حیا اُٹھ گیا تھا تو کاش
لوگوں کے لعن طعن کا اندیشہ باقی رہتا۔ اور اگر پنڈت
صاحب کا کچھ مادہ ہی ایسا ہے کہ وہ ناحق خدا کے
مقدس رسولوں کی توہین کرکے خوش ہوتے ہیں اور
کچھ خو ہی ایسی ہے کہ سنبھلی نہیں جاتی تو اس سے بھی وہ
خدا کے پاک لوگوں کا کیا بگاڑ سکتے ہیں پہلے اس سے نبیوں
کے دشمنوں نے اُن روشن چراغوں کے بجھانے کے لئے

کیا کیا نہ کیا اور کونسی تدبیر ہے جو عمل میں نہ لائے لیکن
چونکہ وہ راستی اور صداقت کے درخت تھے اس لئے
وہ غیبی مدد سے دم بدم نشو و نما پکڑتے گئے اور معاندین
کی مخالفانہ تدبیروں سے کچھ بھی اُن کا نقصان نہ ہوا بلکہ
وہ اُن لطیف اور خوشنما پودوں کی طرح جو پاک سے جی کو
بھاتے ہیں اَور بھی بڑھتے پھولتے گئے یہاں تک کہ وہ بڑے
بڑے سایہ دار اور پھلدار درختوں کی مانند ہو گئے۔ اور
دور دور کے روحانی اور حقانی آرام کے ڈھونڈنے والی
پرندوں نے آکر اُن میں بسیرا لیا اور مخالفوں کی کچھ
بھی پیش نہ گئی اور گو اُن بداندیشوں نے بہتیرے ہاتھ
پاؤں مارے ایڑیاں رگڑیں مکاریاں اور عیاریاں دکھلائیں
پر آخر مرغ گرفتار کی طرح پھڑپھڑا کے رہ گئے۔ پس جب کہ
ہاتھوں سے اُن مقدس لوگوں کا نقصان نہ ہو سکا تو صرف
زبان کے ہتک آمیز الفاظ سے کب ہو سکتا ہے۔ یہہ وہ
برگزیدہ قوم ہے کہ جن کے اقبال کی اُنہیں کے زمانہ میں
آزمائش ہو چکی ہے وہ اقبال نہ بُت پرستوں کے روکنے
سے رُکا اور نہ کسی اَور مخلوق پرست کی مزاحمت سے بند

سکا نہ تلوار کی کی دھار اُس شان و شوکت کو کاٹ سکی ۔ نہ تیروں کی تیزی اُس میں کچھہ رخنہ ڈال سکی وہ جلال ایسا چمکا جو اُس کا حسد کنندوں کا لہو پی گیا وہ تیر ایسا برسا جو اُس کا چھوٹنا کئی کلیجوں کو کھا گیا وہ آسمانی پتھر جسپر پڑا اُسے پیس ڈالتا رہا اور جو شخص اُسپر پڑا وہ آپ ہی پیسا گیا ۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہی ہوا اور ہر خس راہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی اُن پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

خلاصہ اِس کلام کا یہہ ہے کہ اگر پنڈت صاحب وغیرہ معاندین و مخالفین کو دُنیا اور قوم کی محبت کے باعث یا ننگ و ناموس کے سبب یا صفت حیا کی کمزوری کی

وجہ سے خدا کی سچی کتابوں پر ایمان لانا منظور نہ ہو۔ تو
خیر یہہ اُن کی خوشی مگر ہم اُن کو نصیحت کرتے ہیں جو زبان
درازیوں سے باز رہیں۔ جو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا اور
بہ فرض محال یہہ بھی ہم نے تسلیم کیا جو خدا کے پاک پیغمبروں
کا صدق اُن کی عقل عجیب کے نزدیک ثابت نہیں سہی
مگر پھر بھی وہ شخص کہ جس کے دل میں کچھہ خدا کا خوف
یا لوگوں کے طعن سے ہی کچھ ڈر ہے وہ اِس بات کو
ضرور تسلیم کریگا۔ کیونکہ مفہوم اِس عبارت کا کہ زید کا سچا
ہونا ثابت نہیں۔ اِس عبارت کے مفہوم سے ہرگز مساوی
نہیں ہوسکتا۔ کہ زید کا جھوٹا ہونا ثابت ہے۔ پس جس
حالت میں کسی شخص کا کذب ثابت نہیں تو اُسپر احکام
کذب کے وارد کرنا اور کاذب کاذب کرکے پکارنا حقیقت
میں اُنہی لوگوں کا کام ہے کہ جن کا دھرم اور ایمان اور
پرمیشر اور بھگوان صرف جیفۂ دنیا کا لالچ یا جاہلانہ ننگ و
ناموس یا قوم اور برادری ہے اگر وہ حق کو قبول کریں اور
ہر ایک نوع کی ضدیت چھوڑ دیں۔ تو ہر ایک غریب درویش
کی طرح سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دین الٰہی میں داخل ہونا پڑی

تو پھر پنڈت جی اور گوروجی اور سوامی جی اُن کو کون کہے
پس اگر ایسے لوگ حق اور راستی کے مزاحم نہ ہوں۔ تو
اَور کون ہو اور اگر اُن کا غضب اور غصہ نہ بھڑکے تو اَور
کس کا بھڑکے اُنکو تو اسلام کی عزت ماننے سے اپنی عزت
میں فرق آتا ہے طرح طرح کی وجوہ معاش بند ہوتی ہیں تو
پھر کیونکر ایک اسلام کو قبول کرکے ہزار آفت خرید لیں۔
یہی وجہ ہے کہ جس سچائی پر یقین کرنے کے لئے صد سامان
موجود ہیں اُسکو تو قبول نہیں کرتے۔ اور جن کتابوں کی تعلیم
حرف حرف میں شرک کا سبق دیتی ہے اُن پر ایمان لائے
بیٹھے ہیں اور بے انصافی اُن کی اِس سے ظاہر ہے کہ اگر
مثلاً کوئی عورت کہ جس کی پاکدامنی ہی کچھ ایسی ویسی ہی
ثابت ہو کسی ناکردنی فعل سے متہم کیا جائے تو فی الفور کہیں
گے۔ جو کس نے پکڑا اور کس نے دیکھا اور کون معائنہ واردات
کا گواہ ہے۔ مگر اُن مقدسوں کی نسبت کہ جنکی راستبازی
پر نہ ایک نہ دو بلکہ کروڑہا آدمی گواہی دیتے چلے آئے ہیں۔
بغیر ثبوت مثبت اس امر کے کہ کسی کے سامنے اُنہوں نے
مسودہ افترا کا بنایا۔ یا اُس منصوبہ میں کسی دوسرے سے

مشورہ لیا یا وہ یا کسی شخص کو اپنے نوکروں یا دوستوں
یا عورتوں میں سے بتلا یا یا کسی اور شخص سے مشورہ کرتے
یا راز بتلاتے پکڑا یا آپ ہی موت کا سامنا دیکھکر اپنے
مفتری ہونے کا اقرار کر دیا یوں ہی جھوٹی تہمت لگانے
پر طیار ہو جاتے ہیں پس یہی تو سیاہ باطنی کی نشانی ہے
اور اسی سے تو انکی اندرونی خرابی مترشح ہو رہی ہے
انبیا وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کامل راستبازی کی
قوی حجت پیش کرکے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا۔
جیسا کہ یہہ الزام قرآن شریف میں ہے حضرت خاتم الانبیا
صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے موجود ہے۔ جہاں
فرمایا ہے **فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون**
(سورۃ یونس الجزو ۱۱) یعنے میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں
اور افترا کروں۔ دیکھو میں چالیس برس اس سے پہلے
تم میں ہی رہتا رہا ہوں۔ کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ
یا افترا ثابت کیا پھر کیا تمکو اتنی سمجھ نہیں یعنے یہہ سمجھ کہ
جس نے کبھی آجتک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا وہ اب
خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔ غرض انبیاء کے واقعات

عمری سے اُن کی صداقت کا ثبوت اور اُن کی سلامت روشی
ایسی بدیہی اور ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر اُنکے
واقعات کو ہی دیکھا جائے تو اُن کی صداقت اُنکے واقعات
سے ہی روشن ہو رہی ہے۔ مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل
اُن تمام براہین اور دلایل صدق نبوت حضرت خاتم الانبیا
صلے اللہ علیہ وسلم سے جو اس کتاب میں لکھی جائینگی
قطع نظر کر کے محض اُن کے حالات پر ہی غور کرے۔ تو
بلاشبہ اُنہیں حالات پر غور کرنے سے اُن کے نبی صادق
ہونے پر دل سے یقین کرے گا۔ اور کیونکر یقین نہ کرے
وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے معطر
ہیں۔ کہ حق کے طالبوں کے دل بلا اختیار اُن کی طرف
کھنچے جاتے ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ کس استقلال سے
آن حضرت اپنے دعوے نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے
ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں
اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے اخیر دم تک
ثابت اور قایم رہے برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور
وہ دُکھ اُٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلّی مایوس کرنے

تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گذرتا تھا بلکہ نبوّت کا دعوے کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہکر لاکھ تفرقہ خرید لیا۔ اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا وطن سے نکالے گئے قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا۔ بارہا زہر دی گئی اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے۔ اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اُٹھائی پڑیں۔ کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکّار کا کام نہیں اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو اُن دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا نہ کیا کوئی عمارت نہ بنائی۔ کوئی بارگاہ طیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا۔ کوئی اور ذاتی نفع نہ اُٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبر گیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔

اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کرکے سب
قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو
جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنا لیا جو اپنے
اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کرکے سب سے پہلے
دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی کیونکہ ان کو طرح
طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بد اعمالیوں سے روکا
حضرت مسیح کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے اُن کا
نہایت دل جل گیا اور سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے اور
درپے قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اسی طرح
عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا گیا کیونکہ جیسا کہ اُن کا اعتقاد تھا۔
حضرت عیسیٰ کو نہ خدا نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ انکو پھانسی
لگ کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور ستارہ
پرست بھی ناراض ہو گئے کیونکہ اُن کو بھی اُن کے دیوتوں
کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدار نجات کا صرف توحید
ٹھہرائی گئی۔ اب بتلاؤ کہ انصاف سے کہ کیا دنیا حاصل کرنے
کی یہی تدبیر تھی کہ ہر ایک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور دل
آزار باتیں سنائی گئیں کہ جس سے سب کے سب دشمن جان ہو

کمر باندھ لی - اور سب کے دل ٹوٹ گئے اور قبل اس کے کہ
ابھی کچھ ذرہ بھی جمعیت بنی ہوتی یا کسی کا حملہ روکنے کے
لئے کچھ طاقت بہم پہونچ جاتی - سب کی طبیعت کو ایسا اشتعال
دے دیا کہ جس سے وہ خون کرنے کے پیاسے ہو گئے زمانہ
سازی کی تدبیر تو یہ تھی کہ جیسا بعضوں کو جھوٹا کہا تھا ویسا
ہی ویسا ہی بعضوں کو سچا بھی کہا جاتا تا اگر بعض مخالف ہوتے
تو بعض موافق بھی رہتے بلکہ اگر عربوں کو کہا جاتا کہ تمہارے
بھی لات و عزیٰ سچے ہیں تو وہ تو اسی دم قدموں پر گر پڑتے
اور جو چاہتے اُن سے کراتے - کیونکہ وہ سب خویش اور اقارب
اور جمعیت قومی میں بے مثل تھے اور ساری بات مانی منائی
تھی صرف تعلیم بت پرستی سے خوش ہو جاتے اور بدل و جان
اطاعت اختیار کرتے - لیکن سوچنا چاہیئے کہ آں حضرت کا
یک لخت ہر ایک خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا اور صرف
توحید کو جو ان دنوں میں اُس سے زیادہ دنیا کے لئے کوئی
نفرتی چیز نہ تھی اور جس کے باعث سے صد ہا مشکلیں پڑتی
جاتی تھیں بلکہ جان سے مارا جانا نظر آتا تھا - مضبوط پکڑ لینا یہ
کس مصلحت دنیوی کا تقاضا تھا اور جب کہ پہلے اُسی کے

باعث سے اپنی تمام دُنیا اور جمعیت برباد کر چکے تھے۔ تو پھر اسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے کہ جس کو ظاہر کرتے ہی تو مسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت سخت ماریں نصیب ہوئیں کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا دُنیا کمانے کے لئے بھی ڈھنگ تھا کہ ہر ایک کو کلمۂ تلخ جو اسکی طبع اور عادت اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا سنا کر سب کو ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنا دیا اور کسی ایک آدھ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا۔

طامع اور مکار لوگوں کی کارروائیاں

جو لوگ طامع اور مکار ہوتے ہیں کیا وہ ایسی ہی تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ جس سے دوست بھی دشمن ہو جائیں۔ جو لوگ کسی مکر سے دُنیا کو کمانا چاہتے ہیں کیا انکا یہی اصول ہوا کرتا ہے کہ یہ یکبارگی ساری دنیا کو عداوت کرنیکا جوش

ولادیں اور اپنی جان کو ہر وقت کی فکر میں ڈال لیں وہ تو
اپنا مطلب سادھنے کے لئے سب سے قطع کلامی اختیار
کرلیتے ہیں اور ہر ایک فرقہ کو سچائی کا ہی سرٹیفکیٹ دیتے
ہیں خدا اسکے لئے یکرنگ ہو جانا اُن کی عادت کہاں ہوا
کرتی ہے خدا کی وحدانیت اور عظمت کا کب وہ کچھ دھیان
رکھا کرتے ہیں اُن کو اس سے غرض کیا ہوتی ہے کہ ناحق
خدا اسکے لئے دُکھ اُٹھاتے پھریں - وہ تو صیاد کی طرح وہیں
دام بچھاتے ہیں کہ جو شکار مارنے کا بہت آسان راستہ
ہوتا ہے اور وہی طریق اختیار کرلیتے ہیں - کہ جس میں محنت
کم اور فایدہ دُنیا کا بہت زیادہ ہو نفاق اُن کا پیشہ اور
خوشامد اُن کی سیرت ہوتی ہے سب سے میٹھی میٹھی باتیں
کرنا اور ہر ایک چور اور ساہو سے برابر رابطہ رکھنا اُنکا ایک
خاص اصول ہوتا ہے - مسلمانوں سے اشہد اشہد ہندوؤں
سے رام رام کہنے کو مستعد رہتے ہیں اور ہر ایک مجلس میں
ہاں سے ہاں اور نہیں سے نہیں ملاتے رہتے ہیں
اور اگر کوئی بیت تلبیس دن کو رات کہے تو چاند اور کبھی تارے
دکھلانے کو بھی طیار ہو جاتے ہیں - اُن کو خدا سے کیا تعلق

اور اُس کے ساتھ وفاداری کرنے سے کیا واسطہ - اور اپنی خوش باش جان کو مفت میں ادھر اُدھر کا غم لگا لینا انہیں کیا ضرورت اُستاد نے اُنکو سبق ہی ایک پڑھایا ہوا ہوتا ہے کہ ہر ایک کو یہی بات کہنا چاہئے کہ جو تیرا راستہ ہے وہی سیدھا ہے اور جو تیری رائے ہے وہی درست ہے اور جو تو نے سمجھا ہے وہی ٹھیک ہے - غرض اُن کی راست اور ناراست اور حق اور باطل اور نیک اور بد پر کچھ نظر ہی نہیں ہوتی - بلکہ جس کے ہاتھ سے اُن کا کچھ نفع پیدا ہو جائے وہی اُن کے حساب میں نیک بخت اور سیدھا اور خلیق ہوتا ہے اور جس کی طرف سے کچھ پیٹ کا دوزخ بھرتا نظر آوے اُسی کو کشتی پار لگانے والا اور خزانہ کا وارث اور حیات ابدی کا مالک بنا دیتے ہیں -

واقعات حضرت خاتم الانبیاء پر نظر اور اس کے اعلیٰ درجہ کی پاک دلی صاف باطنی اور خدا کے لئے جانبازی کا ثبوت

لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آں حضرت اعلے درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و اُمید سے بالکل مُنہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔ اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دُکھ اور درد اُٹھانا ہوگا بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔ پس ذرہ ایمان داری سے

سوچنا چاہئے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرت کے اندرونی
صداقت پر دلالت کر رہے ہیں۔ ماسوا اس کے جب
عاقل آدمی ان حالات پر اور بھی غور کرے کہ وہ زمانہ

کہ جس میں آن حضرت مبعوث ہوئے حقیقت
میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ
ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور
ہادی آسمانی کی اشد محتاج تھی۔ اور جو
تعلیم دی گئی وہ بھی واقعہ میں سچی اور
ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی
اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے

تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں
اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ
لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ
لائی اور لاکھوں سینوں پر لا الہ الا اللہ
کا نقش جما دیا اور جو نبوت کی غایت غائی
ہوتی ہے یعنی تعلیم اصول نجات کی اُسکو
ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی
کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں ظہور نہیں
پہنچا ان واقعات پر نظر ڈالنے سے بلا اختیار یہ [illegible]

دل سے جوش مار کر نکلے گی کہ آں حضرت صلعم ضرور خدا کی طرف
سے سچے ہادی ہیں جو شخص تعصب اور ضدیت سے انکاری
ہو اُس کی مرض تو لا علاج ہے خواہ وہ خدا سے بھی منکر
ہو جائے ورنہ یہہ سارے آثار صداقت جو آں حضرت
صلعم میں کامل طور پر جمع ہیں کسی اور نبی میں کوئی ایک تو
ثابت کر کے دکھلا وے تاہم بھی جانیں منہ سے فضول
باتیں بکنا کوئی بڑی بات نہیں جو جی چاہے بک لیا
کون روکتا ہے لیکن معقول طور پر مدلل بات کا مدلل
جواب دینا شرط انصاف ہے یوں تو ہمارے سارے
مخالفین گالیاں دینے اور توہین کرنے کو بڑے چالاک
ہیں اور ہجو اور اہانت کرنا کسی اُستاد سے خوب سیکھے
ہیں سے ہنود دوسرے تمام پیغمبروں اور کتابوں کی تکذیب
کر کے صرف وید کا گیت گا رہے ہیں کہ جو ہے سو وید ہی
ہے ۔ عیسائی ساری تعلیم الٰہی انجیل پر ختم کئے بیٹھے ہیں
یہہ نہیں سمجھتے کہ قدر و منزلت ہر ایک کتاب کی افادہ توحید
کا فایدہ پہونچانے میں زیادہ ہو وہی مرتبہ میں زیادہ ہوتی
ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر منکر وحدانیت الٰہی کا کیسا ہی

جامع اخلاق کیوں نہ ہو مگر تب بھی نجات نہیں پا سکتا
اب ان صاحبوں کو سوچنا چاہیئے کہ توحید جو مدار نجات
ہے کس کتاب کے ذریعہ سے دنیا میں سب سے زیادہ
شائع ہوئی۔ بھلا کوئی تبلائے تو سہی کہ کس ملک میں وید
کے ذریعہ سے وحدانیت الہی پھیلی ہوئی ہے یا وہ دنیا
کس پردہ زمین میں بستی ہے کہ جہاں رگ
اور یجر اور شام اور اتھرون نے توحید
الہی کا نقارہ بجا رکھا ہے جو کچھ وید کے
ذریعہ سے ہندوستان میں پھیلا ہوا نظر
آتا ہے وہ تو یہی آتش پرستی اور شمس
پرستی اور بشن پرستی وغیرہ انواع واقسام

کی مخلوق پرستیاں ہیں کہ جن کے لکھنے
بھی کراہت آتی ہے. ہندوستان کے اس
سرے سے اُس سرے تک نظر اُٹھا کر دیکھو
جتنے ہندو ہیں سب مخلوق پرستی میں
ڈوبے ہوئے نظر آویں گے۔ کوئی مہادیو جی
کا پوجاری اور کوئی کرشن جی کا بھجن گانے
والا اور کوئی مورتوں کے آگے ماتھا ٹیکنے
والا۔ ایسا ہی انجیل کا حال ہے۔ کوئی ملک نظر نہیں آتا
کہ جہاں بذریعہ انجیل کے اشاعت توحید کی ہوتی ہو۔ بلکہ
انجیل کے ماننے والے موحد کو ناجی ہی نہیں سمجھتے اور پادری
لوگ اہل توحید کو ایک دائمی جہنمی آگ میں سمجھ رہے ہیں۔

کہ جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا اور بقول اُن کے اُس
آگ سے وہی شخص بچیگا جو خدا پر موت اور مصیبت
اور بھوک اور پیاس اور درد اور دُکھ اور تجسّم اور حلول
ہمیشہ کے لیے روا رکھتا ہو ورنہ کوئی صورت بچنے کی نہیں
گویا وہ فرضی بہشت یوروپ کی دو بزرگ قوموں انگریزوں
اور روسیوں کو نصفا نصف تقسیم کر کے دیا جائیگا اور
باقی سب موحد اِس قصور سے جو خدا کو ہر ایک طرح کے
نقصان سے جو اُس کے کمال تام کے منافی ہے - پاک
سمجھتے تھے دوزخ میں ڈالے جائیں گے - غرض ہماری
اِس تحریر سے یہ ہے کہ آج صفحۂ دنیا میں وہ شئے کہ جس کا
نام توحید ہے بجز اُمّت آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے اور کسی فرقہ میں نہیں پائی جاتی اور بجز قرآن شریف
کے اور کسی کتاب کا نشان نہیں ملتا کہ جو کروڑہا مخلوقات
کو وحدانیّت الٰہی پر قایم کرتی ہو اور کمال تعظیم سے اُس

جی
ہم خدا کی طرف بہر ہو ہر یک قوم نے اپنا اپنا مصنو

خدا بنا لیا اور مسلمانوں کا وہی خدا ہے جو قدیم سے لازوال اور غیر مبدّل اور اپنی ازلی صفتوں ایسا ہی ہے جو پہلے تھا۔

سو یہہ تمام واقعات ایسے ہیں کہ جن سے ہادیٔ اسلام صلعم کا صدق نبوّت اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ معنے نبوت کے اور علّت غائی رسالت اور پیغمبری کی اُنہیں کی ذات بابرکات میں ثابت اور متحقق ہو رہی ہے اور جیسا کہ مصنوعات سے صانع شناخت کیا جاتا ہے ویسا ہی عاقل لوگ اصلاحِ موجودہ سے اُس مصلحِ ربّانی کی شناخت کر رہے ہیں اسی طرح ہزارہا ایسے اور بھی واقعات ہیں کہ جن سے آنحضرت صلعم کا مؤید بتائید الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً کیا یہہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور بے کس اُمّی یتیم تنہا غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی

تہی۔ ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ
سے سب کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو
حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے فاش غلطیاں
نکالیں اور پھر باوجود بیکسی اور غریبی کے زور ہی ایسا دکھایا
کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر
غریبوں کو بٹھایا اگر یہہ خدا کی تائید نہیں تہی تو اور کیا تہی کیا
تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آجانا
بغیر تائید الہی کے بہی ہوا کرتا ہے خیال کرنا چاہئے کہ جب
آنحضرت نے پہلے پہل مکے کے لوگوں میں منادی کی کہ
میں نبی ہوں اُس وقت اُن کے ہمراہ کون تہا۔ اور کس
بادشاہ کا خزانہ اُن کے قبضہ میں آگیا تہا کہ جس پر اعتماد
کرکے ساری دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی۔ یا کونسی
فوج اکھٹی کر لی تہی کہ جس پر بہروسہ کرکے تمام بادشاہوں
کے حملوں سے امن ہو گیا تہا۔ ہمارے مخالف بہی جانتے ہیں کہ
اُس وقت آنحضرت زمین پر اکیلے اور بیکس اور بیسامان
تہے صرف اُن کے ساتھہ خدا تہا جس سے اُنکو ایک بڑے
مطلب کے لئے پیدا کیا تہا پہر ذرہ اِس طرف بہی غور کرنی

چاہیئے کہ وہ کس مکتب میں پڑھے تھے اور کس سکول کا پاس
حاصل کیا تھا۔ اور کب انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں اور
آریہ لوگوں وغیرہ دنیا کے فرقوں کی مقدس کتابیں مطالعہ کی
تھیں۔ پس اگر قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے
تو کیونکر اس میں تمام دنیا کے علوم حقہ الٰہیہ لکھے گئے اور
وہ تمام ادلۂ کاملہ علم الٰہیات کی کہ جن سے باستیفا اور بصحت
لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی اور فلسفی عاجز رہے اور
ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے ڈوبتے مرگئے۔ وہ کس خلاصہ
بے مثل [illegible] سے قرآن شریف میں درج کردیں اور کیونکر
وہ اعلےٰ درجہ کی مدلل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن
دلایل کو دیکھکر مغرور حکیم یونان اور ہند کے اگر کچھ شرم ہو
تو جیتے ہی مرجائیں۔ ایک غریب اُمّی کے ہونٹوں سے نکلیں
اس قدر دلایل صدق کی پہلے نبیوں میں کہاں موجود
ہیں۔ آج دنیا میں وہ کونسی کتاب ہے جو ان باتوں میں
قرآن شریف کا مقابلہ کرسکتی ہے۔ کس نبی پر وہ سب
واقعات جو ہم نے بیان کئے مثل آں حضرت کے گذرے
ہیں۔ بالخصوص جو وید کے الہام یافتہ رشی قرار دیئے جاتے

ہیں اُن کا تو خود وجود ہی ثابت نہیں ہوتا قطع نظر اس سے
کہ کوئی اثر صدق کا ثابت ہو۔ صاحبو اگر آپ لوگوں کے
نزدیک انصاف بھی کچھ چیز ہے اور عقل بھی کوئی شے
قابل لحاظ ہے تو یا تو ایسی دلائل صدق اور راستی کی
جن پر قرآن شریف مشتمل ہے کسی اپنی کتاب سے نکالکر
دکھاؤ اور یا حیا اور شرم کی صفت کو عمل میں لاکر زبان
درازی چھوڑ دو اور اگر خدا کا کچھ خوف ہے اور نجات کی
کچھ خواہش ہے تو ایمان لاؤ۔

قرآن شریف کی ضرورت اور آنحضرت صلعم کی نبوت پر ایک زبردست دلیل

(از رسالہ نور القرآن)

اس سے پیشتر کہ ہم آنحضرت صلعم کی سوانح عمری لکھنا شروع

کریں۔ مختصراً قرآن شریف کے نزول سے پیشتر جو دنیا کی حالت تھی۔ اور جو نزول کے بعد ہو گئی۔ اُس کا کبھی تعارف کر قرآن شریف کی ضرورت اور اُس کی اعلیٰ تاثیرات کا ثبوت دیتے ہیں۔

قرآن شریف نے بہت زور شور سے اس دعویٰ کو پیش کیا ہے۔ کہ وہ خدا کا کلام ہے اور حضرت سیدنا و مولانا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے سچے نبی اور رسول ہیں جن پر وہ پاک کلام اترا ہے چنانچہ یہہ دعویٰ آیات مندرجہ ذیل میں بخوبی مصرح و مندرج ہے۔

(آل عمران ع ۱) الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم نزل علیک الکتاب بالحق یعنی وہی اللہ ہے اس کا کوئی ثانی نہیں اُسی سے ہر ایک کی زندگی اور بقا ہے اُس نے حق و ضرورت حقہ کے ساتھہ تیرے پر کتاب اُتاری اور پھر فرمایا یاایھا الناس قد جاءکم الرسول بالحق۔ الجزو ۶ سورۃ النساء یعنی اے لوگو حق اور ضرورت حقہ کے ساتھ تمہارے پاس یہہ نبی آیا ہے۔ اور پھر فرمایا و بالحق انزلناہ و بالحق نزل الجزو ۱۵ یعنی ضرورت حقہ کے ساتھہ ہم نے

اس کلام کو انکار اسے اور ضرورت حق کے ساتھہ اترا ہے
اور پھر فرمایا یا ایہا الناس قد جاءکم برھان من ربکم
وانزلنا الیکم نوراً مبینا (الجزو ۶ سورۃ النسا) یعنی اے
لوگو تمہارے پاس یہہ یقینی برہان پہونچی ہے اور ایک کھلا
نور تمہاری طرف بھیجے اتارا ہے اور پھر فرمایا قل یاایہا الناس
انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (الجزو ۹) یعنی لوگوں کو کہدے
کہ میں تم سب کی طرف پیغمبر ہو کر آیا ہوں اور پھر فرمایا والذین
امنوا و عملوا الصلحت و امنوا بما نزل علی محمد وھو
الحق من ربھم کفر عنھم سیاٰتھم و اصلح بالھم
(الجزو ۲۶) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔
اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد صلعم پر نازل ہوئی
اور وہی حق ہے۔ خدا اُن کے گناہ دور کرے گا اور اُن کے
حال چال کو درست کر دے گا۔

ایسا ہی صدہا آیات اور ہیں جن میں نہایت صفائی سے یہہ
دعوے کیا گیا ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام اور حضرت محمد
مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے سچے نبی ہیں۔ لیکن
ہم بالفعل اسی قدر لکھنا مناسب و کافی سمجھتے ہیں کہ ساتھہ

ہی اپنے مخالفوں کو یاد دلاتے ہیں کہ جس شد و مد سے قرآن میں یہہ دعوے موجود ہے۔ کسی اور کتاب میں ہرگز موجود نہیں۔ ہم نہایت مشتاق ہیں اگر آریہ اپنے ویدوں میں اتنا ہی ثابت کر دیں کہ اُن کے ہر چہار ویدوں نے الہی کلام ہونے کا دعوے کیا اور بتصریح بتلایا کہ فلان فلان شخص پر فلان زمانہ میں وہ اُترے ہیں۔ کتاب اللہ کے ثبوت کے لئے پہلا ضروری امر یہی ہے کہ وہ کتاب اپنے منجانب اللہ ہونے کی مدعی بھی ہو۔ کیونکہ جو کتاب منجانب اللہ ہونے کی طرف آپ کوئی اشارہ نہیں کرتی۔ اُس کو خدا تعالے کی طرف منسوب کرنا ایک بیجا مداخلت ہے۔

اب **دوسرا امر** قابل تذکرہ یہہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنے منجانب اللہ ہونے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں صرف دعوے ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس دعوے کو نہایت **مضبوط اور قوی دلیلوں** کے ساتھہ ثابت بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ ہم منجملہ اُن دلایل کے ایک بدیہی اور صاف دلیل کو یہاں مذکور کرتے ہیں تا حق کے طالب اول اسی دلیل میں دوسری کتابوں کا

قرآن ہی کے ساتھ مقابلہ کریں اور نیز ہم ہر یک مخالف کو یہی بلاتے
ہیں کہ اگر یہ طریق ثبوت جس کا ایک کتاب میں پایا جانا
اس کی سچائی پر بدیہی دلیل ہے اُن کی کتابوں اور مذہبوں
کی نسبت بھی پایا جاتا ہے تو وہ ضرور اپنے اخباروں اور
رسالوں کے ذریعہ سے پیش کریں اور اُن کو اقرار کرنا پڑیگا
کہ ان کی کتابیں اس اعلیٰ درجہ کے ثبوت سے عاری اور بے
نصیب ہیں۔ اور ہم نہایت یقین اور وثوق سے کہتے ہیں
کہ یہ طریق ثبوت اُن کے مذہب میں ہرگز پایا نہیں جاتا پس
اگر ہم غلطی پر ہیں تو ہماری غلطی ثابت کریں اور وہ پہلی دلیل
جو قرآن نے اپنے منجانب اللہ ہونے پر پیش کی ہے اس
کی تفصیل یہ ہے کہ عقل سلیم ایک سچی کتاب اور ایک سچے
اور **منجانب اللہ** رسول کے ماننے کے لئے اس بات کو
نہایت بزرگ دلیل ٹھیراتی ہے کہ ان کا ظہور ایک ایسے وقت
میں ہو جبکہ زمانہ تاریکی میں پڑا ہوا ہو اور لوگوں نے توحید کی جگہ
شرک اور پاکیزگی کی جگہ فسق اور انصاف کی جگہ ظلم اور علم
کی جگہ جہل اختیار کر لیا ہو اور ایک مصلح کی اشد حاجت ہو
اور پھر ایسے وقت میں وہ رسول دنیا سے رخصت ہو جبکہ

وہ اصلاح کا کام عمدہ طور سے کر چکا ہو۔ اور جب تک اس نے
اصلاح نہ کی ہو دشمنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو۔ اور نو
کروں کی طرح حکم سے آیا ہو۔ اور حکم سے واپس گیا ہو۔ غرضیکہ
وہ ایسے وقت میں ظاہر ہو جبکہ وہ وقت بزبان حال پکار
پکار کر کہہ رہا ہو۔ کہ ایک آسمانی مصلح اور کتاب کا آنا ضروری
ہے۔ اور پھر ایسے وقت میں الہامی پیشگوئی کے ذریعہ سے
واپس بلایا جاوے۔ کہ جب اصلاح کے پودہ کو مستحکم کر چکا ہو
اور ایک عظیم الشان انقلاب ظہور میں آچکا ہو۔ اب ہم
اس بات کو بڑے فخر کے ساتھہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہہ دلیل
جس طرح قرآن اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں
نہایت روشن چہرہ کے ساتھہ جلوہ نما ہوئی ہے۔
کسی اور نبی اور کتاب کے حق میں ہرگز ظاہر نہیں ہوئی۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ دعوے تھا کہ میں تمام قوموں کے
لئے آیا ہوں سو قرآن شریف نے تمام قوموں کو ملزم کیا ہے کہ
وہ طرح طرح کے شرک اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ جیسا کہ فرما
تا ہے ظہر الفساد فی البر والبحر یعنے دریا بھی بگڑ
گئے اور جنگل بھی بگڑ گئے۔ اور پھر فرماتا ہے لیکون للعالمین

نذیر ہوا یعنی ہم نے تجھے بھیجا تاکہ تو دنیا کی تمام قوموں کو ڈرا دے یعنی اُن کو متنبہ کرے کہ وہ خدا تعالیٰ کی حضور میں اپنی بدکاریوں اور عقیدوں کی وجہ سے سخت گنہگار ٹھہری ہیں۔

یاد رہے کہ جو اس آیت میں نذیر کا لفظ دنیا کے تمام فرقوں کے مقابل پر استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معنے گنہگاروں اور بدکاروں کو ڈرانا ہے۔ اسی لفظ سے یقینی سمجھا جاتا ہے کہ **قرآن** کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام دنیا بگڑ گئی اور ہر ایک نے سچائی اور نیک بختی کا طریق چھوڑ دیا کیونکہ **انذار** کا محل فاسق اور مشرک اور بدکار ہی ہیں اور انذار اور ڈرانا مجرموں ہی کے تنبیہ کے لئے ہوتا ہے نہ نیک بختوں کے لئے۔ اس بات کو ہر ایک جانتا ہے کہ ہمیشہ سرکشوں اور بے ایمانوں کو ڈرایا جاتا ہے۔ اور سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ نبی نیکوں کے لئے **بشیر** ہوتے ہیں اور بدوں کے لئے **نذیر**۔ پھر جبکہ ایک نبی تمام دنیا کے لئے نذیر ہوا تو ماننا پڑا کہ تمام دنیا کو نبی کی وحی نے بد اعمالیوں میں مبتلا قرار دیا ہے اور یہ ایک ایسا دعوےٰ ہے کہ نہ توریت نے موسیٰ کی نسبت کیا اور نہ انجیل نے **عیسیٰ** کے زمانہ کی

نسبت بلکہ صرف قرآن نے کیا اور پھر فرمایا کہ کنتم علی شفا حفرۃ من النار یعنی تم اس نبی کے آنے سے پہلے دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر پہونچ چکے تھے اور عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی متنبہ کیا کہ تم نے اپنے دجل سے خدا کی کتابوں کو بدل دیا اور تم ہر ایک شرارت اور بدکاری میں تمام قوموں کے پیشرو ہو اور بت پرستوں کو بھی جابجا ملزم کیا کہ تم پتھروں اور انسانوں اور ستاروں اور عناصر کی پرستش کرتے ہو اور خالق حقیقی کو بھول گئے ہو اور تم یتیموں کا مال کھاتے اور بچوں[1] کو قتل کرتے اور مشرکانہ پر ظلم کرتے

[1] جیسا کہ فرماتا ہے ید سّہ فی التراب یعنے مشرک اپنی لڑکی کو زندہ درگور کرتا ہے اور فرماتا ہے واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت یعنی قیامت کو زندہ درگور لڑکیوں سے سوال ہوگا کہ وہ کس گناہ سے قتل کی گئیں۔ یہہ اشارہ ملک کی موجودہ حالت کی طرف کیا کہ ایسے ایسی برُے کام ہو رہے ہیں اسی کی طرف عرب کے ایک پورانے شاعر ابن الاعرابی نے اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

ما لقی المؤود من ظلم امّہ کما لقیت ذھل جمیعا وعامرا

یعنی زندہ درگور لڑکی پر اسکی ماں کیطرف سے وہ ظلم نہیں ہوا جیسا کہ ذہل اور عامر پر ہوا ہے

اور ہر ایک بات میں حد اعتدال سے گزر گئے ہو اور فرمایا
اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا یعنی یہ بات
تمہیں معلوم رہے کہ زمین سب کی سب مرگئی تھی۔ اب
خدا نئے سرے اس کو زندہ کرتا ہے۔ غرض تمام دنیا کو
قرآن نے شرک اور فسق اور بت پرستی کے الزام سے ملزم
کیا جو ام الخبائث ہیں اور عیسائیوں اور یہودیوں کو دنیا کی
تمام بدکاریوں کی جڑھ ٹھہرایا اور ہر ایک قسم کی بدکاریاں انکی
بیان کردیں اور ایک ایسا نقشہ کھینچکر زمانہ موجودہ کا اعمالنامہ
دکھلادیا۔ کہ جب سے دنیا کی بناء پڑی ہے بجز نوح کے زمانہ
کے اور کوئی زمانہ اس زمانہ سے مشابہ نظر نہیں آتا۔ اور ہم نے
اس جگہ جس قدر آیات لکھدی ہیں وہ اتمام حجت کے لئے
اول درجہ پر کام آتی ہیں۔ لہذا ہم نے طول کے خوف سے
تمام آیات کو نہیں لکھا ناظرین کو چاہئے کہ قرآن کو غور سے
پڑہیں تا انہیں معلوم ہو کہ کس شدومد اور کس قدر تشریح
کلام سے یہ سچا قرآن بیان کر رہا ہے کہ تمام دنیا بگڑ گئی
تمام زمین بگڑ گئی۔ تمام زمین مرگئی اور لوگ دوزخ کے گڑھے
کے قریب پہونچ گئے اور کیسے بار بار کہتا ہے کہ تمام دنیا کو

ڈرا کہ وہ خطرناک حالت میں پڑی ہیں یقیناً قرآن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرک اور فسق اور بت پرستی اور طرح طرح کے گناہوں میں سڑ گئی اور بدکاریوں کے عمیق کنوئیں میں ڈوب گئی ہیں۔ یہہ بات سچ ہے کہ انجیل میں بھی کسی قدر یہودیوں کی بدچلنیوں کا ذکر ہے۔ لیکن مسیح نے کہیں یہہ ذکر تو نہیں کیا کہ جس قدر دنیا کے صفحہ میں لوگ موجود ہیں جنکو عالمین کے نام سے نامزد کر سکتے ہیں وہ بگڑ گئے مر گئے اور دنیا شرک اور بدکاریوں سے بھر گئی اور نہ رسالت کا عام دعوے کیا پس ظاہر ہے کہ یہودی ایک تھوڑی سی قوم تھی جو مسیح کے مخاطب تھی بلکہ وہی تھی جو مسیح کی نظر کے سامنے اور چند دیہات کے باشندے تھے۔ لیکن قرآن کریم نے تو تمام زمین کے مر جانے کا ذکر کیا ہے اور تمام قوموں کی بری حالت کو وہ بتلاتا ہے۔ اور صاف بتلاتا ہے کہ زمین ہر قسم کے گناہ سے مر گئی [1]۔

[1] اگر کوئی کہے کہ فساد اور بدعقیدگی اور بداعمالیوں میں یہہ زمانہ بھی تو کم نہیں پھر اسمیں کوئی نبی کیوں نہیں آیا تو جواب یہہ ہے کہ وہ زمانہ توحید اور راستبازی سے بالکل خالی ہو گیا تھا اور اس زمانہ میں چالیس کروڑ لا الہ الا اللہ کہنے والے موجود ہیں اور اس زمانہ کو بھی خدا تعالے مجدد کے بھیجنے سے محروم نہیں رکھا ہے۔

یہودی تو نبیوں کی اولاد اور توریت کو اپنے اقرار سے مانتے تھے۔ مگر عمل سے قاصر تھے لیکن قرآن کے زمانہ میں علاوہ فسق و فجور کے عقاید میں بھی فتور ہو گیا تھا۔ ہزارہا لوگ دہریہ تھے ہزارہا وحی اور الہام سے منکر تھے اور ہر قسم کی بدکاریاں زمین پر پھیل گئی تہیں اور دنیا میں اعتقادی اور عملی خرابیوں کا ایک سخت طوفان برپا تھا۔ ماسوا اس کے مسیح نے اپنے چھوٹی سی قوم یہودیوں کی بد چلنی کا کچھ ذکر تو کیا جس سے البتہ یہ خیال پیدا ہوا کہ اس وقت یہود کی ایک خاص قوم کو ایک مصلح کی ضرورت تھی مگر جس دلیل کو ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے کے بارے میں بیان کرتے ہیں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فساد عام کے وقت میں آنا اور کامل اصلاح کے بعد واپس بلائے جانا اور ان دونوں پہلوؤں کا قرآن کا آپ پیش کرنا اور آپ دنیا کو اس کی طرف توجہ دلانا یہ ایک ایسا امر ہے کہ انجیل تو کجا بجز قرآن کسی پہلی کتاب میں بھی نہیں پایا جاتا۔ قرآن شریف نے آپ یہ دلائل پیش کئے ہیں اور آپ فرما دیا ہے کہ اس کی سچائی ان دو پہلوؤں پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتی ہے یعنے ایک تو وہی جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیا

ایسے زمانہ میں ظہور فرمایا جبکہ زمانہ میں عام طور پر طرح طرح کی بدکاریاں
بد اعتقادیاں پھیل گئی تہیں اور دنیا حق اور حقیقت اور توحید
اور پاکیزگی سے بہت دور جا پڑی تھی اور قرآن کے اس قول کی
اُس وقت تصدیق ہوتی ہے۔ جبکہ ہر ایک قوم کی تاریخ اس
زمانہ کے متعلق پڑہی جائے کیونکہ ہر ایک قوم کے اقرار سے یہہ
عام شہادت پیدا ہوتی ہے۔ کہ درحقیقت وہ ایسا پر ظلمت زمانہ
تہا۔ کہ ہر ایک قوم مخلوق پرستی کی طرف جہک گئی تہی اور یہی وجہ
ہے کہ جب قرآن نے تمام قوموں کو گمراہ اور بدکار قرار دیا تو کوئی
اپنا بری ہونا ثابت نہ کر سکا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے زور سے اہل
کتاب کی بدیوں اور تمام دنیا کے مرجانے کو ذکر کرتا ہے۔ اور
فرماتا ہے ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل
فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم
فسقون ۵ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا
قد بینا لکم الایات لعلکم تعقلون (سورۃ الحدید جزو ۲۷
رکوع ۱۷) یعنے مومنوں کو چاہئے کہ اہل کتاب کی چال چلن سے
پرہیز کریں۔ انکو اس سے پہلے کتاب دی گئی تہی پس اُن پر ایک
زمانہ گذر گیا۔ سو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اکثر اُن میں سے

فاسق اور بدکار ہی ہیں - یہہ بات بہی جانو کہ زمین مرگئی تہی - اور اب خدا نے سرے سے زمین کو زندہ کر رہا ہے - یہہ **قرآن شریف کی ضرورت اور سچائی کے نشان ہیں جو** اس لئے بیان کئے گئے تاکہ تم نشانوں کو دریافت کر لو -

اب سوچ کرو اور دیکھو کہ یہہ دلیل جو تمہارے سامنے پیش کیگئی ہے یہہ ہمنے اپنے ذہن سے ایجاد نہیں کی بلکہ قرآن آپ ہی اسکو پیش کرتا ہے اور دلیل کے دونوں حصے بیان کرکے پہر آپ ہی فرماتا ہے - **قد بیّنا لکم الایات لعلکم تعقلون** یعنی اس رسول اور اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے پر یہہ بہی ایک نشان ہے جس کو ہم نے بیان کردیا تا تم سوچو اور سمجھو اور حقیقت تک پہونچ جاؤ - [1]

[1] قرآن شریف نے جس قدر اپنے نزول کے زمانہ میں ان عیسائیوں وغیرہ کی بدچلنیاں بیان کی ہیں - جو اُس وقت موجود تہے ان تمام قوموں نے خود اپنے مُنہ سے اقرار کر لیا تہا - بلکہ بار بار اقرار کرتے تہے - کہ وہ ضرور ان بدچلنیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور عرب کی تاریخ دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بجز آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ آباؤ اجداد کے

(بقیہ حاشیہ) جنکو اللہ جل شانہ نے اپنے خاص فضل و کرم سے شرک اور دوسری بلاؤں سے بچائے رکہا باقی تمام لوگ عیسائیوں کے بدنمونہ کو دیکہہ کر اور اُن کی چال چلن کی بد تاثیر سے متاثر ہو کر انواع اقسام کے قابل شرم گناہوں اور بدچلنیوں میں مبتلا ہو گئے تہے اور جس قدر بدچلنی اور بداعمالی عربوں میں آئی وہ درحقیقت عربوں کی ذاتی فطرت کا نتیجہ نہیں تہا۔ بلکہ ایک نہایت ناپاک اور بدچلن قوم اُن میں آباد ہو گئی جو ایک جہوٹی منصوبہ کفارہ پر بہروسہ کرکے ہریک گناہ کو شیر مادر کی طرح سمجہتی تہی اور مخلوق پرستی اور شراب خواری اور ہر یک قسم کی بدکاری کو بڑے زور کے ساتہہ دنیا میں پہیلا رہی تہی اور اول درجہ کی کذاب اور دغاباز اور بدسرشت تہی بظاہر یہہ فرق کرنا مشکل ہے کہ کیا اُس زمانہ میں فسق و فجور اور ہریک قسم کی بدچلنی میں یہودی بڑہے ہوئے تہے یا عیسائی اول نمبر پر تہے مگر ذرہ غور کرنیکے بعد معلوم ہوگا کہ درحقیقت عیسائی ہی ہرایک بدکاری اور بدچلنی اور مشرکانہ عادات میں پیشدست تہے کیونکہ یہودی لوگ متواتر ذلتوں اور کوفتوں سے کمزور ہو چکے تہے اور وہ شرارتیں جو ایک سفلہ آدمی اپنی طاقت اور دولت اور عروج قومی کو دیکہکر کر سکتا ہے یا وہ بدچلنیاں جو کثرت دولت اور روپیہ پر موقوف

ایسے وقت میں دنیا سے اپنے مولیٰ کی طرف بلائے گئے

بقیہ حاشیہ ۔ ایسے نالائق کاموں کا یہودیوں کو کم موقعہ ملتا تھا مگر عیسائیوں کا
ستارہ ترقی پر تھا اور نئی دولت اور نئی حکومت ہر وقت انگیخت دے رہی تھی
کہ وہ تمام لوازمات انہیں پائے جائیں جو بدی کے مؤیدات پیدا ہونے سے
قدرتی طور پر ہمیشہ پائی جاتی ہیں پس یہی سبب ہے کہ اس زمانہ میں عیسائیوں
کی بدچلنی اور ہر یک قسم کی بدی سب سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی ۔ اور یہ
بات یہاں تک ایک مشہور واقعہ ہے کہ **پادری فنڈل** باوجود اپنے
سخت تعصب کے اسکو چھپا نہیں سکا اور مجبور ہو کر اس زمانہ کے عیسائیوں
کی بدچلنیوں کا میزان الحق میں اسکو اقرار کرنا ہی پڑا مگر دوسرے انگریز مؤرخوں
نے تو بڑی بسط سے ان کی بدچلنیوں کا مفصل حال لکھا ہے چنانچہ ان میں سے
ایک **ڈیون پورٹ** صاحب کی کتاب ہے جو ترجمہ ہو کر اس ملک میں شائع
ہو گئی ہے ۔ غرض یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اس زمانہ کے عیسائی اپنی ترقی
دولت اور حکومت اور کفارہ کی خطرناک تحریک سے تمام بدچلنیوں میں سب سے زیادہ بڑھ گئے
ہوئے تھے ہر یک نے اپنی فطرت اور طبیعت کے موافق جدا جدا اپنے بے اعتدالی اور
معصیت کی راہیں اختیار کر رکھی تھیں اور ان کی دلیریوں سے معلوم ہوتا ہے
کہ وہ اپنے مذہب کی سچائی سے بالکل نومید ہو چکے تھے اور ایک پیچھے ہوئے

جبکہ وہ اپنے کام کو پورے طور پر انجام دے چکے اور

بقیہ حاشیہ) دہریہ تھے اور انکی روحانیت کی ایسی وجہ سے بہت ہی بیخ کنی ہوچکی کہ دنیا کے دروازے اُنپر کھولے گئے اور انجیل کی تعلیم میں شراب کی کوئی ممانعت نہیں تھی قماربازی سے کوئی روک نہیں تھی پس یہی تمام زہریں مل کر اُمت کا ستیاناس کر گئیں۔ صندوقوں میں دولت تھی ہاتھ میں حکومت تھی شرابیں خود ایجاد کرلیں پھر کیا تھا اُم الخبائث کی تحریکوں سے سارے بُرے کام کرنے پڑے یہ باتیں ہم نے اپنی طرف سے نہیں کہیں۔ خود بڑے بڑے مورخ انگریزوں نے اس کی شہادتیں دی ہیں اور اب بھی دے رہے ہیں بزرگ **پادری باس ورتھ** اور **فاضل شیلی** نے حال ہی کے زمانہ میں کس صفائی سے انہیں باتوں پر لکھ دیئے ہیں اور کس زور سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ عیسائی مذہب کی قدیم بدچلنیوں نے اُسکو ہلاک کردیا ہے۔ چنانچہ قوم کے فخر پادری باس ورتھ صاحب اپنے لیکچر میں بآواز بلند بیان کرتے ہیں کہ عیسائی قوم کے ساتھ **تین لعنتیں** لازم ملزوم ہو رہی ہیں جو اسکو ترقی سے روکتی ہیں وہ کیا ہیں۔ زناکاری۔ شراب خواری قماربازی۔ غرض اس زمانہ میں سب سے زیادہ یہہ عیسائیوں کا ہی حق تھا کہ وہ بدکاریوں کے میدانوں میں سب سے پہلے رہیں۔ کیونکہ دنیا میں

امر قرآن شریف سے بخوبی ثابت ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ

(بقیہ حاشیہ) انسان صرف تین وجہ سے گناہ سے رک سکتا ہے (۱) یہہ کہ خدا تعالیٰ کا خوف ہو (۲) یہ کہ کثرت مال جو بدمعاشیوں کا ذریعہ ہے اس کی بلا سے نہ ملے (۳) یہہ کہ ضعیف اور عاجز ہو کر زندگی بسر کرے حکومت کا زور پیدا نہ ہو مگر عیسائیوں کو ان تینوں روکوں سے فراغت ہو چکی تہی۔ کفارہ کے مسئلہ نے گناہ پر دلیر کر دیا تہا اور دولت اور حکومت ظلم کرنے کے لئے معین ہو گئے تہے پس چونکہ دنیا کی راحتیں اور نعمتیں اور دولتیں انپر بہت وسیع ہو گئی تہیں اور ایک زبردست سلطنت کے وہ مالک بہی ہو گئے تہے اور پہلے اس سے ایک مدت تک وہ فقر فاقہ اور تکالیف شاقہ میں مبتلا رہ چکے تہے اسلئے دولت اور حکومت گویا کہ عجیب طوفان فسق و فجور ان میں ظاہر ہوا اور جس طرح پر زور سیلاب آنے کے وقت بند ٹوٹ جاتا ہے اور پہر بند ٹوٹنے سے تمام اردگرد کہیتوں اور آبادی کی شامت آجاتی ہے۔ اسی طرح ان دنوں میں وقوع میں آیا کہ جب عیسائیوں کو تمام اسباب شہوت رانی کے میسر آگئے اور دولت اور قوت اور بادشاہت میں تمام دنیا کی طاقتوں

نوٹ شراب بنانا حضرت عیسیٰ کا ایک معجزہ قرار دیا گیا ہے لہٰذا شراب پینا عیسائی مذہب کی جزو اعظم ہے جیسا کہ عشاء ربانی سے ظاہر ہے۔ منہ

فرماتا ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ

بقیہ حاشیہ ۴۳۲۔ سے اوپر منبر پر ہو گئے۔ تو جیسے ایک سفلہ فقر و فاقہ کا مارا ہوا دولت اور حکومت پاکر اپنے بچھن دکھلاتا ہے۔ وہ سارے بچھن ان لوگوں نے دکھلائے۔ اول وحشیوں اور سخت ظالموں کی طرح وہ خونریزیاں کیں اور ناحق بموجب کئی لاکھ انسانوں کو قتل کیا اور وہ بیرحمیاں دکھلائیں جن سے بدن کانپ اٹھتا ہے اور پھر امن اور آزادی پاکر وہ تمام شرابخواری کا زناکاری قمار بازی میں شغل رکھنے لگے۔ چونکہ انکی بدبختی سے کفارہ کی تعلیم نے پہلے ہی ان کو بدکاریوں پر دلیر کر دیا تھا اور صرف سترلی ازلی چادری کا مصداق تھی اب جو لچھمی بھی انکے گھر میں آگئی تو پھر کیا تھا ہر ایک بدکاری پر ایسے ٹوٹ پڑے جیسے ایک زوردار سیلاب اپنے چلنے کی ایک کھلی کھلی راہ پاکر زور سے چلتا ہے اور ملک پر ایسا بد اثر ڈالا کہ غافل اور نادان عرب بھی انہیں کے بد اثر سے پیسے گئے وہ تو اُمی اور ناخواندہ تھے جب انہوں نے اپنے اردگرد عیسائیوں کی بداعمالیوں کا طوفان پایا تو اس سے متاثر ہو گئے یہ بات بڑی تحقیق سے ثابت ہوئی ہے کہ عربوں میں قمار بازی اور شراب خواری اور بدکاری عیسائیوں کے خزانہ سے ہی آئی تھی اخطل عیسائی جو اس زمانہ میں ایک بڑا شاعر گذرا ہے جسکا دیوان

یعنی و رضیت لکم الاسلام دیناً ط یعنی آج سے قرآن کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۳ - بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور حال میں بیروت میں ایک عیسائی گروہ نے بڑی اہتمام اور خوبصورتی سے وہ دیوان چھپا کر شائع کیا ہے۔ چنانچہ اسکا ایک نسخہ ہمیں بھی آگیا ہے اور اس دیوان میں کئی ایک شعر اسکی یادگار ہیں جو اسکی اور اسوقت کے عیسائیوں کی اندرونی حالت کا نقشہ ظاہر کر رہی ہیں منجملہ اون کے ایک یہ ہے۔

"بان الشباب و ربما عللته
بالغانیات و بالشراب الاصہب"

یعنی جوانی مجھ سے جدا ہو گئی اور میں نے اسکے روکنے کے لئے کئی مرتبہ اور بہت دفعہ یہ حیلہ کیا ہے کہ خوبصورت عورتوں اور سرخ شراب کے ساتھ اپنا شغل رکھا ہے اب اس شعر سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص باوجود پیرانہ سالی اور عیسائیوں کا ایک بزرگ فاضل کہلا کے پھر بھی زناکاری کی ایک خراب حالت میں مبتلا رہا ہے اور زیادہ قابل شرم بات یہ کہ بڈھا ہو کر بھی بدکاری سے باز نہ آیا اور نہ صرف اسی پر بس کرتا تھا بلکہ شراب پینے کا بھی نہایت درجہ عادی تھا۔ اخطل کی لائف پر اطلاع رکھنے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ وہ اس زمانہ کی عیسائی قوم میں بہت ہی معزز اور علم اور تصنیف کی رو سے گویا اون میں صرف ایک ہی تھا اور اسکی

آتا ہے اور تکمیل نفوس کے تمہارا دین تمہارے لیے کامل کیا اور اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۴ ۔ تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اس خیال کو جو کفارہ کے مسئلہ سے اوسکو لاحق تھا شاعرانہ لباس میں ادا کرتا بلکہ وہ پادریوں کا بھی منصب رکھتا تھا اور بڑے گرجاؤں کا ادمی اوس نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے یعنی کیا جاتا ہے کہ وہ ایک پیشوا دینی کی حیثیت سے بلا ناغہ جاتا تھا اور سب لوگ اوسی کے نقش قدم پر چلتے تھے ۔ کیا اس زمانہ کے تمام عیسائیوں میں سے اسکی یگانہ روزگار ہونے میں یہ دلیل کافی نہیں کہ کروڑہا عیسائیوں اور پادریوں میں سے صرف یہی اس زمانہ کا ایک آدمی ہے جسکی یادگار تیرہ سو برس میں اس زمانہ میں پائی گئی ۔ غرض عیسائیوں میں سے صرف ایک اخطل ہی ہے جو پورانے عیسائیوں کے چال چلن کا نمونہ بطور یادگار چھوڑ گیا اور نہ صرف اپنا ہی نمونہ بلکہ اوس نے گواہی دیدی ۔ کہ اوسوقت کے تمام عیسائیوں کا یہی حال تھا اور درحقیقت وہی چال چلن بطور سلسلہ تعامل کے اب تک یورپ میں چلا آتا ہے عیسائی مذہب کا پایہ تخت ملک کنعان تھا ۔ اور یورپ میں اسی ملک سے یہ مذہب پہنچا اور ساتھ ہی ان تمام خرابیوں کا تحفہ بھی لا غرض اخطل کا دیوان نہایت قدر کے لائق ہے جس نے اوسوقت کی عیسائی چال چلن کا تمام پردہ کھولدیا اور تاریخ پتہ نہیں دے سکتی کہ اس زمانہ کے عیسائیوں میں سے کوئی اور بھی ایسا ہی جسکی کوئی تالیف عیسائیوں کے ہاتھ میں ہو بجز اخطل کی مسو [illegible]

نعمت تم پر پوری کردی اور تمہارے لیئے دین اسلام پسند کرلیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۵ - ڈالنے کے بعد ماننا پڑتا ہی کہ وہ انجیل سے بھی خوب واقف تہا کیونکہ اوسوقت کے تمام عیسائیوں اور پادریوں میں سے خصوصیت کے ساتھہ وہ علمیت اور قابلیت دکہلائی کہ اسوقت کے عیسائیوں اور پادریوں میں سے کوئی بہی دکہلا نہ سکا بہرحال ہمیں ماننا ہی پڑا کہ وہ اوسوقت کے عیسائیوں کا ایک منتخب نمونہ ہے مگر ابہی آپ سن چکے ہیں کہ وہ اسبات کا اپنے منہ سے اقراری ہے کہ میں خوبصورت عورتوں اور عمدہ شراب کیساتھہ پیرانہ سالی کے ملال کو دفع کرتا ہوں اور اوسوقت کے شعرا کا یہی محاورہ تہا کہ وہ اپنی بدکاریوں کو انہیں الفاظ سے ادا کرتے تھے اور وہ لوگ حال کے نادان شاعروں کی طرح صرف فرضی خیالات کی بندش نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی زندگی کے واقعات کا نقشہ کھینچکر دکھلا دیتے تھے اسیوجہ سے اون کے دیوان محققوں کی نظر میں لغو نہیں سمجھے گئے بلکہ تاریخی کتب کا انکو پورا مرتبہ دیا گیا ہے اور وہ پورانے زمانہ کے رسوم اور عادات اور جذبات اور خیالات کو کامل طور پر ظاہر کرتے ہیں اسیواسطے اہل اسلام نے جو علم دوست ہیں اون کے قصاید اور دیوانوں کو ضایع نہیں کیا تا ہر زمانہ کے لوگ بچشم خود معلوم کرسکیں کہ اسلام سے پہلے عرب کا کیا حال تہا اور پھر اسلام کے بعد قادر خدا نے کس تقوی اور طہارت سے انکو رنگین کردیا اگر اخطل اور دیوان حماسہ اور

حاصل مطلب یہ ہے کہ قرآن جس قدر نازل ہوتا تھا نازل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۴ - سبعہ معلقہ اور اغانی کے وہ اشعار جو جاہلیت کے شعرا کے صاحب اغانی نے لکھے ہیں اور جو لسان العرب اور صحاح جوہری وغیرہ پرانی کتابوں میں موجود ہیں نظر کے سامنے رکھی جائیں اور پھر ان کے مقابل پر اسلام کو دیکھا جائے تو بہداہت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تاریک زمانہ میں اسلام اس طرح پر چہرہ نما ہوا کہ جیسے ایک نہایت درجہ کی تاریکی میں یکدفعہ آفتاب نکل آتا ہے اس مقابلہ سے ایک نظارہ قدرت معلوم ہوتا ہے اور دل بول اٹھتا ہے کہ اللہ اکبر کیسی اس وقت قرآن کے نزول کی ضرورت تھی درحقیقت اس قوی دلیل نے تمام مخالفوں کو پاؤں کے نیچے کچل دیا ہے پھر ہم اپنے پہلے مضمون کی طرف عود کر کے لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ کوئی نادان اخطل کی نسبت یہ سوال پیش کرے کہ کیوں یہ جائز نہیں کہ اخطل اپنی پیرانہ سالی کے زمانہ میں بہت سی خوبصورت عورتیں اپنے نکاح میں لایا ہو تو اس صورت میں زنا کا الزام اس پر کیونکر عاید ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اخطل نے اپنے شعر میں اس مضمون کو ہرگز ظاہر نہیں کیا کہ وہ خوبصورت عورتیں میری بیویاں ہیں بلکہ ایسی طرز پر اپنے کلام کو ظاہر کیا ہے جیسا کہ بدکردار اور بدچلن آدمی ہمیشہ ظاہر کیا کرتے ہیں اسی وجہ سے

ہو چکا اور متعدد دلوں میں نہایت عجیب اور حیرت انگیز

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۷ - اُس نے خوبصورت عورتوں کے ساتھ علاوہ شراب کو بھی جوڑ دیا ہے کیونکہ شراب بدمعاشی کے لوازم میں سے تھی اور ما سوا اسکے یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ عیسائی مذہب میں صرف ایک جورو تک جائز تھی پھر ممکن تھا کہ قوم کے لوگ اپنے مذہب اور رسم کے مخالف اسکو خوبصورت لڑکیاں دیدیتے یہ قبول کیا کہ وہ اپنے علم اور فضل کی رو سے تمام قوم سے بہتر تھا اور جیسا کہ اس زمانہ میں ایک بڑے بھاری بشپ کو اپنی قوم میں ایک عام وجاہت ہوتی ہے یہی وجاہت یا اس سے زیادہ اسکو حاصل تھی اور وہ مقتدا اور پیشوا اور ساری قوم کا برگزیدہ تھا مگر تاہم یہ کسیطرح ممکن نہیں کہ لوگ عمداً اپنی خوبصورت لڑکیاں قدیم رسم کے مخالف اسکے نکاح میں لاتے ہوں اور اسکا یہ شعر بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ صرف زنا کے طور پر یہ ناجائز حرکتیں اس سے صادر ہوتی تھیں تبھی تو شراب کباب کا سلسلہ بھی ساتھ جاری تھا کیا کوئی قبول کر سکتا ہے کہ ایک تو بڈھا آدمی اور پھر لڑکی والوں کو شہوت کا دُکھ اور پھر لڑکی پر لڑکی دینا مذہب کے مخالف رسم کے مخالف قومی اتفاق کے مخالف اور پھر لوگ اندھے ہو گئے میاں خطل کو اپنی خوبصورت لڑکیاں دیتے جائیں اور وہ تین قسم شراب کے بھی ساتھ لے آویں جبتک اس

تبدیلیاں پیدا کر چکا اور تربیت کو کمال تک پہنچا دیا اور اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۸ - خیال محال کو تو کوئی بھی قبول نہ کریگا - اصل بات تو یہی ہے جو ہم لکھ چکے جسکی نظیریں اب بھی یورپ میں نہ صدہا نہ ہزارہا بلکہ لاکھوں موجود ہیں یورپ کے سفر میں سمندر سے پار ہوتے ہی یہ نظارہ جا بجا نظر آجائیگا ماسوا اسکے اخطل کا صرف یہی شعر نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر دیوان اخطل میں ایک اور شعر ہے جو اسوقت ہم وہ بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور وہ یہ ہے -

انّ من یدخل الکنیسۃ یوماً
یلق فیہا جآذراً و ظباءً

ترجمہ اس شعر کا یہ ہے کہ اگر ہمارے گرجا میں کسی دن کوئی جائے تو بہت سی گوزن بچے اور ہرن اوسمیں پائیگا یعنے بہت سی خوبصورت اور جوان اور با جمال اور چست عورتوں کو دیکھکر حظ اٹھائیگا گویا یہیں میاں اخطل لوگوں کو رغبت دیتے ہیں کہ ضرور گرجا میں جانا چاہئے اور یہ لطف اٹھانا چاہیئے اب اس شعر سے دو باتیں نکلتی ہیں اول یہ کہ اخطل نے اپنی قوم کیلیے کوئی گرجا بھی بنا رکھا تھا جسمیں وہ ایک پادری کی حیثیت سے جایا کرتا تھا اور بظاہر انجیل اپنی ہاتھ میں رکھکر لوگوں کی لڑکیوں اور بہوؤں کو تاڑا کرتا تھا

نعمت کو ان پر پورا کردیا اور یہی دو رکن ضروری ہیں جو ایک نبی ؑ

بقیہ حاشیہ ص ۴۳۹ ۔ اور انہیں سے ناجایز تعلقات کر رکہے تھے دوسری یہ بات پیدا ہوتی ہے ۔ کہ ان ناجایز تعلقات کو قوم کچہہ بھی برا نہیں مانتی تھی اور ایسے نظرباز کو گرجا سے نہیں نکالتی تھی اور پادری کے منصب سے علیحدہ نہیں کرتی تہی حالانکہ ان کو کم سے کم یہ تو خبر تھی کہ یہ شخص ناپاک دل ہے اور ناپاک حرکات کا دل میں قصد رکہتا ہے کیونکہ اسکے گندے شعر جو یارانہ اور آشنائی پر دلالت کرتے تہے قوم سے مخفی نہیں تھے پس اس سے بڑہ کر اسبات پر اور کیا دلیل ہوگی کہ وہ ساری قوم ہی فسق و فجور میں مبتلا تھی اور ان کے گرجے طوائف کے کوٹھیوں کیطرح تھے اور ان مردوں عورتوں کے جمع ہونے کے لئے جو بد وضع اور ناپاک خیالات تھے گرجوں سے بہتر اور کوئی مکان نہ تہا یعنے وہ گرجوں میں ہی اپنے نفسانی جذبات کے پورا کرنے کے لئے موقعہ پاتے تہے اور اخطل صرف اپنے ہی نفسانی جذبات میں مبتلا نہیں تہا بلکہ وہ عیسائیوں کی کسی عورت یا لڑکی کو بہی پاکدامن نہیں سمجہتا تہا چنانچہ اسکے دیوان اخطل میں جس کے ساتھ عیسائی محققوں نے اسکی لائف بہی شایع کی ہے اسکی سوانح میں یہ درج کیا ہے کہ وہ اسی عورتوں کے معاملہ میں ایک مرتبہ کنیسہ دمشق میں

سکے آنے کی علت غائی ہوتے ہیں اب دیکھو یہ آیت کیسی

بقیہ حاشیہ ص ۴۴۲ - قید میں لایا گیا اور یہ الزام لگایا گیا - کہ وہ عیسائی عورتوں کی پاکدامنی کا قایل نہیں ہے چنانچہ ایک شریف اور معزز مسلمان کی فرمایش سے دمشق کے قسیس نے اسکو رہا کر دیا لیکن اخطل نے تا دم مرگ اپنی راے کو ہرگز تبدیل نہیں کیا چنانچہ عیسائی عورتوں کی نسبت اسکے اشعار اسبکے زبان زد خلایق ہیں -

اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۹ میں اخطل کی لائف میں لکھا ہے کہ وہ اپنے اشعار میں شراب کی بہت تعریف کرتا تہا اور شراب کے فواید وہ خوب مشاق اور تجربہ کار تہا پہر اسکی لائف میں صفحہ ۳۴۷ میں لکھا ہے کہ اخطل ایک پکا عیسائی تہا اور اپنے دین پر مضبوطی سے جما ہوا تہا اور گرجا کے وصایا کا خوب یاد رکہا ہوا تہا اور صلیب کو اپنے سینہ پر ہر وقت لٹکائے رکہتا تہا اسی لئے اسکا نام لوگوں میں ذو الصلیب مشہور تہا پہر اسی صفحہ میں لکہا ہے - کہ ایک وقت سلطان عبد الملک بن مروان نے جن کے دربار میں یہ ملازم بہی تہا اسکو کہا کہ تو مسلمان ہو جا تو اس نے جواب دیا کہ اگر شراب پینا میرے لیئے حلال کر دو اور رمضان کے روزے بہی مجہے معاف ہو جائیں تو میں مسلمان ہونے کے لئے تیار ہوں" دیکھو اسکو کہا تہا کہ یہ پکا عیسائی اور

زور شور سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ ص ۴۲۴ — ذو الصلیب اسکا نام ہے اور اب یہ بھی لکھ دیا کہ یہ شخص ایک شراب کے پیالہ پر عیسائی مذہب کو فروخت کرنے کے لیئے تیار تھا۔ غرض اسکی لائف میں یہی لکھا ہے کہ یہ ایک شرابخوار آدمی تھا اور اس بات کا اسکو اپنے شعروں میں خود اقرار ہے کہ یہ بیگانہ عورتوں سے بالکل پرہیز نہیں کرسکتا تھا اور نیز یہ بھی اقرار ہے کہ اوس زمانہ کے عیسائی مردوں اور عورتوں کا عموماً چال چلن اچھا نہیں تھا اور ایک خفیہ بدکاری اون میں جاری تھی تاہم اسمیں ایک بڑی دلیری یہ تھی کہ یہ بڑی جرات کیسا حمٰہ عیسائیوں کے فسق و فجور کو ظاہر کرتا اور اون کے گرجاؤں کو بدکاری کی جگہ بتلاتا تھا اور اپنی بدچلنی کو بھی نہیں چھپاتا تھا چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۳ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک نے اوس سے دریافت کیا کہ تجھے شراب پینے سے کیا حاصل ہے تو اوس نے فی الفور یہ دو شعر پڑھ کر سنائے۔

اذا ما ندیمی علنی ثم علنی	ثلث زجاجات لهن هدیرا
جعلت اجر الذیل منی کاننی	علیک امیر المومنین امیرا

یعنے جب میرے ساقی نے تین ایسی بوتلوں کی مجھے شراب پلائی جن کے

ینے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دین اسلام

بقیہ حاشیہ ص ۴۴۲ شراب نکالنے کے وقت ایک خوش آواز تھی
تو میں مستی سے ایسا دامن کشاں چلنے لگا کہ گویا تیرے پر یا امیرالمومنین
میں امیر ہوں ۔غرض چونکہ اکابر اسلام نے مسلمان ہونے کے لئے کبھی کبھی
پر جبر نہیں کیا اس لئے بجز تبلیغ کے اور کچھ بھی اسپر رنجش ظاہر نہ کیگئی اور
وہ مروانی ملوک کے دربار میں ہزار ہا روپیہ کا انعام پاتا رہا اور وہ ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی پیدا ہوا تھا اور ہر چہار خلیفہ رضی اللہ عنہم
کا اوس نے زمانہ پایا تھا اور بلاد شام میں رہتا تھا اور خوب بڈھا ہو کر فوت
ہوا اوس نے یہ نہایت عمدہ کام کیا کہ اپنے اشعار میں عیسائی چال چلن کا نقشہ
کھینچکر دکھلا دیا ہے اور نہایت صاف گواہی دیدی کہ اوس وقت کے عیسائی
لوگ نہایت مکروہ بدچلنیوں میں گرفتار تھے اور شراب خواری اور ہر قسم کی بدکاری
انپر غالب آگئی تھی اور چونکہ عیسائی مذہب کا اصل سیدھا اور منبع بلاد شام
ہی ہے جن بلاد کا وہ متوطن تھا اور جن کا نقشہ کھینچکر اوس نے پیش کیا ہے ۔
اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ کفارہ کا مسئلہ کسقدر جھوٹا اور نابکار
فریب ہے جسکا ابتدائی زمانہ میں ہی یہ اثر ثابت ہوا ۔ کہ عیسائی لوگ ہر ایک
قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ہوگئے اخطل کا زمانہ حضرت مسیح کے زمانہ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۶۔ کچھ بہت دور نہیں تھا صرف چھ سو برس گذری ہے مگر نقل کی گواہی اور اسکے اپنے اقرار سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت کے عیسائی اپنی بدچلنیوں کے رو سے بت پرستوں سے بھی زیادہ گرے ہوئے تھے پس جبکہ تازہ تازہ زمانہ میں کفارہ نے یہ اثر کیا تو وہ لوگ سخت بیوقوف ہیں کہ اب انیسویں صدی میں اس آزمودہ کفارہ سے کوئی بہتری کی امید رکھتے ہیں اُس زمانہ کی عیسائیت کی چال وچلن کے متعلق ایک وہ بھی قصیدہ ہے جو سبعہ معلقہ کے چوتھے معلقہ میں عمرو بن کلثوم تغلبی کی طرف سے درج ہے یہ بات کسی تاریخ دان پر پوشیدہ نہیں۔ کہ بنی تغلب عیسائی تھے اور وہی تمام عرب میں سب سے بڑھکر فسق وفجور اور ظلم اور زیادتی میں شمار کئے گئے تھے چنانچہ یہ قصیدہ بنی تغلب کی چال چلن پر پورا گواہ ہے کہ کیونکر وہ اول درجہ کے خونی اور جنگجو اور کینہ ور اور فاسق اور شرابخوار اور شہوات نفسانیہ کے پورا کرنے کے لئے بیجا خرچ کرنے والے تھے اور ہم اس جگہ صرف دو شعر تغلبی مذکور کے بطور نمونہ کے لکھتے ہیں اور یہ سبعہ معلقہ کے قصیدہ خامسہ میں موجود ہیں جسکا جی چاہے دیکھ لے اور وہ یہ ہیں۔

"الا ھبّی بصحنک فاصبحینا   ولا تبقی خمور الاندرینا"

"وکاس قد شربت ببعلبک   واخری فی دمشق وقاصرینا"

بقیہ حاشیہ ص ۴۴۴ - یعنی اے میری معشوقہ (یہ اسکی معشوقہ درحقیقت اسکی والدہ ہی تھی) شراب کا پیالہ لیکر اٹھ اور رفصبہ اندرین جسقدر شرابیں بنائی جاتی ہیں وہ سب مجھے پلا دے اور ایسا کر شراب کے ذخیروں میں کچھ بھی باقی نہ رہ جائے پھر کہتا ہے کہ میں نے مقام بعلبک میں بہت شراب پی ہے اور پھر اسیقدر بینے دمشق میں بھی پی - اور ایسا ہی مقام قاصرین میں بھی پیتا رہا - سچ ہے کہ عیسائیوں کو بجز شراب پینے کے اور کیا کام تھے یہی تو وہ دین کی جزو اعظم ہے جو عشاء ربانی میں بھی داخل ہے لیکن عجیب تر یہ ہے کہ یہ عیسائی اپنی حقیقی والدہ پر عاشق ہو گیا -

اور ناظرین کو معلوم رہے کہ اندرینا بلاد شام میں ایک قصبہ کا نام ہے جسمیں حضرات عیسائی ہر قسم کی شراب بناتے تھے اور پھر ان شرابوں کو دور دور کے ملکوں میں لے جاتے تھے اور ان کے مذہب میں شراب پینا صرف جائز ہی نہیں تھا بلکہ ہندوؤں کی بام مارگی فرقہ کیطرح مذہب کی بھاری جزو تھی جسکے بغیر کوئی عیسائی نہیں ہو سکتا تھا اس لئے قدیم سے عیسائیوں کو شراب کے ساتھ بہت کچھ تعلقات رہے ہیں اور اس زمانہ میں بھی انواع اقسام کے شرابوں کے موجد عیسائی لوگ ہی ہیں یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ عرب کے

بقیہ حاشیہ ص ۴۴۵ ۔ ملک میں بھی عیسائی لوگ ہی شراب لیگئے اور ملک کو تباہ کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ بت پرستی کے خیال کو بھی عیسی پرستی کے خیال نے ہی قوت دی اور عیسائیوں کی ریس سے وہ لوگ بھی مخلوق پرستی پر زیادہ جم گئے یاد رہے کہ عرب کے جنگلی لوگ، شراب کو جانتے بھی نہیں تھے ۔ کہ کس بلا کا نام ہے مگر جب حضرات عیسے وہاں پہونچے اور انہوں نے بعض نو مریدوں کو بھی تحفہ دیا تب تو یہ خراب عادت دکھا دیکھی عام طور پر پھیل گئی اور نماز کے پانچ وقتوں کیطرح شراب کے پانچ وقت مقرر ہو گئے یعنی جاشریہ جو صبح قبل طلوع آفتاب کی شراب ہے ۔ صبوح جو بعد طلوع کے شراب پی جاتی ہے ۔ غبوق جو ظہر اور عصر کی شراب کا نام ہے ۔ قیل جو دوپہر کی شراب کا نام ہے ۔ فحم جو رات کی شراب کا نام ہے ۔ اسلام نے ظہور فرما کر یہ تبدیلی کی جو ان پانچ وقتوں کے شرابوں کی جگہہ پانچ نمازیں مقرر کر دیں اور ہر ایک بدی کی جگہہ نیکی رکھدی اور مخلوق پرستی کی جگہ خدا تعالے کا نام سکھا دیا ۔ اس پاک تبدیلی سے انکار کرنا کسی سخت بدذات کا کام ہے نہ کسی سعید انسان کا کیا کوئی مذہب ایسی بزرگ تبدیلی کا نمونہ پیش کر سکتا ہے ہرگز نہیں اور اسوقت ہم عیسائیوں کے اقراری

تقابلہ ما بنش ص ۴۴

اشعار ہیں سے اسی پر کفایت کرتے ہیں لیکن اگر کسی نے جوش
چراکیا تو کئی سو اسی طور کے شعر اُن کی نذر کئے جائینگے
مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ اس موقعہ پر کوئی بھی نہیں بولیگا
کیونکہ ایسے ہزارہا اشعار جو جرایم و رزی کے اقرار پر مشتمل ہیں
کیونکر چھپ سکتے ہیں۔

اب کوئی پادری ٹھاکرداس صاحب سے جنہوں نے عدم ضرورت قرآن پر ناحق بیجا تعصب سے یاوہ گوئی کی ہے پوچھے کہ کیا اب بھی ضرورت قرآن کے بارہ میں آپکو اطلاع ہوئی یا نہیں یا کیا ہم نے ثابت نہیں کردیا کہ قرآن اسوقت نازل ہوا کہ جب تمام عیسائی خنزیروں کی طرح گل سڑ گئے تھے اور اُنکی صحبت سے دوسرے لوگ بھی تباہ ہو گئے تھے حقیقی ضرورت اسکا نام ہے یا وہ جو انجیل کے لئے پیش کیجاتی ہے مسیح کی جان گئی اور عیسائی پہلے سے بھی بدتر ہو گئے اگر ٹھاکرداس صاحب چاہیں تو ہم دس ہزار تک ایسے شعر پیش کر سکتے ہیں جنمیں مخالفین نے اپنے جرایم ورزی کا اقرار کیا ہے اب بھی بعض بعض جرایم ہیں عیسائی سب سے اول نمبر پر ہیں اس ام الخبائث شراب کی نسبت ہی دیکھئے کہ صرف ایک شہر لنڈن میں شراب کی اسقدر دوکانیں ہیں کہ حساب کیا

تعلیم جاہلیت ص ۲۴۴

لیا ہے کہ اگر ان کو ایک لائن میں لگائیں تو وہ ۲۰ میل میں آئیں زانیہ
عورتونکی انگلستان میں اس قدر کثرت ہے کہ خاص لنڈن میں ایک
لاکھ سے کچھ زیادہ ہونگی اور خفیہ طور پر پاکدامن لیڈیون کی بہادری سے
ولدالحرام پیدا ہوتے ہیں بعض نے حساب کیا ہے کہ ۷۵ فیصدی
ہیں قماربازی کا وہ زور شور ہے کہ خدا کی پناہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے
دلوں سے عظمت الٰہی بالکل اٹھ گئی ہے انسان کو خدا بنا چھوڑا ہے بدیونکو
نیکی سمجھ لیا ہے سچ تو یہ ہے کہ مسیح کی خودکشی کے خیال نے ان کو ہلاک کر دیا -
اور جسقدر توریت کے احکام بدکاریوں سے بچنے کے متعلق اور نیک راہوں پر چلنے
کے تھے کفارہ نے سب سے فراغت کر دی اسلام سے جس قدر دشمنی ان لوگونکو
ہے جسقدر شیطان کو دشمنی سچائی سے ہے کوئی انہیں سے غور نہیں کرتا کہ اسلام نے
کونسی نئی بات پیش کی جو قابل اعتراض ہے موسیٰ نے کتنی لاکھ بیگناہ بچے
مار ڈالے کوئی عیسائی نہیں کہتا کہ برا کام کیا لیکن ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلعم
نے اُنپر تلوار اوٹھائی جنہوں نے پہلے تلوار اوٹھائی اور اونکو مارا جو پہلے سے
مسلمانونکو مار چکے تھے مگر پھر بھی آپ نہیں بلکہ اوس وقت جبکہ اونہوں نے خود تعاقب
کیا اور خود چڑھائی کی نہ بچوں کو مارا نہ بوڑھوں کو بلکہ جو مجرم ہو چکے تھے اونہیں کو سزا دی
یہ سزا عیسائیونکو بہت بُری معلوم ہوتی ہے جابجا ہی سیاپا کرتے ہیں کیا اس سے ثابت
نہیں ہوتا کہ مارے بغض سے ان کے دل سیاہ ہو گئے غضب کی بات ہے کہ عاجز انسان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۸ ۔ کو خدا کہہ کر ان کا بدن نہیں کانپتا کچھ بھی بازپرس کے دن
کا انکو خوف نہیں آتا اگر حضرت مسیح علیہ السلام ایک دن کیلئے زندہ ہو کر آجائیں اور کہا جائے
کہ دیکھو یہ تمہارا خدا ہے ان سے ذرا استفسار تو کیجئے تو شرم میں غرق ہو جائیں کمبخت مخلوق
پرستوں نے عاجز بندہ کو مرنے کے بعد کیا کیا انکو بنا ڈالا حیا نہیں خدا تعالیٰ کا خوف نہیں یہ
بھی نہیں سوچتے کہ مسیح نے پہلے نبیوں سے بڑھ کر کیا کیا بھلا یا خدائی کی مد میں کون سی
کام کئے کیا یہ کام خدائی کے تھے کہ ساری رات آنکھوں میں سے رو رو کر نکالی پھر
بھی دعا منظور نہ ہوئی ایلی ایلی کہتے جان دی باپ کو کچھ بھی رحم نہ آیا اکثر پیشگوئیاں پوری
نہ ہوئیں معجزات پر تالاب نے دھبہ لگایا فقیہوں نے پکڑا اور خوب پکڑا اور کچھ پیش
نہ گئی ایلیا کی تاویل میں کچھ عمدہ جواب بن نہ پڑا اور نہ پیشگوئی کو اپنے ظاہر الفاظ پر پوری
کر سکے کیونکہ ایلیا کو زندہ کر کے دکھلا نہ سکا اور لما سبقتنی کہہ کر بصد حسرت
اس عالم کو چھوڑا ایسے خدا سے تو ہندوؤں کا خدا رامچندر ہی اچھا رہا جس نے جیتے جی
راون سے اپنا بدلہ لے لیا اور جیتے جی اسکو ہلاک کیا اور اسکے شہر کو جلا دیا
ہاں کفارہ کا ڈھکوسلہ پیچھے سے بنایا گیا مگر دیکھنا چاہئے کہ اس سے فائدہ کیا ہوا
عیسائیوں پر تو اور بھی گناہ کا بھوت سوار ہو گیا کونسی بدی ہے جس سے وہ رک
گئے کونسی ناپاکی ہے جس میں وہ گرفتار نہ ہوئے افسوس کہ خودکشی یوں ہی
برتھا گئی ۔ منہ

کو تنزیل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کیا گیا ہو
اور یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونے
کی ہے۔ جو کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی بلکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی صادق
نبی علیہ السلام نے بھی اس اعلیٰ شان کے کمال کا
نمونہ نہیں دکھلایا۔ کہ ایک طرف کتاب
اللہ بھی آرام اور امن کے ساتھ پوری ہو جائے
اور دوسری طرف تکمیل نفوس بھی ہو اور با
ایں ہمہ کفر کو ہر یک پہلو سے شکست اور اسلام
کو ہر یک پہلو سے فتح ہو۔

حاشیہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہ کو
مخاطب کیا کہ میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی
نعمت پوری کی اور آیت کو اس طور سے نہ فرمایا کہ اے نبی آج میں نے
قرآن کو کامل کر دیا۔ اسمیں حکمت یہ ہے کہ تا ظاہر ہو کہ صرف قرآن کی تکمیل نہیں
ہوئی بلکہ انکی بھی تکمیل ہو گئی جن کو قرآن پہنچایا گیا اور رسالت کی علت غائی
کمال تک پہنچ گئی۔ منہ

* اور پھر دوسری جگہ فرمایا کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ
وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ
اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا
یعنے جبکہ آنیوالی مدد اور فتح آگئی جسکا وعدہ
دیا گیا تھا اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج
دین اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں پس خدا
کی حمد اور تسبیح کر یعنے یہ کہہ کہ یہ جو ہوا وہ مجھ سے
نہیں بلکہ اوس کے فضل اور کرم کی تائید سے ہے

---

* حاشیہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے دل میں
نہایت درجہ کا یہ جوش تھا کہ میں اپنی زندگی میں اسلام کا زمین پر پھیلنا دیکھ
لوں اور یہ بات بہت ہی ناگوار تھی کہ حق کو زمین پر قائم کرنے سے پہلے
سفر آخرت پیش آوے سو خداتعالیٰ اس آیت میں آنحضرت صلعم کو خوشخبری
دیتا ہے کہ دیکھ میں نے تیری مراد پوری کر دی اور کم و بیش اس مراد کا ہر ایک نبی کو خیال
تھا مگر چونکہ اس درجہ کا جوش نہیں تھا اسلئے نہ مسیح کو اور نہ موسیٰ کو یہ خوشخبری ملی بلکہ آنحضرت صلعم کو
جسکے حق میں قرآن میں فرمایا لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ یعنی کیا تو اس
غم سے ہلاک ہو جائیگا کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے ۔ منہ

اور الوداعی استغفار کر کیونکہ وہ رحمت کے ساتھ بہت ہی رجوع کرنیوالا ہے استغفار کی تعلیم جو نبیوں کو دیجاتی ہے اسکو عام لوگوں کے گناہ میں داخل کرنا عین حماقت ہے۔ بلکہ دوسری لفظوں میں یہ لفظ اپنی نیستی اور تذلل اور کمزوری کا اقرار اور مدد طلب کرنیکا متواضعانہ طریق ہے چونکہ اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے کہ جس کام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے وہ پورا ہو گیا یعنی یہ کہ ہزارہا لوگوں نے دین اسلام قبول کر لیا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف بھی اشارہ ہے چنانچہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک برس کے اندر فوت ہو گئے۔ پس ضرور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نزول سے جیسا کہ خوش ہوئے تھے غمگین بھی ہوں کیونکہ باغ تو لگایا گیا مگر ہمیشہ کی آبپاشی کا کیا انتظام ہوا سو خدا تعالیٰ نے اسی غم کے دور کرنے کے لئے استغفار کا حکم دیا کیونکہ لغت میں ایسے ڈھانکنے کو کہتے ہیں جس سے انسان آفات سے محفوظ رہے

اسی وجہ سے مغفر جو خود کے معنی رکھتا ہے اسی
ہیں سے نکالا گیا ہے اور مغفرت مانگنے سے یہ مطلب
ہوتا ہے کہ جس بلا کا خوف ہے یا جس گنہ کا اندیشہ ہے
خدا تعالیٰ اس بلا یا اس گنہ کو ظاہر ہونے سے روک
دے اور ڈھانکے رکھے سو اس استغفار کے ضمن میں
یہ وعدہ دیا گیا کہ اس دین کے لئے غم مت کھا خدا تعالیٰ
اسکو ضایع نہیں کریگا اور ہمیشہ رحمت کے ساتھ اسکی
طرف رجوع کرتا رہیگا اور اون بلاؤں کو رد کردے گا جو
کسی ضعف کیوقت عاید حال ہو سکتی ہیں۔

اکثر نادان عیسائی مغفرت کی سچی حقیقت نہ دریافت
کرنیکی وجہ سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ جو شخص مغفرت
مانگے وہ فاسق اور گنہگار ہوتا ہے۔ مگر مغفرت کے معنے
پر خوب غور کرنے کے بعد صاف طور پر سمجھ میں آجاتا
ہے کہ فاسق اور بدکار وہی ہے جو خدا تعالیٰ سے
مغفرت نہیں مانگتا کیونکہ جب کہ ہر ایک سچی پاکیزگی
اوسی کی طرف سے ملتی ہے اور وہی نفسانی جذبات
کے طوفانوں سے محفوظ اور معصوم رکھتا ہے تو کیونکر خدا تعالیٰ

کے راستباز بندوں کا ہر یک طرفۃ العین میں یہی
کام ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس حافظ اور عاصم
حقیقی سے مغفرت مانگا کریں اگر ہم جسمانی عالم
میں مغفرت کا کوئی نمونہ تلاش کریں تو ہمیں اس
سے بڑھ کر اور کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ کہ
مغفرت اس مضبوط اور ناقابل بند کی طرح ہے
جو ایک طوفان اور سیلاب کے روکنے کے لئے بنایا
جاتا ہے پس چونکہ تمام زور تمام طاقتیں خدا تعالےٰ
کے مسلم ہیں اور انسان جیسا کہ جسم کے رو سے
کمزور ہے روح کے رو سے بھی ناتوان ہے۔ اور
اپنے شجرہ پیدائش کے لئے ہر ایک وقت اُس لازوال
ہستی سے آبپاشی چاہتا ہے جس کے فیض کے بغیر
یہ جی ہی نہیں سکتا اس لئے استغفار مذکورہ معانی
کے رو سے۔ اسکے لازم حال پڑا ہے اور جیسا کہ چاروں
طرف درخت اپنی ٹہنیاں چھوڑتا ہے گویا اردگرد
کے چشمہ کیطرف اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا ہے۔ کہ اے
چشمہ میری مدد کر اور میری سرسبزی میں کمی نہونے

ہے اور میرے پھلوں کا وقت ضایع ہونے سے بچا
یہی حال راستبازوں کا ہے۔ روحانی سرسبزی
کے محفوظ اور سلامت رہنے کے۔ رہنے کے لئے
یا اس سرسبزی کی ترقیات کی غرض سے حقیقی زندگی
کے چشمہ سے سلامتی کا پانی مانگنا یہی وہ امر ہے جسکو
قرآن کریم دوسرے لفظوں میں استغفار کے نام سے
موسوم کرتا ہے۔ قرآن کو سوچو اور غور سے پڑھو۔
استغفار کی اعلیٰ حقیقت پاؤ گے اور ہم ابھی بیان
کر چکے ہیں کہ مغفرت لغت کے رو سے ایسے ڈھانکنے
کو کہتے ہیں جس سے کسی آفت سے بچنا مقصود ہو مثلاً
پانی درختوں کے حق میں ایک مغفرت کرنیوالا عنصر ہے
یعنی اُن کے عیبوں کو ڈھانکتا ہے۔ یہ بات سوچ لو کہ
اگر کسی باغ کو برس دو برس بالکل پانی نہ ملے تو اس
اسکی کیا شکل نکل آئیگی کیا یہ سچ نہیں کہ اسکی خوبصورتی
بالکل دور ہو جائیگی۔ اور سرسبزی اور خوشنمائی کا نام
ونشان نہیں رہیگا۔ اور وہ وقت پر کبھی پھل نہیں لائے
گا۔ اور اندر ہی اندر جل جائیگا۔ اور پھول بھی نہیں

آجائیں گے۔ بلکہ اوسی کے سرسبز اور نرم لہلہاتے ہوئے پتے چندروز میں ہی خشک ہوکر گرجائیں گے اور خشکی غالب ہوکر مجذوم کیطرح آہستہ آہستہ اُسکے تمام اعضا گرنے شروع ہوجائیں گے یہ تمام بلائیں کیوں اوس پر نازل ہوں گی؟ اس وجہ سے کہ وہ پانی جو اسکی زندگی کا مدار تھا اوسنے اوس کو سیراب نہیں کیا اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے

کَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ

یعنے پاک کلمہ پاک درخت کی مانند ہے پس جیسا کہ کوئی عمدہ اور شریف درخت بغیر پانی کے نشو و نما نہیں کرسکتا اسی طرح راستباز انسان کے کلمات طیبہ جو اُسکے منہ سے نکلتے ہیں اپنی پوری سرسبزی دکھلا نہیں سکتے اور نہ نشو و نما کرسکتے ہیں جب تک وہ پاک چشمہ اون کی جڑ ہون کو استغفار کے نالے میں ہوکر تر نہ کرے سو انسان کی روحانی زندگی

استغفار سے ہے جس کے نالے میں ہو کر حقیقی
چشمہ انسانیت کی جڑھوں تک پہنچتا ہے اور خشک
ہونے اور مرنے سے بچا لیتا ہے جس مذہب
میں اس فلسفہ کا ذکر نہیں وہ مذہب خدا
تعالےٰ کیطرف سے ہرگز نہیں اور جس شخص نے نبی
یا رسول یا راستباز یا پاک فطرت کہلا کر اس چشمہ
سے منہ پھیرا ہے وہ ہرگز خدا تعالیٰ کیطرف سے نہیں
اور ایسا آدمی خدا تعالےٰ سے نہیں بلکہ شیطان سے
نکلا ہے کیونکہ شیط مرنے کو کہتے ہیں پس جس نے
اپنے روحانی باغ کو سرسبز کرنے کے لئے اس
حقیقی چشمہ کو اپنی طرف کھینچنا نہیں چاہا۔ اور
استغفار کے نالے کو اوس چشمہ سے لبالب نہیں
کیا وہ شیطان ہے یعنے مرنے والا ہے کیونکہ ممکن نہیں
کہ کوئی سرسبز درخت بغیر پانی کے زندہ رہ سکے ہر ایک
متکبر جو اس زندگی کے چشمہ سے اپنے روحانی
درخت کو سرسبز کرنا نہیں چاہتا وہ شیطان ہے اور
شیطان کی طرح ہلاک ہوگا۔ کوئی راستباز نبی

دُنیا میں نہیں آیا جس نے استغفار کی حقیقت سے منہ پھیرا اور اس حقیقی چشمہ سے سرسبز ہونا نہ چاہا ہاں سب سے زیادہ اس سرسبزی کو ہمارے سید و مولا ختم المرسلین فخر الاولین والآخرین **محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا اس لئے خدا نے اوسکو اسکے تمام ہم منصبوں سے زیادہ سرسبز اور معطر کیا۔

پھر ہم اپنے پہلے مقصد کیطرف عود کر کے لکھتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **نبوت** اور قرآن کریم کی حقانیت پر اس دلیل سے نہایت اعلیٰ و اجلیٰ ثبوت پیدا ہوتا ہے۔ کہ آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے وقت میں دنیا میں بھیجے گئے کہ جب دُنیا زبان حال سے ایک عظیم الشان **مصلح** کو مانگ رہی تھی اور پھر نہ مرے اور نہ ہارے گئے جب تک کہ راستی کو زمین پر قائم نہ کر دیا ✝

حاشیہ: اس جگہ بعض کی طرف سے ایک اعتراض ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ایک بت پرست تھے کہ گو ہم قبول کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت

جب نبوت کے ساتھ ظہور فرمایا ہے تو آپ نے

اپنی ضرورت دنیا پر ثابت کر دی

حاشیہ در حاشیہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے بُت پرستی کا استیصال ہوا لیکن ہم یہ قبول نہیں کرتے کہ بُت پرستی درحقیقت بُری تھی بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہی راہ راست تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکدیا پس اس سے لازم آیا کہ آپ نے دنیا کی اصلاح نہ کی بلکہ صلاحیت کی راہ کو معدوم کر دیا ایسا ہی اگر ایک مجوسی کہے کہ یہ تو میں مانتا ہوں کہ درحقیقت آنحضرت نے آتش پرستی کی رسم کو نابود کر دیا اور آفتاب پرستی کا بھی نام و نشان کھو دیا۔ مگر میں یہ بات نہیں مانوں گا کہ یہ کام اچھا کیا بلکہ یہی سچی راہ تھی جسکو نشانہ دیا۔ ایسا ہی اگر ایک عیسائی کہے کہ گو مانتا ہوں کہ آنحضرت نے عرب سے عیسائی عقیدہ کی بنیاد اکھیڑ دی مگر میں اسبات کو اصلاح کی مد میں داخل نہیں کر سکتا کہ جو عیسیٰ اور اسکی والدہ کی پرستش سے منع کیا گیا اور صلیبوں اور تصویروں کو توڑ دیا گیا یہ کیا خیر تھا بلکہ وہی راہ اچھی تھی جسکی مخالفت کیگئی اسی طرح اگر قمار باز اور شراب خوار اور

اور ہریک قوم کو اون کے شرک اور ناراستی اور
مفسدانہ حرکات پر ملزم کیا جیسا کہ قرآن کریم اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۹

زانی اور لڑکیوں کے قتل کرنیوالے اور بخیل یا بیجا خرچ کرنے
والے اور طرح طرح کے ظلموں اور خیانتوں کو پسند کرنیوالے

اور چور اور اچکے اور دھاڑوی اپنے اپنے دلایل پیش کریں
اور کہیں کہ اگرچہ ہم قبول کرتے اور مانتے ہیں کہ اسلام
میں ہمارے فرقوں کا بہت ہی عمدہ تدارک کیا گیا ہے اور
ہزارہا چوروں کو سخت سخت سزائیں دیکر اکثر زمین کے حصہ سے
ان کا شور وشر مٹا دیا لیکن ہماری دانست میں اون پر ناحق
ظلم کیا گیا وہ جان مارکر چوری کرتے اور خود خطرہ میں پڑکر ڈاکہ
مارتے تھے پس ان کا مال اس قدر محنت کے بعد حلال کیے ہی حکم تھا ناحق
اون کو ستایا گیا اور ایک پرانی رسم جو عبادت میں داخل تھی
مٹا دی سو ان سب فرقوں کا جواب یہ ہے کہ یوں تو کوئی شخص
بھی ان فرقوں میں سے اپنے منہ سے اپنے تئیں قصوروار نہیں
ٹھہرائے گا لیکن بعض اون کے بعض پر گواہ ہیں مثلاً ایک شخص
رامچند اور کرشن جی کا پوجا کرنیوالا اور اون کو خدا ٹھہرانے
والا اسبات سے تو کبھی باز نہیں آئیگا کہ وہ رامچند اور کرشن

سے بھرا ہوا ہے مثلاً اسی آیت کو سوچ کر دیکھو جو
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ
عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۔

تو انسان متصف قرار دیتے بلکہ بار بار اسی بات پر زور دیتے گا کہ ان دونوں بزرگوں میں پرم آتما کی جوت تھی اور وہ باوجود انسان ہونے کے خدا بھی تھے اور اپنے اندر ایک جہت مخلوقیت کی رکھتے تھے اور ایک جہت خالقیت کی اور مخلوقیت ان کی حادث تھی اور ایسا ہی مخلوقیت کے عوارض بھی یعنی مرنا اور دکھ اٹھانا یا کھانا پینا سب حادث تھا مگر خالقیت ان کی قدیم ہے اور خالقیت کی صفات بھی قدیم **لیکن** اگر ان کو کہا جائے کہ اسے بھلے مانسو اگر یہی بات ہے تو ابن مریم کی خدائی کو بھی مان لو اور بیچارے عیسائی جو ناحق دن ہی سیاپا کر رہے ہیں ان کی بھی تو کچھ خاطر رکھو کہ چوں آب از سر گذشت چہ نیزہ چہ بالشت تب وہ حضرت مسیح کی اس قدر بیہودگی سے تکذیب کرتے ہیں کہ خدائی تو بھلا کون مانے اس غریب کو نبوت سے بھی جواب دیتے ہیں بلکہ بسا اوقات

یعنی وہ بہت ہی برکت والا ہے ۔ جس نے فرقان کو اپنے
بندہ پر اس غرض سے اوتارا جو تمام جہان کو ڈرانیوالا ہو
تا اُن کی بدراہی اور بدعقیدگی پر اُن کو متنبہ کرے

تھا یہاں تک نوبت پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسکو سری مہاراج
برہم مورت راجچندر جی اور کرشن جی گوپال رودر سے کیا
نسبت تھا وہ تو ایک آدمی تھا جس نے پیغمبری کا جھوٹھا دعوی کیا
کہاں سری مہاراج کرشن جی اور کہاں عیسےٰ مریم کا پوتر اور
تعجب کہ اگر عیسائیوں کے پاس ان دونو مہاتما اوتاروں کا
ذکر کیا جاوے تو وہ بھی اولیت کی خدائی نہیں مانتے بلکہ
ادبی سے باتیں کرتے ہیں حالانکہ دنیا میں خدائی کے بیج بونا
ڈالنے والے یہی دونوں بزرگ ہیں اور یہی سب خداوں
کے مورث اعلے اور انہی [illegible] پیچھے نکلے اور انکی
شاخیں ہیں اور عیسائی مسیح کے خدا بنانے میں انہیں لوگوں کے
نقش قدم پر چلے ہیں جنہوں نے ان مہاتماؤں کو خدا بنایا
جیسا کہ خدا کریم اسی کیطرف اشارہ کرتا ہے دیکھو آیت قالت
الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ

پس یہ آیت بصراحت اس بات پر دلیل ہے کہ قران کا یہ
دعوی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت
میں تشریف لائے تھے جبکہ تمام دنیا اور تمام قومیں بگڑ

ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ الجزو نمبر ۱۰

یعنی یہود نے کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ
مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ سب ان کے منہ کی باتیں ہیں یہ
لوگ ان لوگوں کی ریس کرتے ہیں جو ان سے پہلے بعض
انسانوں کو خدا بنا کر کافر ہو گئے خدا کے مارے یہ کہاں سے کہاں بہکائے گئے
سو یہ آیت صریح ہندیوں اور یونانیوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور
بتلا رہی ہے کہ جو پہلے انسانوں کو بعض لوگوں نے خدا قرار دیا پھر عیسائیوں کی بدقسمتی
سے اصول ان تک پہنچ گئے تب انہوں نے بھی ان قوموں کی پیروی کی اور انکی بدبختی
سے نوبت یہانتک پہنچی سو یہ محاورہ تھا کہ انسانوں کو بعض مذاہب میں خدا کا بیٹا قرار دیا تھا یا خدا کی
بیٹیاں یا ملک بعض گذشتہ لوگوں کو خدا بھی کہا گیا تھا اس عام
محاورہ کے لحاظ سے مسیح پر بھی انجیل میں ایسا ہی لفظ
بولا گیا پس وہی لفظ نادانوں کے لئے زہر قاتل ہو گیا
تمام انجیل دہائی دے رہی ہے کہ یہ لفظ ابن مریم سے

چکی تھیں اور مخالف قوموں نے اس دعوی کو نہ صرف اپنی خاموشی سے بلکہ اپنے اقراروں سے مان لیا ہے پس اس سے بداہت نتیجہ نکلا کہ آنحضرت

کچھ خاص نہیں ہر ایک نبی اور راستباز پر بولا گیا ہے۔ بلکہ **یعقوب بخت زادہ** کہلایا ہے مگر بدقسمت انسان جب کسی پیچ میں پھنس جاتا ہے تو پھر اُس سے نکل نہیں سکتا۔ پھر عجیب تر یہ کہ جو کچھ مسیح کی خدائی کے لئے قواعد بیان کئے گئے ہیں کہ وہ خدا بھی ہے انسان بھی یہ تمام قواعد کرشن اور رامچندر کے لئے ہندوؤں کی کتابوں میں پہلے سے موجود ہیں اور اس نئی تعلیم سے ایسے مطابق پڑتے ہیں کہ ہم بجز اسکے اور کوئی بھی رائے ظاہر نہیں کر سکتے کہ یہ تمام ہندوؤں کے عقیدوں کی نقل کی گئی ہے ہندوؤں میں ترےمورتی کا بھی عقیدہ تھا جس سے برہما۔ بشن۔ مہادیو کا مجموعہ مراد ہے سو **تثلیث** ایسے عقیدے کا عکس کھینچا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ جو کچھ مسیح کے خدا بنانے کے لئے اور عقلی اعتراضوں سے

صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ایسے وقت میں آئے تھے جسوقت میں ایک ہی کامل نبی کو آنا چاہئے پہر جب ہم دوسرا پہلو دیکھتے ہیں کہ آنجناب صلعم کسوقت

بچنے کے لئے عیسائی لوگ جوڑ توڑ کر رہے تہیا اور مسیح کی انسانیت کو خدائی کے ساتھ ایسے طور سے پیوند دے رہے تھے جس سے اون کی غرض یہ ہے کہ کسی طرح عقلی اعتراضوں سے بچ جائیں اور پہر بھی وہ کسی طرح بچ نہیں سکتے اور آخر سر الہی میں داخل کرکے پیچھا چھوڑاتے ہیں بعینہ یہی نقشہ ان ہندوؤں کا ہے جو رام چندر اور کرشن کو اوتار قرار دیتے ہیں یعنے وہ بھی بعینہ وہی باتیں سناتے ہیں جو عیسائی سنایا کرتے ہیں اور جب ہر ایک پہلو سے عاجز آجاتے ہیں تب کہتے ہیں کہ یہ ایک الہٰی بھید ہے اور انہیں پر کہلتا ہے جو جوگ کماتے اور دنیا کو تیاگ دیتے اور تپشیا کرتے ہیں لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ بھید تو اوسی وقت کہل گیا کہ جبکہ ان جہوٹے خداؤں نے اپنی خدائی کا کوئی ایسا نمونہ نہ دکہلایا ہو جو انسان سے نہ دکہلایا ہو

تشبیہ سے کام

واپس بلائے گئے تو قرآن صاف اور صریح طور پر ہمیں خبر دیتا ہے کہ ایسے وقت میں بلانیکا حکم ہوا کہ جب اپنا کام پورا کر چکے تھے یعنے اس وقت کے بعد بلائے گئے جبکہ یہ

سچ ہے کہ گرنتھوں میں یہ قصے بھرے پڑے ہیں کہ ان اوتاروں نے بڑی بڑی شکتی کے کام کئے ہیں مُردے جلائے - اور پہاڑوں کو سر پر اٹھا لیا لیکن اگر ہم ان کہانیوں کو سچ مان لیں تو یہ لوگ خود قائل ہیں کہ بعض ایسے لوگوں نے بھی کرشمے دکھلائے جنہوں نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا مثلاً ذرا سوچ کر دیکھ لو کہ کیا مسیح کے کام موسیٰ کے کاموں سے بڑھکر تھے بلکہ مسیح کے نشانوں کو تو تالاب کے قصہ نے خاک میں ملا دیا - کیا آپ لوگ معجزہ نما تالاب سے واقف نہیں جو اوسی زمانہ میں تھا اور کیا اسرائیل میں ایسے نبی نہیں گذرے جن کے بدن کے چھونے سے مُردے زندہ ہوگئے پھر خدائی کی شیخی مارنے کے لئے کونسی وجوہات ہیں جائے شرم

اور اگرچہ ہندوؤں نے اپنے اوتاروں کی نسبت شکتی کے کام بہت لکھے ہیں اور خواہ نخواہ ان کو پرمیشر ثابت کرنا

آیت نازل ہو چکی کہ مسلمانوں کے لئے تعلیم کا مجموعہ کامل ہوگیا اور جو کچھ ضروریات دین مین نازل ہونا تھا وہ سب نازل ہو چکا اور نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی خبر دی گئی کہ خدا انکا

چاہئے مگر وہ قصے بھی عیسائیوں کے بیہودہ قصوں سے کچھ کم نہیں ہیں اور اگر فرض بھی کرلیں کہ کچھ اون میں سے صحیح بھی ہے تب بھی عاجز انسان جو ضعف اور ناتوانی کا خمیر رکھتا ہے پرمیشر نہیں ہو سکتا اور احیاء حقیقی تو خود باطل ہے اور الٰہی کتابوں کے مخالف ہاں اعجازی احیا جسمیں دنیا کیطرف رجوع کرنا اور دنیا میں پھر آباد ہونا نہیں ہوتا ممکن تو ہے مگر خدائی کی دلیل نہیں کیونکہ اسکے مدعی عام ہیں مردوں سے باتیں کرا دینے والے بہت گذرے ہیں مگر یہہ طریق کشف قبور کی قسم میں سے ہے ہاں ہندوؤں کو عیسائیوں پر ایک فضیلت بیشک ہے اُسکے بلا شبہ ہم قایل ہیں اور وہ یہہ ہے کہ وہ بندوں کو خدا بنانے میں عیسائیوں کے پیشرو ہیں اُنہیں کے ایجاد کی عیسائیوں نے بھی پیروی کی۔ ہم کسیطرح اسبات کو چھپا نہیں سکتے۔ کہ جو کچھ عیسائیوں

[illegible]

کی تائیدیں بھی کمال کو پہنچ گئیں اور جوق در جوق لوگ دین اسلام میں داخل ہو گئے اور یہ آیتیں بھی نازل ہو گئیں کہ خدا تعالیٰ نے ایمان اور تقویٰ کو اون کے دلوں میں لکھدیا

نے عقلی اعتراضوں سے بچنے کے لئے باتیں بنائی ہیں یہ باتیں انہوں نے اپنے دماغ سے نہیں نکالیں بلکہ شاستروں اور گرنتھوں میں سے چرائی ہیں یہ تمام تودہ طوفان پہلے ہی سے برہمنوں نے کرشن اور رامچندر کے لئے بنا رکھا تھا۔ جو عیسائیوں کے کام آیا پس یہ خیال بدیہی البطلان ہے کہ شاید ہندوؤں نے عیسائیوں کی کتابوں میں سے چرایا ہے کیونکہ اون کی یہ تحریریں اُسوقت کی ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ کا وجود بھی دنیا میں نہیں تھا پس ناچار ماننا پڑا کہ چور عیسائی ہی ہیں چنانچہ پوٹ صاحب بھی اسبات کے قائل ہیں کہ تثلیث افلاطون کے لئے ایک غلط خیال کی پیروی کا نتیجہ ہے مگر اصل یہ ہے کہ یونان اور ہند اپنے خیالات میں مرایا متقابلہ کی طرح تھے قریب قیاس یہ ہے کہ یہ شرک کے افکار پہلے ہند سے وید و دیا کی صورت میں یونان

[illegible]

اور فسق اور فجور سے اونہیں بیزار کر دیا
اور پاک اور نیک اخلاق سے وہ متصف ہو
گئے اور ایک بہاری تبدیلی اون کے اخلاق

میں گئے پہر وہاں سے نادان عیسائیوں نے چورا
چورا کر انجیل پہ حاشیے چڑہائے اور اپنا نامہ اعمال
درست کیا"

مطلب کی تقریر

اب ہم اصل معنوں کی طرف توجہ کرکے لکہتے ہیں کہ
جب کہ ان تمام فرقوں میں سے ایک فرقہ دوسرے فرقہ
کا مکذب ہے تو اسمیں کچہہ شک نہیں کہ ہر ایک اون
میں سے اپنی راے میں دنیا کی اصلاح اسبات میں
دیکہتا ہے کہ اوس کے مخالف فرقہ کا اعتقاد نابود ہو
اور اسبات کا قایل ہے کہ اوس کے مخالف کا عقیدہ
نہایت خراب اور غیر صحیح ہے پس جبکہ ہر ایک فرقہ
اپنے مخالف پر نظر ڈالکر اس خرابی کو مان رہا ہے تو
اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
میں ہر ایک فرقہ کو بالضرورت اقرار کرنا پڑا ہے کہ

اور چلین اور روح میں واقع ہو گئی تب ان تمام
باتوں کے بعد سورۃ النصر نازل ہوئی جسکا ماحصل
یہی ہے کہ نبوت کے تمام اغراض پورے ہو گئے

درحقیقت آپ کے ہاتھ سے دنیا کی عام اصلاح ظہور
میں آئی اور آپ درحقیقت مصلح اعظم تھے ماسوا اسکے
ہر ایک فرقہ کے محقق اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ
درحقیقت اون کے مذہب کے لوگ اس زمانہ میں سخت
بدچلن اور بدراہیوں ہو گئے تھے چنانچہ اس زمانہ کی بد
چلنی اور خراب حالت کے بارے میں پادری فنڈل
میزان الحق میں اور محقق پوٹ اپنی کتاب میں اور
پادری جیمس کیمرن لیس اپنے لکچر مطبوعہ مئی ۱۸۸۲ء میں
اسی بات کے قایل ہیں ماسوا اس کے حقیقی نیکی اور راہ
راست کو پہچاننے والے جانتے ہیں کہ یہ تمام فرقے ایک
تاریکی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں اور اون خداون
میں سے کوئی بھی واقعی اور سچا خدا نہیں جن لوگوں کو
ان نادانوں نے خدا سمجھہ رکھا ہے ✱ کیونکہ واقعی طور پر

[illegible] صفحہ ۹۴

✱ نوٹ ۔ یہ اقرار پنڈت دیانند نے بھی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں کیا ہی اور پنڈت
جی قایل ہیں کہ آریہ ورت اس زمانہ میں مورتی پوجن میں غرق تھا ۔ منہ

اور اسلام دلوں پر غالب ہو گیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر اعلان دیدیا کہ یہ سورت میری وفات کی طرف اشارہ کرتی ہے بلکہ اس کے بعد حج کیا

خدا ہونیکی یہ نشانی تھی کہ اوس کی عظمت اور جلال اسکی واقعات زندگی سے ایسی طور سے ظاہر ہوتی ہو جیسا کہ آسمان اور زمین ایک سچے اور جلیل خدا کی عظمت ظاہر کر رہا ہے مگر ان عاجز اور مصیبت زدہ خداؤں میں یہ نشانی قطعاً مفقود ہے کیا عقل سلیم اس بات کو قبول کر لے گی کہ ایک مرنیوالا اور خودکشی کرنیوالا اور کسی پہلو سے خدا ہی ہے حاشا وکلا ہرگز نہیں بلکہ سچا خدا وہی خدا ہے جسکی غیر متبدل صفات قدیم سے آئینہ عالم میں نظر آرہی ہیں اور جسکو ان باتوں کی حاجت نہیں کہ کوئی اوسکا بیٹا ہو اور خودکشی کرے تب لوگوں کو اوس سے نجات ملے بلکہ نجات کا سچا طریق قدیم سے ایک ہی ہے جو حدوث اور بناوٹ سے پاک ہے جسپر چلنے والے حقیقی نجات کو اور اوس کے ثمرات کو اسی دنیا میں پالیتے ہیں اور اوس کے سچے

[illegible]

اور اس کا نام حجۃ الوداع رکھا اور ہزارہا لوگوں کی
حاضری میں ایک اونٹنی پر سوار ہو کر ایک لمبی تقریر
کی اور کہا کہ سنو! اے خدا کے بندو! تمہیں یہ سب

نمونے اپنے اندر دیکھتے ہیں یعنی وہ سچا طریق یہی ہے
کہ الٰہی منادی کو قبول کر کے اسکے نقش قدم پر ایسا
چلیں کہ اپنی نفسانی ہستی سے مر جائیں اور اسی
طرح اپنے لئے آپ فدیہ دیں اور یہی طریق ہے
جو خدا تعالیٰ نے ابتدا سے حق کے طالبوں کی فطرت
میں رکھا ہے اور قدیم سے اور جب سے کہ انسان بنایا
گیا ہے اس روحانی قربانی کا سامان اوسکو عطا کر دیا
گیا ہے اور اوسکی فطرت اس سامان کو اپنے ساتھ
لائی ہے اور اسی پر متنبہ کرنے کیلئے ظاہری قربانیاں بھی
رکھی گئیں یہ وہ واقعی حقیقت ہے جسکو کوتہ اندیش
اور بدقسمت ہندوؤں اور عیسائیوں نے نہیں سمجھا اور
روحانی حقیقتوں پر غور نہیں کی اور نہایت بد اور مکروہ
اور تاریک خیالات میں پڑ گئے جنہوں نے کبھی کسی چیز پر

تتمہ ص ۱۸۲

رب کی طرف سے یہ حکم ملے تھے کہ تا میں یہ سب احکام تمہیں
پہنچا دوں پس کیا تم گواہی دے سکتے ہو کہ یہ سب
باتیں میں نے تمہیں پہنچا دیں - تب ساری قوم نے

ایسا تعجب نہیں کیا جیسا کہ اُن لوگوں کی حالت پر تعجب
کرتا ہوں کہ جو کامل اور زندہ اور حی قیوم خدا کو
چھوڑ کر ایسے بیہودہ خیالات کے پیرو ہیں اور اُن
پر ناز کرتے ہیں

پھر ہم اصل مطلب کیطرف عود کر کے کہتے ہیں
کہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ہمارے سید و مولےٰ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح نہایت وسیع
اور عام اور مسلم الطوائف ہے اور یہ مرتبہ اصلاح کا
کسی گذشتہ نبی کو نصیب نہیں ہوا اور اگر کوئی عرب
کی تاریخ کو آگے رکھ کر سوچے تو اُسے معلوم ہوگا کہ
اسوقت کے بت پرست اور عیسائی اور یہودی کیسے
متعصب تھے اور کیونکر ان کی اصلاح کو صدہا سال سے
نومیدی ہو چکی تھی پھر نظر اٹھا کر دیکھے کہ قرآنی تعلیم نے

[illegible] صفحہ ۲۱۴

بتاو ا نہیں تصدیق کی کہ ہم تک یہ سب پیغام پہونچا ئے گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے خدا ان باتوں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

جو ان کے بالکل مخالف تھی کیسی نمایاں تاثیریں دکھلائیں اور کیسی ہر یک بد اعتقاد اور ہر یک بدکاری کا استیصال کیا شراب کو جو ام الخبائث ہے دور کیا قمار بازی کی رسم کو موقوف کیا دختر کشی کا استیصال کیا اور جو انسانی رحم اور عدل اور پاکیزگی کے برخلاف عادات تھیں سب کی اصلاح کی ہاں مجرموں نے اپنے جرموں کی سزائیں بھی پائیں جن کے پانے کے وہ سزاوار تھے پس اصلاح کا امر ایسا نہیں ہے جس سے کوئی انکار کر سکے اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ اس زمانہ کے بعض حق پوش پادریوں نے جب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے اس قدر عام اصلاح ہوئی کہ اسکو کسی طرح چھپا نہیں سکتے اور اس کے مقابل پر جو مسیح نے اپنے وقت میں اصلاح کی وہ ہیچ ہے تو ان پادریوں کو فکر

کا گواہ رہ اور پھر فرمایا کہ یہ تمام تبلیغ اس لئے مکرر کی
گئی کہ شاید آیندہ سال میں تمہارے ساتھ نہیں
ہوں گا اور پھر دوسری مرتبہ تم مجھے اس جگہ نہیں پاؤ گے

پڑی کہ گمراہوں کو رو باصلاح کرنا اور بدکاروں کو نیکی کے
رنگ میں لانا جو اصل بت شکنی کی ہے وہ جیسا کہ
اکمل اور اتم طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور
میں کوئی بھی اسکی نسبت نہیں پائی جاتی تو اونہوں
نے اپنے دجالی فریبوں کے ساتھ آفتاب پر خاک ڈالنا
چاہا تو ناچار جیسا کہ پادری جیمس کیمرن لیس نے اپنے
لکچر میں شایع کیا ہے جاہلوں کو اس طرح پر دھوکا دیا
کہ وہ لوگ پہلے سے صلاحیت پذیر ہونے کے مستعد تھے
اور بت پرستی اور شرک ان کی نگاہوں میں حقیر
ٹھہر چکا تھا لیکن اگر ایسی راے ظاہر کرنے والے اپنے اس
خیال میں سچے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ اپنے اس خیال
کی تائید میں ویسا ہی ثبوت دیں جیسا کہ قرآن کریم اسکے
مخالف ثبوت دیتا ہے یعنے فرماتا ہے کہ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہ

[illegible]

تب مدینہ میں جا کر دوسرے سال میں
فوت ہو گئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَبَارِکْ وَسَلِّم
درحقیقت یہ تمام اشارات قرآن سے ہی مستنبط

یُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا اور ان سب کو مُردے قرار دیکر ان کا زندہ کیا جانا محض اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور جا بجا کہتا ہے کہ وہ ضلالت کے زنجیروں میں پھنسے ہوئے تھے ہم نے ہی ان کو رہائی دی وہ اندھے تھے ہم نے ہی ان کو سوجاکھا کیا وہ تاریکی میں تھے ہم نے ہی نور بخشا اور یہ باتیں پوشیدہ نہیں کہیں بلکہ قرآن ان سب کے کانوں تک پہنچا اور انہوں نے ان بیانات کا انکار نہ کیا اور کبھی یہ ظاہر نہ کیا کہ ہم تو پہلے ہی سے مستعد تھے قرآن کا ہم پر کچھ احسان نہیں پس اگر ہمارے مخالفوں کے پاس کوئی مخالفانہ تحریر اپنے بیان کی تائید میں ایسی ہو جو قرآن کریم کے ہم پہلو تیرہ سو برس سے چلی آتی ہو تو وہ پیش کریں ورنہ ایسی باتیں صرف عیسائی سرشت کا افترا ہے اس سے زیادہ نہیں یہ تو

[illegible]

ہوتے ہیں جسکی تصدیق اسلام کی متفق علیہ تاریخ سے
بہ تفصیل تمام ہوتی ہے۔
اب کیا دنیا میں کوئی عیسائی یا یہودی یا آریہ ایچ

جیمس کا قول ہے کہ جو کتاب مذاہب عالم میں شایع ہوا ہے مگر بعض عیسائی پادریوں نے اس سے بڑھ کر حقیقت فہمی کا جوہر دکھلایا ہے وہ کہتے ہیں کہ درحقیقت اصلاح کچھ چیز ہی نہیں اور نہ کبھی کسی کی اصلاح ہوئی توریت کی تعلیم اصلاح کے لئے نہیں تھی بلکہ اس ایما کے لئے کہ گنہگار انسان خدا کے احکام پر چل نہیں سکتا اور انجیل کی تعلیم بھی اسی مدعا سے تھی ورنہ طمانچہ کھاکر دوسری گال بھی پھیر دینا نہ کبھی ہوا نہ ہوگا اور کہتے ہیں کہ کیا مسیح کوئی جدید تعلیم لیکر آیا تھا اور پھر آپ ہی جواب دیتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم تو پہلے ہی سے توریت میں موجود تھی اور بائبل کے متفرق مقامات جمع کرنے سے انجیل بنجاتی ہے پھر مسیح کیوں آیا تھا؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ صرف خودکشی کے لئے مگر تعجب کہ خودکشی سے بھی مسیح نے جی چرایا اور

تحقیق جاتی ص ۲۷۴

کسی ایسے مصلح کو بطور نظیر پیش کر سکتا ہے جس کا آنا
ایک عام اور اشد ضرورت پر مبنی ہو اور جانا اس
غرض کی تکمیل کے بعد ہو اور ان مخالفوں کو اپنی ناپاک

ایسی ایسی لاسمجھتی منہ پر لایا - پھر یہ بھی تعجب کا مقام ہے
کہ زید کی خودکشی سے بکر کو کیا حاصل ہوگا اگر کسی کا کوئی عزیز
اوس کے گھر میں بیمار ہو اور وہ اوس کے غم سے چھری مار لے
تو کیا وہ عزیز اس نابکار حرکت سے اچھا ہو جائیگا یا اگر کسی کے
بیٹے کو درد قولنج ہے تو اوس کا باپ اوس کے غم میں اپنا
سر پتھر سے پھوڑ لے تو کیا اس احمقانہ حرکت سے بیٹا اچھا
ہو جائے گا اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ زید کوئی گناہ کرے
اور بکر کو اوس کے عوض سولی پر کھینچا جاوے یہ عدل ہے
یا رحم کوئی عیسائی ہم کو بتلا دے ہم اس کے اقراری ہیں
کہ خدا کے بندوں کی بھلائی کے لئے جان دینا یا جان دینے
کے لئے مستعد ہونا ایک اعلیٰ اخلاقی حالت ہے لیکن سخت
حماقت ہے کہ خودکشی کی بیجا حرکت کو اوس مد میں داخل کیا
جائے ایسی خودکشی تو سخت حرام ہے اور نادانوں اور بے صبروں

[illegible]

ضلالت اور بدعملیوں کا خود اقرار ہو جنکی طرف وہ رسول
بھیجا گیا ہو۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ثبوت بجز اسلام کے کسی
کے پاس موجود نہیں ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ صرف
فرعون کی سرکوبی کے لئے اور اپنی قوم کو چھڑانے کے
لئے اور نیز راہ راست دکھلانے کے لئے آئے تھے
سارے جہان کے فساد یا عدم فساد کی اون کو کچھہ غرض
نہیں تھی اور یہ تو سچ ہے کہ فرعون کے ہاتھ سے انہوں
نے اپنی قوم کو چھوڑا دیا مگر شیطان کے ہاتھ سے چھوڑا
نہ سکے اور نیز وعدہ کے ملک تک ان کو نہ پہنچا سکے اور
ان کے ہاتھوں سے بنی اسرائیل کو تزکیہ نفس نصیب
نہیں ہوا اور بار بار نافرمانیاں کرتے رہے یہاں تک کہ
حضرت موسیٰ فوت ہو گئے اور ان کا وہی حال تھا۔
اور حضرت مسیح کے حواریوں کی حالت خود انجیل سے
ظاہر ہے حاجت تصریح نہیں اور یہ بات کہ جو دوی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۸ – کا کام ہوا ان جانفشانی کا پسندیدہ طریق
اس کامل مصلح کی لائف میں چمک رہا ہے جسکا نام محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

جن کے لئے حضرت مسیح نبی ہو کر آئے تھے کسقدر اُن کی زندگی میں ہدایت پذیر ہو گئے تھے یہ بھی ایک ایسا امر ہے کہ کسی پر پوشیدہ نہیں بلکہ اگر حضرت مسیح کی نبوت کو اس معیار سے جانچا جاوے تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اُن کی نبوت اس معیار کے رو سے کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی* کیونکہ اول نبی کے لئے ضروری ہے کہ اسوقت آوے کہ جب فی الواقعہ اس امت کی حالت دینداری تباہ ہو گئی ہو جسکی طرف وہ بھیجا گیا ہے

*نوٹ۔ عیسائی کفارہ پر بہت ناز رکھتے ہیں۔ مگر عیسائی تاریخ کے واقف اس سے بے خبر نہیں کہ مسیح کی خود کشی سے پہلے جو عیسائیوں کے زعم میں ہی تھوڑے بہت نیک چلن تھے مگر خودکشی کے بعد تو عیسائیوں کی بدکاریوں کا بند ٹوٹ گیا کیا یہ کفارہ کی نسبت جواب یورپ میں موجود ہے اپنی چال وچلن میں ان لوگوں سے مشابہ ہے جو کفارہ سے پہلے مسیح کے ساتھ پھرتی تھی۔ بعض

لیکن حضرت مسیح یہود کو ایسا الزام کوئی بھی نہیں
دے سکتے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اُنہوں
نے اپنے اعتقاد بدل ڈالے ہیں یا وہ چور
اور زناکار اور قمار باز وغیرہ ہوگئے ہیں یا انہوں
نے توریت کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کی پیروی
اختیار کر لی ہے۔ بلکہ خود گواہی دی کہ فقیہ اور فریسی
موسیٰ کے گدی پر بیٹھے ہیں اور نہ یہود نے اپنے بدچلن
اور بدکار ہونے کا اقرار کیا۔
پھر دوسرے سچے نبی کی سچائی پر یہہ بھاری دلیل
ہوتی ہے کہ وہ کامل اصلاح کا ایک بھاری نمونہ
دکھلا دے پس جب ہم اس نمونہ کو حضرت مسیح کی
زندگی میں غور کرتے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ
اوہنوں نے کونسی اصلاح کی اور کتنے لاکھہ یا ہزار
آدمی نے اُن کے ہاتھہ پر توبہ کی تو یہ خانہ بھی
خالی پڑا ہوا نظر آتا ہے ہاں باراں حواری ہیں
مگر جب اِن کا اعمالنامہ دیکھتے ہیں تو دل کانپ
اٹھتا ہے اور افسوس آتا ہے کہ یہ لوگ کیسے تھے

کہ اس قدر اخلاص کا دعویٰ کرکے پھر ایسی ناپاکی
دکہلاویں جسکی نظیر دنیا میں نہیں کیا تیس روپیہ لیکر
ایک سچے نبی اور پیارے رہنما کو خونیوں کے حوالے
کرنا حواری کہلانیکی یہی حقیقت تہی کیا لازم تہا کہ پطرس
جیسا حواریوں کا سردار حضرت مسیح کے سامنے کھڑے
ہوکر ان پر لعنت بہیجے اور چند روزہ زندگی کے لئے
اپنے مقتدا کو اس کے منہ پر گالیاں دے کیا مناسب
تہا کہ حضرت مسیح کے پکڑے جانے کے وقت میں تمام
حواری اپنا اپنا راہ لیں اور ایکدم کے لئے بہی صبر نکریں
کیا جن کا پیارا تبہی قتل کرنیکے لئے پکڑا جاۓ ایسے
لوگوں کے صدق وصفا کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں جو
حواریوں نے اوسوقت دکہلائے ان کے گذر جانے
کے بعد مخلوق پرستوں نے باتیں بنائیں اور آسمان
پر چڑہا دیا۔ مگر جو کچھ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنا
ایمان دکہلایا وہ باتیں تو اب تک انجیلوں میں موجود
ہیں۔ غرض وہ دلیل جو نبوت اور رسالت کے
مفہوم سے ایک سچے نبی کے لئے قایم ہوتی ہے

وہ حضرت مسیح کے لئے قایم نہیں ہوسکی اگر قرآن ان
کی نبوت کا بیان نہ کرتا تو ہمارے لئے کوئی بھی راہ
کھلی نہیں تھی کہ ہم ان کو سچے نبیوں کے سلسلہ میں
داخل کرسکیں کیا جسکی یہ تعلیم ہو کہ میں ہی خدا ہوں
اور خدا کا بیٹا اور بندگی اور فرمانبرداری سے آزاد
اور جسکی عقل اور معرفت صرف اس قدر ہو کہ میری
خودکشی سے لوگ گناہ سے نجات پا جائینگے ایسے
آدمی کو ایک دم کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ دانا
اور راہ راست پر ہے مگر الحمد للہ کہ قرآنی تعلیم
نے ہم پر یہ کھولدیا کہ ابن مریم پر یہ سب جھوٹے
الزام ہیں انجیل میں تثلیث کا نام و نشان
نہیں ایک عام محاورہ ابن اللہ کا جو پہلی کتابوں
میں آدم سے لیکر اخیر تک ہزارہا لوگوں پر بولا گیا
تھا وہی عام لفظ حضرت مسیح کے حق میں انجیل میں
آگیا پھر بات کا بتنگڑ بنایا گیا یہانتک کہ حضرت مسیح
اسی لفظ کی بنیاد پر خدا بھی بن گئے حالانکہ نہ کبھی
مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا اور نہ کبھی خودکشی کی خواہش

ظاہر کی جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایسا کرتا تو رسولوں کے دفتر سے اُس کا نام کاٹا جاتا یہ بھی مشکل سے یقین ہوتا ہے کہ ایسے شرمناک اور جھوٹھ کی بنیاد حواریوں کے خیالات کی برگشتگی نے پیدا کی ہو گو اُنکی نسبت جیسا کہ انجیل میں بیان کیا گیا ہے یہ صحیح بھی ہو کہ وہ موٹی عقل کے آدمی اور جلد تر غلطی کھانے والے تھے لیکن ہم اس بات کو قبول نہیں کر سکتے کہ وہ ایک نبی کے صحبت یافتہ ہو کر ایسے بیہودہ خیالات کی جنس کو اپنی ہتیلی پر لئے پھرتے تھے مگر انجیل کے حواشی پر نظر غور کرنے سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ ساری چالبازی حضرت پولس کی ہے جس نے پولٹیکل چالبازوں کی طرح عمیق مکروں سے کام لیا ہے۔

غرض جس ابن مریم کی قرآن نے ہمکو خبر دی ہے وہ اسی ازلی ابدی ہدایت کا پابند تھا جو ابتدا سے بنی آدم کے لئے مقرر کی گئی ہے لہذا اُسکی نبوت کے لئے قرآنی ثبوت کافی ہے گو انجیل کی رو سے کتنے ہی شکوک و شبہات اُسکی نبوت کے بارے میں پیدا ہوں والسلام علی من اتبع الھدیٰ

قرآن شریف کی تعریف

(منظوم)

خدا ہی نور خدا تھا نہ تھا کوئی مظہر
نہ عرش و فرش نہ لوح و قلم نہ جن و بشر

اندھیری گھپ کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا
ہوا جو نور فگن یا ہم چرخ پر نیّر

ضیائے نور کے شعشے ادہر ادہر پھیلے
شب سیاہ سے پیدا ہوئی بیاض سحر

نکالا رات سے دن اور دن سے نکلی رات
بچھی زمین ہوئی مہر و مہ ضیا گستر

بنایا کیسے کسی کو خبر نہیں اس کی
نہ ہم وہاں تھے نہ تم تھے نہ کوئی جن و بشر

خدا ہی جانے ہے کس طرح ہیں ارض و سما
یہ خاک و آتش و آب و ہوا ہیں کیونکر

بسیط اور مرکب کی لاکھ تحقیقیں ہوں
مگر ہیں سب یہ طلسمات عقل سے باہر

ہوئے بسیط جو ترکیب از روح و جسد
ہوئے جدا ہیولا سے رونما یہ صور

ہزاروں شکلیں ہیں ملتی نہیں ہے ایک سے ایک
جدا ہے شکل جدی بات ہے جدا پیکر

ہر ایک چیز کی صورت نئی نیا نقشہ
ہر ایک شے کا تفاوت بتا رہی ہے نظر

جناب سے آئے یہاں آدم صفی اللہ
ہیں گذرے سال انہیں ستر ہزار کچھ اوپر

خدا نے بھیجے رسولان محترم کتنے
محمد عربی ہیں ہمارے پیغمبر

ہوا صحیفہ کامل حضور پر نازل
ہے نام مصحف و قرآن لکھا ہوا سب کچھ

اسی کتاب نے ابواب غیب کھولے ہیں
یہی کتاب ہوئی رہنمائے جملہ بشر

فصیحون سی آسی کی عزت ہوا عاجز — یہی ہے معجزہ بہر جناب سید
بلاغتون کو اسی کی کہا دیون سے — سخن خدا کے نہین یہ کبھی کلام بشر
ہزارون ہو گئے حافظ ہزارون ابھی ہین — کوئی کتاب کی یاد ہوئی یون از بر
کبھی ہوا نہین یہ اہتمام دنیا مین — کبھی ہوا نہین محفوظ یون کوئی دفتر
ہزار نسخون مین دیکھو تو ایک ہی ہے سطور — ہزار نسخون مین ڈھونڈو تو ایک زیر و زبر
عرب مین روم مین فارس مین چین و جاپان مین — یمن مین مصر مین کابل مین ہند مین گھر گھر
جہان تلاش کرو ایک سا ہی ہے قرآن — نہین کسی مین تفاوت کرو ہزار نظر
کلام ہے یہ خدا کا خدا ہی حافظ ہے — وہی رہیگا محافظ جہان مین تا محشر
شروع جس سے ہی ہوا دین پر تمام ہوا — سمجھ لو بس ہے یہی نکتہ خرد پرور
مسائل فقہا اس سے کیجئے مستنبط — دلائل حکما اس سے لیجئے سر تا سر
اسی سے کی ہے زکوۃ و صلوۃ کی تعلیم — اسی نے روزہ و حج کی دکھائی ہے منظر
یہی جہاد کی بانی ہوئی زمانہ مین — اسی نے جنگ سے واجب کیا ہے سب کو حذر
اسی نے ہم سے کہا یون اٹھو نہ تم ناحق — کہون جہاد کی جنگ شروط سب ظاہر
اسی نے فتح کی والفتح مین خبر دی ہے — اسی نے کھولدئے باب خندق و خیبر
یہی ہے رایت اسلام کے لئے پرچم — اسی کے نام پہ لکھی گئی ہے فتح و ظفر
یہی ہے مشعلہ فردوس بہر مومن — یہی ہے رقعہ و تعویذ حرز ہر کافر
لڑائی لڑتے تھے ہم جیسے آجکل ہین سب — کھلے ہی نہ تھے ہر دو تیغ و تیر و تبر

اسی نے ہمکو بتائیں سلوک کی باتیں — اسی نے کھولے ہیں ابواب علم عالم پر
اسی نے ہمکو کیا بادشاہ روے زمین — اسی نے ہمکو کیا روشناس ہر کشور
کیا اسی نے ہماری معاشرت کو درست — کیا اسی نے مہذب جہان کو سر تا سر
اسی نے ہم سے کہا ہر جگہ رہو سچے — کبھی نہ بھول کے ہو جھوٹ کا کوئی خوگر
کرو کسی سے جو تم عہد وہ کرو پورا — لڑو کسی سے نہ جب تک کہ دیکھ پاؤ ضرر
جو کوئی تم سے لڑے تو لڑو نہیں تو نہیں — جو صلح ہو تو رہو سب میں ہو کے شیر و شکر
اسی کو بھول کے بیٹھے ہیں ہم جہانداری — اسی کے چھٹنے سے چھوٹی ہیں ہمسے فتح و ظفر
اسی نے ہمکو بتائے اصول بیع و شرا — اسی نے ہمکو سکھائے قواعد دفتر
اسی کے نور سے یورپ کو کر دیا روشن — اسی کے سائے میں افریقہ آیا سر تا سر
کیے اسی نے میادین ایشیا گلزار — ہوا اسی سے گلستان خشک تازہ و تر
اسی نے کفر کی ظلمت کو میٹ کر چھوڑا — اسی کا نیر ہیں سب ہر مقام کے مظہر
اسی کے سحر کے ہیں یادگار ہفت زمین — اسی کے مسخر ہیں روشناس ہر کشور
یہی ہے غوث یہی ہے مغاث و غیث جہان — یہی ہے قطب جنوب و شمال سر تا سر

جہان میں تا کہ ہے اسلام اسکی قائم
رہے کلام خدا زیب مسجد و منبر

صاحبان

سیرت النبی کی پہلی جلد آپ کی نذر کی جاتی ہے۔ اس کتاب کا موضوع دنیا کے سردار **حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کے حالات بابرکات ہیں قرآن و حدیث کا ثبوت سب سے بڑا ضروری تھا۔ جو **آنحضرت** م کے حالات کے سچے ماخذ ہیں۔

پہلی جلد میں **قرآن و حدیث** کی صداقت کی نسبت آپ کو بہت سا حال معلوم ہو گیا اب **دوسری جلد** میں نمبروار قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کے دلایل وغیرہ ذکر کیے جاینگے اور اس کا کلام الٰہی ہونا بمقابلہ تمام کتب آسمانی کے قطعی اور یقینی دلایل سے ثابت کیا جائیگا۔ امید ہے کہ دوسری جلد کو آپ پہلی جلد سے بھی فائق تر پائیں گے۔ اس جلد کو لیجیے اور دوسری جلد کا انتظار کیجیے اوسکے بعد تیسری چوتھی جلدیں مشتمل بر حالات تفصیلی آنحضرت صلعم آپ کی نذر کی جائیں گی۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

آپ کا نیازمند مہتمم مفید عام پریس سیالکوٹ

کتاب سیرت النبی جلد اول کی فہرست

[illegible]

صفحہ پر اوس کا ترجمہ تاکہ ترجمہ و متن کچھ بیچ نہ ہو جاوے متن و ترجمہ نہایت صفائی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ (۳) صفحہ بہ صفحہ آیات کے نمبر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ترجمہ دیکھنے میں کوئی دقت نہ ہو (۴) ہر صفحے کے آخیر پر آیت اور اوس کا ترجمہ ختم ہوتا ہے جس سے آیت کے لیئے قرآن شریف کے ورق کو الٹنا نہیں پڑتا۔ یہہ خوبی آج تک کسی مترجم قرآن شریف میں نہیں ہے (۵) عربی فارسی تحریر نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے بڑی ہی خوش رقم و خوش قلم حایل مجید ہے۔ (۶) ترجمہ جدید با محاورہ زبان حال کے اردو کے موافق کیا گیا ہے ترجمہ ایسا شایستہ اور لطیف ہے کہ خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور تمام مقدرات اور محذوفات ترجمہ کے اندر خطوط وحدانی میں لکھہ دیئے ہیں جس سے تفسیر کی تفسیر اور ترجمہ کا ترجمہ ہے اور بڑی آسانی سے سمجھہ میں آتا ہے (۷) اس حایل مقدس کے شروع میں سیپاروں اور سورتوں کی فہرست دی گئی ہے جس سے جھٹ سیپارہ اور سورۃ نکال سکتے ہیں (۸) شروع میں تمام قرآن شریف کے مضامین کی فہرست ہے جو واعظوں خطیبوں اور تمام مسلمانوں کے لیئے نہایت کارآمد ہے۔ نماز زکوۃ۔ صبر۔ شکر وغیرہ تمام امور کے متعلق ایک ہی جگہ حوالے لکھہ دیئے گئے ہیں۔ نماز کا لفظ دیکھو اور قرآن شریف مین جہاں جہاں نماز کا ذکر آیا ہے تمام مقامات معہ حوالہ سورت و رکوع ایک منٹ میں دیکھہ لو (۹) سواے اسکے تمام انبیا کا ذکر قرآن شریف مین جہاں جہاں آیا ہے اون کی نسبت

بہی ایک ہی جگہ سارے حوالے لکھہ دیئے گئے ہیں - ابراہیم یا
نوح وغیرہ کا لفظ نکالو اور جہان جہان قرآن شریف میں اون
کا قصہ ہے وہ سب مقامات دم بہر میں دیکھہ لو (۱۰) کاغذ سفید
ڈبی لگایا گیا ہے جس سے حمایل شریف کا حجم بہی اندازہ سے
نہیں بڑہا (۱۱) جلد خالص سنہری مرصع کار نہایت سبک اور
موزون کرائی گئی ہے - اوس کے اوپر قرآن مجید کا لفظ اور
لا یمسہ الا المطہرون سنہری مزین ہے (۱۲) باوجود ان
سب خوبیون کے قیمت نہایت ہی کم یعنی مفصلہ ذیل رکہی گئی
ہے - قیمت بے جلد عہ قیمت مجلد معہ جزدان ہے قیمت مجلد بیجی
محصول ڈاک بذمہ خریدار (۱۳۳) پہلی دفعہ یہہ حمایل شریف
دو تین ماہ مین بالکل فروخت ہوگئی ہے اب طبع دوئم میں لطیف
لباس پہنکر پیش کی گئی ہے شایقین نہایت جلد طلب فرمادین
اور موقعہ ہاتہہ سے نہ گنوائین ورنہ تیسرے ایڈیشن تک انتظار
کرنا پڑے گا -

درخواستین بنام مینجر مفید عام پریس سیالکوٹ کی آنی چاہئیں

سیرۃ الفاروق - مولفہ منشی سراج الدین احمد صاحب
مصر، روم - اور ایران کے فاتح اسلام کے بزرگ ہیرو حضرت عمر خطاب رض کی
ولادت سے وفات تک مفصل سوانح عمری - اسلامی عظمت اور شان و شوکت کے
اظہار کے لئے دنیا مین کوئی کتاب اس سے بڑہ کر نہیں ڈمی کاغذ اعلیٰ درجہ کا

نفیس۔ تقطیع اور حجم کلاں قیمت . . . . عہ

حیات اعظم ۔ مولفہ میرزا حیرت ۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کی سوانح عمری کا بے نظیر کتاب ہے۔ قیمت . . . . . . عـ ۱۲

پنجسورہ بے نظیر مترجم بالمقابل (جیبی) ہمارے پریس کی بے نظیر حمایل کی طرح یہ پنجسورہ بھی بلا شبہ بے نظیر ہے ۔ ۵ سورتوں کے علاوہ مشہور وظایف اوراد و قنجیہ ۔ دعا ء سیفی ۔ دعا گنج العرش نماز بھی شامل ہے قیمت فی جلد مجلد چرمی کاغذ حنائی کاغذ سفید ۸

عشرہ کاملہ آریہ کے دس بڑی بڑی اعتراضوں کا جواب دیا نندی فرقہ جو اسلام کا جانی دشمن ہے اس کے تمام اصول وعقائد تناسخ ۔ قدامت مادہ و روح وغیرہ وغیرہ کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا گیا ہے اور اسلامی مسایل کو فلسفانہ طرز سے ثابت کیا ہے۔ رد آریہ میں اس سے عمدہ دنیا بھر میں کوئی کتاب نہ دیکھو گے ۔ حجم ایک ہزار ۴۲ صفحہ ۔ چار جلدوں میں قیمت فی جلد ۴ قیمت کامل کتاب عـہ

نماز اور اس کی حقیقت ۔ نماز کی فلاسفی اور مخالفوں کے کل اعتراضات کا جواب جو وہ نماز پر کرتے ہیں ۱۲۰ صفحہ قیمت مجلد ۴

روزہ اور اسکی حقیقت ۔ روزہ کی فلاسفی مخالفوں کے کل اعتراضات کا جواب قیمت ۲

درخواستیں تمام بنام منیجر صفید عام پریس سیالکوٹ کی آئیں

سیرت النبی

یا

تاریخ نبوی

تہ مفخر موجودات رحمت اللعالمین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلعم کی مقدس حالات مفصل اس تاریخ میں لکھے گئے ہیں۔ اردو میں کوئی صحیح اور اعلیٰ درجہ کی تاریخ کے حالات میں لکھی نہیں۔ گو عربی اور فارسی میں سینکڑوں ہیں۔ اس کتاب میں جناب علیہ الصلوٰۃ والتحیات من رب العالمین کی مفصل سوانح عمری ایسے ڈھنگ پر لکھی ہے جو پہلی ڈھنگ کی ہے۔ جسقدر اعتراضات آنحضرت صلعم کی زندگی پر عیسائی وغیرہ اقوام نے کیے ہیں سبکا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ اور ساری تاریخ ایسی طرز پر لکھی گئی ہے۔ کہ سب اعتراضات رد ہوگئے ہیں۔ پھر سب سے خوبی اس کتاب میں یہہ ہے۔ کہ قدم بہ قدم آنحضرت صلعم کے فضائل پر بڑے بڑے یورپین لوگوں کی شہادتیں لکھی گئی ہیں جس سے اظہر من الشمس ہے کہ یہہ بازاری دریدہ دہن جو اعتراضات آنحضرت صلعم پر لگاتے ہیں وہ بکواس اور ہذیان سے بڑھکر نہیں بلکہ خود انہیں کے علماء یورپین ان اعتراضات کو رد کرتے اور سب انہا ما کو ہیچ پوچ سمجھتے ہیں۔ غرض ہر ایک مسلمان کو جسکو اپنے شفیع اور پیارے پیغمبر سے ذرا بھی محبت اور ہمدردی ہے۔ اس کتاب کو منگا کر سرمہ چشم دل بنانا لازم اور ضروری ہے۔ ۵۰۰ صفحہ کے قریب ہو گئی ہے جسقدر محنت اس کتاب کی تیاری اور تالیف میں کیگئی ہے اسکے مقابل قیمت آپ یقین سمجھیے کہ بالکل مفت ہے آخر میں صحابہ کرام اور حضرت حسن حسین کے واقعات بھی ہیں۔ اب یہہ کتاب قریب دو سو صفحہ کے چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ اسلئے خدا کے نام پر یہ ناظرین چونکہ اس کتاب کا حجم قریب ۷۰۰ صفحہ کے ہو گیا ہے جو ہمارے وعدہ سے ۲۰۰ صفحہ بڑھ گیا ہے اسلئے

دس لیکچر

جناب مولانا مولوی غلام محمد صاحب او نسلر منٹوٹلن جرمن (واقعہ ملک ناریپ کے یہ دس لیکچر ہیں۔ مولانا موصوف کو اسلام قبول کئے چھ سال ہوگئے ہیں مگر اسلام کی واقفیت انکو کئی سال پہلے سے ہے۔ صاحب موصوف فن انجینیری میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے ہیں چنانچہ دریائے راوی کا پل وغیرہ بڑے بڑے نمایاں کام اُن کے اہتمام سے ہوئے۔ اب مولانا موصوف نے ایک بیش قرار نوکری کو چھوڑ کر اسلام کی اشاعت کو اپنا مشن قرار دیا ہے اور جا بجا پنجاب کے مختلف شہروں میں اسلام کی منادی اور اسپر [illegible] لیکچر دیتے ہیں صاحب موصوف کے یہ دس لیکچر جو انکے تمام لیکچروں کے تحقیقات کے لب لباب ہیں ہم نے انسے اجازت لیکر اپنے پریس میں چھپوائے ہیں یہ وہ لیکچر ہیں جو لیکچرار موصوف نے پشاور، راولپنڈی، سیالکوٹ وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں ہزاروں ہندو، عیسائی اور مسلمانوں کی جماعت میں دیئے ہیں یہ لیکچر عالیجناب [illegible] اور مسٹر کولیم کے لیکچروں سے کسی طرح کم نہیں بلکہ فصاحت و بلاغت اور سلاست بلاغت میں کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں بڑی ہی عالی مضامین ہیں اور انسے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف کو اسلام سے گہری واقفیت ہے پہلے درجہ کی شیفتگی و محبت ہے توریت و انجیل سے رسول خدا صلعم کی نبوت کو کمال طور سے ثابت کیا ہے بشارت فیثلیہ بشارت فارقلیطیا آنحضرت صلعم کے حق میں بالکل نئی طرز پر ثابت کی ہیں۔ اسلام کی [illegible] سے شایع ہونے کی ایسی دندان شکن تردید کی ہے قیمت فی جلد [illegible] المشتہر [illegible]